بسم اللہ الرحمن الرحیم

آگہی

مرتب

الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ

بلقیس اظہر

جماعت عائشہؓ

ایڈیشن - I

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آگہی

مرتب:
الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ
بلقیس اظہر
جماعت عائشہؓ

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	آ گہی کا راز..	3
2	ارشادات الٰہی	4
3	خلفائے راشدین	10
4	چار زندہ نبی	18
5	چاہ زم زم	25
6	قبلہ	29
7	قیامت (حصہ اول)	35
8	حساب کتاب.	41
9	ابن صیاد کا بیان	50
10	حضرت امام حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے سماع	53
11	سماع اور اس کے آداب	60
12	روحانیت میں عورت کا مقام	66
13	نکاح	70
14	طلاق	72
15	خلع	77
16	عدت	81
17	طب نبوی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے علاج	87
18	فلسطین (ارض مقدس)	89
	☆ فلسطین (ارض مقدس) کی اہمیت مسلمانوں کی نظر میں	90
19	مُجدد	92
20	قرض	95
21	نظرِ بد (Negative Force)	97
22	سحر	102
23	ہماری گواہی	107

آ گہی کا راز

آ گہی کا راز شرح صدر سے ہے، شرح صدر کا حصول ذکر اللہ سے ہے۔ ذکر اللہ سے توفیق کا دروازہ کھلتا ہے۔ پھر اس توفیق کی برکت سے:-

اللہ کی طرف سے بندے کو تین تحفے عطا ہوتے ہیں:

''رحمت، فضل وکرم اور شفقت''

دربارِ رسالت سے تین تحفے عطا ہوتے ہیں:

''سلامتی، شفا اور معرفت''

فرشتوں سے تین تحفے عطا ہوتے ہیں:

''دعا، سلام اور حفاظت''

اپنے اخلاق اور عادات سنوار لیں ایمان مکمل ہو جائے گا۔ مخلوق خدا سے محبت کرنے والے لوگ بڑے انعامات کے حق دار ہوتے ہیں۔ حقوق اللہ کا معاملہ اللہ کے ہاں قابل سماعت اور قابل معافی ہے، جبکہ حقوق العباد کا معاملہ اللہ کے ہاں قابل سماعت ہے۔ لیکن قابل معافی نہیں۔ سب سے بڑی بات خلق خدا سے محبت ہے--- جس کے طفیل اللہ سے محبت نصیب ہو جاتی ہے۔

محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی
جرس بھی، کارواں بھی، راہبر بھی، راہزن بھی ہے
محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے
بیابان محبت دشت غربت بھی وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی، آشیانہ بھی، چمن بھی ہے

ایمان کی اساس محبت پر رکھی گئی ہے۔ اللہ سے محبت، اللہ کے رسولوں سے محبت، اللہ کے بندوں سے محبت۔

آخر یہ محبت ہے کیا؟

محبت دل یزداں کی نوری تجلی ہے۔ یہ تجلی ایسی ذات سے آتی ہے جس کے لیئے سب ممکن ہے۔ ناممکن کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے سے محبت کرنے والوں کو اُن کی صلاحیت کے مطابق خدمتیں سپرد کرتا ہے۔

اِس لیئے اللہ تعالیٰ کو جو توحید سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے تائید سے یاد کرتے ہیں۔

جو خدمت سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے نعمت سے یاد کرتے ہیں۔

جو خوف سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں امان سے یاد کرتے ہیں۔

اور جو اُس کو محبت سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قرب سے یاد کرتے ہیں۔

لیکن محبت سے یاد کرنا بہت اونچا مقام ہے کیونکہ جس نے مقام محبت کا دعویٰ کیا۔ اُسے بھٹی میں تپنا پڑے گا۔ پھر کھرا اور کھوٹا الگ الگ ہوں گے پھر دام لگیں گے۔ اس لیئے محبت کا دعوٰی نہ کریں مدعی پر رحم نہیں کیا جاتا اُس کا امتحان ہوتا ہے۔

جو اللہ تعالیٰ سے خوف کی بنا پر اُس سے اُس کا فضل وکرم چاہتے ہیں وہ کبھی بھی دعوٰی محبت نہیں کرتے۔

انسان پستی پر ہے۔ اُس کی منزل بلندیوں پر ہے۔ اُن بلندیوں تک پہنچنے کے لیئے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور دامان مصطفی (خاتم النبیین ﷺ) کی وابستگی ضروری ہے۔

****

ارشادات الٰہی

حضرت داود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد

1)۔ ’’اے داوٗد (علیہ السلام)! مجھے اپنی راحت کے دنوں میں یاد کرتا کہ میں مصیبت کے دنوں میں تیری مدد کروں‘‘۔

2)۔ ’’اے داوٗد (علیہ السلام)! اُن دِلوں میں میرا خوف پیدا کر جو دنیا کی آرزوؤں میں الجھے ہوئے ہیں کیونکہ اِن کی عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں‘‘۔

3)۔ ’’اے داوٗد (علیہ السلام)! مجھ سے قریب صرف وہ ہی لوگ ہیں جو عاجزی اور انکساری کرنے والے ہیں اور دور صرف اور صرف غرور اور تکبر کرنے والے‘‘۔

4)۔ ’’اے داوٗد (علیہ السلام)! گناہوں کی بشارت دے (خوف دلا) اور ڈرا میرے نیک بندوں کو۔ حضرت داوٗدؑ نے کہا اے پروردگا میں گناہوں کی بشارت کِس طرح دوں؟ اور نیک لوگوں کو کیسے ڈراؤں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’اے داود (علیہ السلام)! گناہ گاروں کو اِس بات کی بشارت دو کہ وہ گناہوں سے توبہ کریں میں توبہ قبول کرتا ہوں اور گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ اور نیک لوگوں کو اِس طرح ڈراؤ کہ وہ اپنے اعمال پر غرور نہ کریں اِس لیے کہ کوئی بندہ بھی ایسا نہیں ہے کہ وہ حساب دینے کے لیے قیامت کے دن میرے سامنے کھڑا ہوا اور ہلاک نہ ہو جائے (یعنی عذاب نہ پائے)‘‘۔

5)۔ ’’اے داوٗد (علیہ السلام)! میرے بندوں سے کہہ دو کہ اگر تم میرے فیصلوں پر راضی نہیں اور میری نعمتوں پر شکر نہیں کرتے اور مصیبت پر صبر نہیں کرتے تو میرے سوا کوئی اور پروردگار تلاش کرلو‘‘۔

6)۔ ’’اے داود علیہ السلام! جو بندے بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ میں اُن کو بقدرِ ضرورت رزق دیتا ہوں۔ اور بعض اوقات میں اپنے دشمنوں کو مال اور اولاد زیادہ دیتاہُوں‘‘۔

7)۔ ’’اے داود علیہ السلام! تو بھی چاہتا ہے اور میں بھی چاہتا ہوں۔ اگر تو میرے چاہنے پر راضی ہو جائے گا تو میں تیرے چاہنے پر کافی ہو جاؤں گا۔ اگر تو میرے چاہنے پر راضی نہ ہو گا۔ تو میں تجھے تیرے چاہنے میں پھنسا دوں گا اور پھر وہی ہو گا جو میں چاہتا ہوں‘‘۔

’’اے اولادِ آدم علیہ السلام! بچے پیدا کر موت کے لئے۔ مال جمع کر فنا کے لیے عمارتیں تعمیر کر برباد ہونے کے لئے‘‘۔ (جامع الاخبار ایک اقتباس)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب:

1)۔ ’’اے عیسٰی (علیہ السلام)! اپنے دل کو خشیت الٰہی سے جھکا دے اور اپنے سے کمتر شخص کی طرف نگاہ رکھ اور اپنے سے بہتر شخص کی طرف مت دیکھ اور جان لے کہ ہر برائی اور گناہ کی بنیاد دنیا کی محبت ہے۔ پس تو دنیا سے محبت نہ کر کیونکہ میں بھی دنیا سے محبت نہیں رکھتا‘‘۔

2)۔ ’’اے عیسٰی (علیہ السلام)! میری خشیت سے اپنے دل کو پاکیزہ بنا اور اپنی تنہائیوں میں میرا ذکر کیا کر اور جان لے کہ میری خوشنودی عجز وانکساری میں ہے‘‘۔

3)۔ ’’اے عیسٰی (علیہ السلام)! کسی کو میرا شریک نہ بنا اور مجھ سے ہمیشہ ڈرتا رہ اور اپنی صحت پر غرور نہ کر اور اپنے اوپر نہ اترا۔ اور دنیا سے اِتنا لے جو تیرے لیے کافی ہو‘‘۔

4)۔ ’’اے عیسٰی (علیہ السلام)! یہ دنیا اپنی طرف رخ کرنے والوں کو فریب دیتی ہے۔ اور پھر پیٹھ پھیر کر پریشان کرتی ہے۔ پس اپنی کوششوں کو نیک کاموں میں صرف کر‘‘۔

5)۔ ’’اے عیسٰی (علیہ السلام)! حق جہاں بھی ہو ہمیشہ اُس کا ساتھ دے۔ اگر چہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ یا تو آگ میں جلا دیا جائے‘‘۔

6)۔ ’’اے عیسٰی (علیہ السلام)! میری معرفت کے بعد میرا انکار نہ کر اور جاہلوں میں شامل نہ ہو‘‘۔

7)۔ ’’اے عیسٰی (علیہ السلام)! اپنی زبان سے میرا ذکر زندہ اور جاری رکھ اور میری محبت کو اپنے دل میں قائم کر‘‘۔

8)۔ ’’اے عیسٰی (علیہ السلام)! اپنی آنکھ میں حزن اور ملال کی سیاہی سے سرمہ لگا اگر چہ باطل پرست تیرا مذاق اڑائیں‘‘۔

9)۔ اے عیسٰی (علیہ السلام)! تجھ سے باز پرس کی جائے گی لہٰذا تو کمزوروں پر اس طرح رحم کر جیسا کہ میں تم پر رحم کرتا ہوں۔ اور یتیم پر غضب ناک نہ ہو۔

10)۔ ’’اے عیسٰی (علیہ السلام)! اگر میں تجھ پر غضب کروں تو کسی کی رضامندی تجھے فائدہ نہ دے گی اور اگر میں تجھ سے راضی ہو جاؤں تو غضب کرنے والوں کا غضب تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا‘‘۔

11)۔ ''اے عیسٰی (علیہ السلام) ! دنیا کی عمر بہت کم ہے۔مگر دنیا لمبی آرزوؤں کی جگہ ہے اور لوگ (یہاں) جو کچھ مال وغیرہ جمع کرتے ہیں اِن سے میرے خزانے بہت بہتر ہیں''۔

12)۔ ''اے عیسٰی (علیہ السلام) ! میرے پاس آرام وآسائش کا سامان ہی سامان ہے۔جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔اور جس کو یہ دیا جائے گا۔اُس سے کبھی واپس نہیں لیا جائے گا نہ اُس سے چھینا جائے گا تو تم انسانوں سے کہہ دو کہ اِس مال کو حاصل کرنے کی کوشش کریں''۔ (جامع الاخبار ایک اقتباس)

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے یہی تمام باتیں مومنین کو مخاطب کر کے بار بار سمجھائی ہیں۔رب تعالی کا ایک انداز ہے۔وہ تمام مخلوق سے شفقت کرنے والا سب پر رحم کرنے والا۔سب کا ہمدرد۔عفو و درگزر کرنے والا۔توبہ قبول کرنے والا اُس کی صفات کا احاطہ کرنا مخلوق کے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔اُس نے ایک ایک بات کو انتہائی موثر انداز میں انسانوں کو بتا کر حجت تمام کردی ہے اور انسان کو مکلف بنا دیا۔اَب چاہے اپنے ارادے اور اختیار سے رب کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہو یا شیطان کی پیروی کرے۔

قرآن پاک سورۃ بقرہ آیت نمبر 44 ترجمہ:"اور تم دوسروں کو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کے لیے کہتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔کیا تم عقل سے بالکل ہی کام نہیں لیتے "۔

سورۃ بقرہ آیت نمبر 148 ترجمہ:''ہر ایک کے لیے ایک رخ ہے جس کی طرف وہ مڑتا ہے۔پس تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو۔جہاں بھی تم جاؤ گے۔اللہ تمھیں پائے گا اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں''۔

سورۃ بقرہ آیت نمبر 174 ترجمہ:''حق یہ ہے کہ جو لوگ ان احکام کو چھپاتے ہیں۔جو اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں نازل کیے ہیں۔اور تھوڑے سے دنیاوی فائدوں پر انھیں بھینٹ چڑھاتے ہیں وہ دراصل اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں''۔

سورۃ بقرہ آیت نمبر 219 ترجمہ:"پوچھتے ہیں کہ شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے۔اگرچہ ان میں لوگوں کیلئے کچھ منافع بھی ہے۔مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے''۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر 105 ترجمہ:" کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا۔جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی اور واضح ہدایت پانے کے (باوجود) پھر اختلافات میں مبتلا ہو گئے۔جنھوں نے یہ روش اختیار کی وہ اُس روز سخت سزا پائیں گے"

سورۃ آل عمران آیت نمبر 200 ترجمہ:"اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر سے کام لو۔اور باطل پرستوں کے مقابلے میں پامردی دکھاؤ۔حق کی خدمت کیلئے کمر بستہ رہو اور اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہو۔اُمید ہے کہ فلاح پاؤ گے"۔

سورۃ النساء آیت نمبر 14 ترجمہ:"اور جو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی نافرمانی کرے گا۔اور اس کی مقرر کی گئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا۔ اسے اللہ تعالٰی آگ میں ڈالے گا۔جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔اور اس کے لیے رسوا کن سزا ہے"۔

سورۃ النساء آیت نمبر 112 ترجمہ:"پھر جس نے کوئی خطا یا کوئی گناہ کر کے اُس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا تو اُس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا''۔

سورۃ النساء آیت نمبر 123 ترجمہ:"انجام نہ تمھاری آرزوؤں پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو بُرائی کرے گا اس کی (سزا) پھل پائے گا۔اور اللہ تعالٰی کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پائے گا''۔

سورۃ النساء آیت نمبر 135 ترجمہ:"اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار، اللہ کے بندے اور گواہ بنو۔اگرچہ انصاف اور تمھاری گواہی کی زد تمھاری اپنی ذات یا تمھارے والدین اور رشتہ دار پر ہی کیوں نہ پڑے''۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 72 ترجمہ:"جس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا۔اس پر اللہ تعالٰی نے جنت حرام کردی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں"۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 90 ترجمہ:"اے لوگو جو ایمان لائے ہو شراب اور جوا اور بت اور پانسے یہ سب گندے اور شیطانی کام ہیں۔ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ

تمھیں فلاح نصیب ہوگی''۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 91 ترجمہ:"شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمھارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے۔اور تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز آؤ گے؟"

سورۃ المائدہ آیت نمبر 105 ترجمہ:"اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔اپنی فکر کرو دوسروں کی گواہی سے تمھارا کچھ نہیں بگڑتا۔اگر تم خود راہِ راست پر رہو۔اور اللہ ہی کی طرف تم لوگوں کو پلٹ کر جانا ہے۔پھر وہ تمھیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے ہو؟"۔

سورۃ الانعام آیت نمبر 50 ترجمہ:"اے محمد(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں نہ میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو کچھ مجھ پر نازل ہوتی ہے"۔

سورۃ الانعام آیت نمبر 119 ترجمہ:"اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کن باتیں کرتے ہیں اور یقیناً حد سے گزرنے والوں کو تمھارا رب خوب جانتا ہے"۔

سورۃ الانعام آیت نمبر 120 ترجمہ:''تم کھلے اور چھپے گناہوں سے بچو۔جو لوگ گناہ کررہے ہیں۔وہ اپنی اس کمائی کا بدلہ پا کر رہیں گے''۔

سورۃ الانعام آیت نمبر 151 ترجمہ:''اے محمد(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو کہ آؤ میں تمھیں سناؤں تمھارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں۔وہ یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی دیں گے اور بےشرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ۔خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوں''۔

سورۃ الانعام آیت نمبر 159 ترجمہ:"جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ بن گئے۔یقیناً ان سے تمھارا کچھ واسطہ نہیں ان کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے؟"

سورۃ الانعام آیت نمبر 162 ترجمہ:''کہو میری نماز، میرے تمام مراسم، عبودیت، میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔جس کا کوئی شریک نہیں ہے''۔

سورۃ الاعراف آیت نمبر 194 ترجمہ:"تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جنھیں پکارتے ہو وہ محض بندے ہیں۔جیسے تم بندے ہو۔ان سے دعائیں مانگ کر دیکھو۔یہ تمھاری دعاؤں کا جواب دیں۔اگر ان کے بارے میں تمھارے خیالات صحیح ہیں"

سورۃ الانفال آیت نمبر 20 تا 21 ترجمہ:"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو۔اور حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو۔ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کہا ہم نے سنا۔حالانکہ وہ نہیں سنتے"

سورۃ الانفال آیت نمبر 22 ترجمہ:"یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے اور گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے"

سورۃ یونس آیت نمبر 66 ترجمہ:''آگاہ رہو آسمان کے بسنے والے ہوں یا زمین کے سب کے سب اللہ کی مخلوق ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اللہ کے شریکوں کو پکارتے ہیں وہ صرف وہم وگمان کے پیروکار ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں''۔

سورۃ یونس آیت نمبر 107 ترجمہ:"اور اگر اللہ تجھ کو کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے۔اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ختم کرنے والا بھی کوئی نہیں"

سورۃ ھود آیت نمبر 112,113 ترجمہ:''جو کچھ تم کررہے ہو اس پر تمھارے رب کی نگاہ ہے۔ان ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آجاؤ گے۔اور پھر کہیں سے تم کو مدد نہیں پہنچے گی''۔

سورۃ ابراہیم آیت نمبر 2 تا 3 ترجمہ:''اور سخت تباہ کن سزا ہے۔جو قبول حق سے انکار کرتے ہیں۔ان کے لیے۔جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روک رہے ہیں''۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 36 ترجمہ: ''کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمھیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے''۔

سورۃ کہف آیت نمبر 110 ترجمہ: "اے محمد (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہو میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امید وار ہو اُسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے"

سورۃ کہف آیت نمبر 17 ترجمہ: ''یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے۔ اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لیے تم کوئی ولی مرشد نہیں پا سکتے''۔

سورۃ فرقان آیت نمبر 03 ترجمہ: لوگوں نے اسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیے ہیں۔ جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ جو اپنے لیے کسی بھی نفع یا نقصان کا ذرا اختیار نہیں رکھتے۔ نہ مار سکتے ہیں۔ نہ جلا سکتے ہیں۔ نہ مرے ہوئے کو اٹھا سکتے ہیں''۔

سورۃ فرقان آیت نمبر 72 ترجمہ: ''اور رحمان کے بندے وہ ہیں وہ جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں''۔

سورۃ الروم آیت نمبر 32 ,31 ترجمہ: ''اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور نہ ہو جاؤ مشرکین میں سے جنھوں نے اپنا اپنا دین الگ بنا لیا اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں اور ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے اس میں مگن ہے''۔

سورۃ لقمٰن آیت نمبر 18 تا 19 ترجمہ: ''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر۔ نہ زمین میں اکڑ کر چل اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز پست رکھ۔ بیشک سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھے کی آواز ہے''۔

سورۃ الاحزاب آیت نمبر 45 تا 46 ترجمہ: "اے نبی ہم نے تم کو بھیجا گواہ بنا کر بشارت دینے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور اللہ کی طرف سے دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ"

سورۃ الاحزاب آیت نمبر 70 تا 71 ترجمہ: "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کرو۔ اللہ تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی"

سورۃ فاطر آیت نمبر 29 ترجمہ: "جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں۔ ان کو ایک ایسی تجارت کی امید ہے جو ہرگز خسارہ نہ دے گی"۔

سورۃ المؤمن آیت نمبر 58 ترجمہ: ''اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اندھا اور بینا یکساں ہو جائے اور ایمان دار اور صالح اور بدکار برابر ٹھہریں مگر تم لوگ کم ہی سمجھتے ہو''۔

سورۃ المومن آیت نمبر 60 ترجمہ: "تمھارا رب کہتا ہے۔ مجھے پکارو میں تمھاری دعاؤں کو قبول فرماؤں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہونگے"

سورۃ حٰمٓ سجدہ آیت نمبر 40 ترجمہ: "جو لوگ ہماری آیات کو اُلٹے معنی پہناتے ہیں۔ وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ خود ہی سوچ لو آیا وہ شخص بہتر ہے۔ جو آگ میں جھونکا جانے والا ہے۔ یا وہ جو قیامت کے دن امن کی حالت میں حاضر ہوگا؟"

سورۃ الاحقاف آیت نمبر 5 ترجمہ: ''آخر اس شخص سے زیادہ بہکا ہوا شخص کون ہوگا؟ جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو پکارتے ہیں جو قیامت تک انھیں جواب نہیں دے سکتے۔ اس سے بھی بے خبر ہیں کہ کوئی پکارنے والا انھیں پکار رہا ہے''۔

سورۃ محمد آیت نمبر 36 ترجمہ: "یہ دنیا کی زندگی تو کھیل تماشہ ہے اگر تم ایمان رکھو اور تقوی کی روش پر چلتے رہو تو اللہ تمھارے اجر تم کو دے گا۔ اور وہ تمھارے مال تم سے نہ مانگے گا"

سورۃ الحجرات آیت نمبر 6 ترجمہ: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر پشیمان ہو"

سورۃ الحجرات آیت نمبر 11 ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے

پر طعن نہ کرو''۔

سورۃ الحجرات آیت نمبر 12 ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو۔ کہ بہت سے گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے''۔

سورۃ نجم آیت نمبر 39 تا 41 ترجمہ ''اور یہ کہ انسان کیلئے کچھ نہیں ہے۔ مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے۔ اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی۔ اور اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی''۔

سورۃ حدید آیت نمبر 23 ترجمہ: '' کچھ بھی تمھیں نقصان ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ تمھیں اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اس پر پھول نہ جاؤ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں''۔

سورۃ منافقون آیت نمبر 09 ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمھارے مال اور تمھاری اولادیں تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو لوگ ایسا کریں گے وہ خسارہ اٹھانے والے ہیں''۔

سورۃ الملک آیت نمبر 02 ترجمہ: ''اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ تا کہ دیکھے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔ وہ زبردست درگزر کرنے والا ہے''۔

سورۃ القلم آیت نمبر 10 تا 13 ترجمہ: ''ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو قسمیں کھانے والا، بے وقتہ، طعنہ دینے والا، چغلیاں کھانے والا، بھلائی سے روکنے والا ظلم اور زیادتی میں حد سے گزر جانے والا سخت بد اعمال اور ریا کار ہے''۔

سورۃ القیامۃ آیت نمبر 3 تا 5 ترجمہ: '' کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے؟ کیوں نہیں؟ ہم تو بے شک اس کی انگلیوں کے پور پور تک ٹھیک بٹھا دینے پر قادر ہیں۔ مگر انسان چاہتا ہے کہ آگے بھی بد اعمالیاں کرتا رہے''۔

سورۃ المجادلہ آیت نمبر 9 ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم آپس میں پوشیدہ بات کرو۔ تو گناہ اور زیادتی اور رسول خاتم النبیین ﷺ کی نافرمانی کی باتیں نہ کرو۔ بلکہ نیکی اور تقوی کی باتیں کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تمھیں پیش ہونا ہے''۔

سورۃ البینۃ آیت نمبر 5 ترجمہ: ''اور اُن کو اُس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں۔ اپنے دین کو اس کے لیے خاص کر کے بالکل یکسو ہو جائیں۔ اور نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یہی نہایت صحیح اور درست دین ہے''۔

سورۃ التکاثر آیت نمبر 1 تا 2 ترجمہ: ''تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک کہ اس دھن میں تم قبر کے دھانے تک پہنچ جاتے ہو''۔

سورۃ الھمزۃ آیت نمبر 1 تا 2 ترجمہ: ''تباہی ہے ہر اس شخص کیلئے جو (منہ در منہ لوگوں پر طعن اور پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔ جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا''۔

سورۃ الماعون آیت نمبر 4 تا 7 ترجمہ: ''تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کیلئے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔ جو ریا کاری کرتے ہیں۔ اور معمولی ضرورت کی چیزوں کو لوگوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں''۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات کا اگر بغور مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسٰی علیہ السلام سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب میں فرمایا ہے۔ اُس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے کھول کھول کر قرآن پاک میں بیان فرما دی ہے۔

پس ایک مومن اگر اپنی آنکھیں کھلی رکھے اور دل و دماغ کو حاضر و ناظر جان کر غور کرے تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ عافیت صرف اور صرف رضائے الٰہی میں ہے۔ یاد رکھیں کہ ایمان صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے کا نام نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی ہستی کو اپنی زندگی بنا لینے کا نام ہے۔ رسمی عبادات اللہ تعالیٰ کو مطلوب نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو بندے کی محبت اور سیرت دیکھتا ہے۔ اس لیے بدنصیب وہ نہیں جس کو یہ فانی دنیا نہیں ملی بدنصیب تو وہ ہے جس کو وہ ابدی دنیا نہیں ملی۔

قرآن پاک میں بخشش کی تمام تر یاددہانی اس بات پر ہے کہ ایمان لاؤ۔ اعمال صالح کرو۔ گناہ ہو جائے تو توبہ کرو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھو۔

اللہ کے حضور کسی شخص کا فیصلہ اس کے علم کی بنیاد پر نہیں ہوگا۔ یہ فیصلہ اس کے عمل، اس کے اخلاص، اس کی سیرت و کردار اور اس کی شخصیت کی بنیاد پر ہوگا۔ اور خاص عبادات و اطاعت کے بعد اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیئے کہ نہ معلوم کوئی عمل ایسا تو نہیں ہوگیا کہ یہ عبادات اکارت جائیں۔ اپنی عبادات پر اترانے کے بجائے اپنی نظر اس کے فضل پر رکھی جائے اگر فضل ہوا تو کام بن جائے گا۔ اور اگر خدانخواستہ عدل ہوا تو بندہ مارا جائے گا۔

کیونکہ جیسی اطاعت اور عبادات ہم کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم و فضل ہی سے قبول کرے تو کرے۔ اگر یہ سوال کر دیا کہ بندے اپنی زندگی کی نمازوں سے کوئی ایسا سجدہ بتا دے جس میں تو سو فیصد میری طرف متوجہ تھا۔ تو ہم جیسوں کے پاس ایک سجدہ بھی نہ ہوگا۔

(انبیاء کرام علیہ السلام اور اولیاء کرام کی بات اور ہے)۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں قرآن پاک کی ہدایت اور حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

روح سورج کی طرح، جسم اُجالے کی مثال
کیسے الفاظ میں ڈھالوں میں وہ تصویر جمال؟
ذِکر اُس نورِ مُجسم کا ہے کرنا مقصود
مالکِ لوح و قلم تو میرے لفظوں کو اُجال

****

خلفائے راشدین

حضرت ابوبکر صدیقؓ (دورِ خلافت ۱۱ھ ۱۳ھ)

صدیق اس کو کہتے ہیں جو سچائی کی تصدیق کرے، چونکہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے واقعہ معراج کی سب سے پہلے تصدیق کی۔ اس لیے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے انہیں صدیق کا لقب عطا فرمایا جو بعد میں ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ علماء کے قول کے مطابق صدیق اس کو بھی کہتے ہیں جو اسلام کے بارے میں سنتے ہی فوراً بلا تعمل پورے اخلاص سے اسلام قبول کرلے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اسی وجہ سے انہیں صدیق کا خطاب ملا۔ صدیق کا مقام شہید سے بلند ہے۔ صدیق ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ طلوع اسلام سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو محمد خاتم النبیین ﷺ سے بڑا انس تھا اور آپ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے جگری دوستوں میں سے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسلام متعارف ہوتے ہی فوراً! اسلام قبول کرلیا اور اپنا تن من دھن اسلام کے فروغ کے لیے وقف کردیئے۔ کئی جلیل القدر صحابہ نے آپ کی تعلیم و تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ کو رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ سے حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت بہت پسند آئی۔ یہاں تک کہ رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے دوران بھی حضرت ابوبکرؓ ہی آپ خاتم النبیین ﷺ کے رفیق تھے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 40 میں فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ اس کا مددگار ہے (وہ وقت تم کو یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا تھا (اس وقت) دو ہی شخص تھے جن میں ایک حضرت ابوبکرؓ تھے اور دوسرے خود رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے۔ اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دے رہے تھے کہ ''غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔ تو اللہ نے ان پر تسکین نازل کی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کردیا۔ اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے''

حضرت ابوبکرؓ نے بے شمار غلاموں کو (جو مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنے مالکوں کے عتاب برداشت کرتے تھے) خرید کر آزاد کیا۔ آپ قرآن پاک کی تعلیمات کو بہت گہرائی سے سمجھتے تھے۔ مثلاً نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے وصال کی خبر سن کر کئی جلیل القدر صحابہ کرامؓ (جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے) اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تو اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے سورہ آل عمران کی آیت نمبر 144 تلاوت کر کے سب کے شکوک کو دور کردیا۔

ترجمہ: ''اور محمد خاتم النبیین ﷺ تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ گے) اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا۔ اور اللہ شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔''

بخاری شریف میں درج ہے کہ کئی صحابہ کرامؓ کے دروازے مسجد نبوی میں کھلتے تھے، آپ خاتم النبیین ﷺ نے حکم دیا کہ سب صحابہ کرام کے گھروں کے مسجد میں کھلنے والے دروازے بند کردیئے جائیں سوائے حضرت ابوبکرؓ کے دروازے کے۔ یہ ایک طرح کی پیشین گوئی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفہ بنیں گے۔ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے تو بعض لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا۔ آپ نے ان سے جہاد کرنا چاہا تو بعض صحابہ کرام نے کہا کہ کیا آپ ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں، جو صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا جو لوگ زکوٰۃ کے منکر ہیں وہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہیں، زکوٰۃ ادا کئے بغیر نماز بھی معلق رہتی ہے۔ پس آپؓ نے منکرین زکوٰۃ سے قتال کیا اور غیر اسلامی رجحانات کا قلع قمع کردیا۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی بیماری کے دوران حضرت ابوبکرؓ کو ہی امام مقرر کیا گیا۔ یہ بھی آپ کے پہلا خلیفہ بننے کی پیشن گوئی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں جہاد میں کئی حفاظ شہید ہو رہے تھے اس لیے آپؓ نے قرآن پاک کو ایک کتابی صورت میں جمع کروایا۔ جو کہ بہت دور اندیشی اور غیر معمولی کارنامہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اسلام کی مالی معاونت کے لیے ہمیشہ ہی سرفہرست رہے۔ جب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ راہِ حق کے لیے مالی معاونت کا اعلان کروادیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کی ایک ایک چیز لاکر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے سامنے رکھ دی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ابوبکر گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ اللہ اور اس کا رسول گھر والوں کے لیے کافی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کئی صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور ان کی رائے کی روشنی میں حضرت عمرؓ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ اس سلسلے میں حضرت ابوبکرؓ اور صحابہ کرامؓ کے مکالمات بہت دلچسپ ہیں مثلاً

ا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے پوچھا "اگر میرے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا جائے تو اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے"؟ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے جواب دیا "وہ اس منصب کے لیے سب سے موزوں ہیں لیکن سخت مزاج ہیں"۔حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا "وہ سخت مزاج اس لیے ہیں کیونکہ وہ مجھے نرم مزاج پاتے ہیں۔جب وہ خلیفہ بنیں گے تو خود بخود سختی کو چھوڑ دیں گے"۔

۲۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کی رائے دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا "مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ کا باطن ان کے ظاہر سے بہت اچھا ہے۔ درحقیقت ہم میں سے کوئی بھی ان کا ہمسر نہیں ہے"۔

۳۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسید بن حضیرؓ سے بھی ان کی رائے پوچھی۔تو انہوں نے جواب دیا "میرا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کے بہترین جانشین ہوں گے۔ کیونکہ وہ خوش ہونے والی باتوں پر خوش ہوتے ہیں اور ناراض ہونے والی باتوں پر ناراض ہوتے ہیں، ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی بہتر ہے"۔اسی طرح کئی اور مہاجرین اور انصار سے بھی مشورہ کیا۔ابن آثیر لکھتے ہیں کہ جب حضرت طلحہ بن عبداللہؓ کو پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرنے کے لیے نہایت سنجیدگی سے غور وغوض ہو رہا ہے تو آپ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور فرمایا۔"آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ نہایت سخت مزاج ہیں۔اس کے باوجود بھی آپ اُن کو اپنا جانشین بنانا چاہتے ہیں۔ آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو اس کا کیا جواب دیں گے"؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ ''یا اللہ میں نے تیرے بندوں پر ایک بہترین بندے کو خلیفہ مقرر کیا ہے"۔ابن اثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات سے پہلے پوچھا "جب سے میں خلیفہ بنا ہوں کون سی نئی چیز میری ملکیت میں آئی ہے"؟انہوں نے بتایا "مندرجہ ذیل تین اشیاء کا اضافہ ہوا ہے۔

ا۔ ایک اونٹ جو کے پانی لانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ ایک غلام جو نہ صرف بچوں کی دیکھ بھال کرتا ہے بلکہ مجاہدین کی تلواروں کو بھی تیز کرتا ہے۔

۳۔ کپڑے کا ایک ٹکڑا جس کی قیمت ایک درہم سے بھی کم ہے"۔

حضرت ابوبکرؓ نے حکم دیا "میری وفات کے بعد تینوں چیزیں نئے خلیفہ کے حوالے کردی جائیں"۔جب حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں وصول ہوئیں تو وہ زاروقطار رونے لگے اور یہ کہتے جاتے تھے ''یا حضرت ابوبکرؓ آپ نے ایسی بے نظیر مثال قائم کر کے اپنے جانشین کا کام بہت مشکل کر دیا ہے''۔حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر ایک وسیع وبلیغ خطبہ دیا۔جس کی چند سطور یہاں درج ہیں:

''اے حضرت ابوبکرؓ اللہ آپ پر رحم کرے، آپ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب، محرم راز اور مشیر تھے۔آپؓ نہ صرف سب سے پہلے اسلام لائے، بلکہ سب سے مخلص مومن تھے۔آپ رفیق نماز تھے، جب لوگ زکوٰۃ کے مرتد ہوئے تو آپ نے خلافت کا حق ادا کیا اور مرتد عاجز آ گئے۔پس اللہ آپ کو آپ کے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا دے''۔جونہی حضرت علیؓ نے خطبہ ختم کیا تو لوگ زاروقطار رونے لگے اور سب نے بیک زبان کہا۔''ہاں بے شک اے رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد آپؓ نے سچ فرمایا"۔قرآن پاک میں سورہ النساء آیت نمبر 69 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ:''اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، وہ قیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا، یعنی انبیاء صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی محبوب ہے''۔

****

حضرت عمر فاروقؓ

(دور خلافت 13ھ تا 23ھ)

الجوزی نے اپنی کتاب ''تاریخ عمر بن خطاب'' میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ خانہ کعبہ کے غلاف کے پیچھے چھپ گئے۔اس وقت رسول پاک خاتم النبیین ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔آپؐ نے سورہ ''الحاقہ'' کی تلاوت کی۔حضرت عمرؓ قرآن پاک کی فصاحت اور بلاغت سے بہت متاثر ہوئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ یقیناً یہ بہت بڑے شاعر کا کلام ہے۔اس وقت رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے سورہ الحاقہ کی آیت نمبر 41 کی تلاوت کی۔

ترجمہ: ''اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں لیکن تم لوگ بہت ہی کم ایمان لائے ہو''

اس پر حضرت عمرؓ نے دل میں کہا پھر یہ ضرور کسی کاہن کا کلام ہے۔اس کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سورہ الحاقہ کی آیت نمبر 52-42 تلاوت فرمائیں۔

ترجمہ: ''اور یہ نہ ہی کسی کاہن کا کلام ہے لیکن تم لوگ بہت کم فکر کرتے ہو۔یہ تو پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بنا لاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔پھر تم میں سے کوئی بھی اسے روکنے والا نہ ہوتا اور یہ (کتاب) تو پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس کو جھٹلاتے ہیں۔نیز یہ کافروں کے لیے (موجب) حسرت ہے اور بے شک کہ یہ قابل یقین ہے سو تم اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہو۔''

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں "اس تلاوت قرآن سے میں اتنا متاثر ہوا کہ اس دن مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے۔لیکن میں آباؤاجداد کے مذہب کو چھوڑنے کو تیار نہ تھا اس لیے اسلام کی مخالفت کرتا رہا"۔

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا

ایک دن حضرت عمرؓ کے ایک دوست نے انہیں بتایا کہ ''تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام قبول کر چکے ہیں۔حضرت عمرؓ غصہ سے بھڑک اٹھے اور ننگی تلوار کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے اندر سے تلاوت کی آواز آرہی تھی۔آپ نے پہلے بہنوئی کو مارا پیٹا، بہن آڑے آئی تو اس کو پیٹا لیکن بہن برابر منہ سے کہتی رہی کہ ''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں'' حضرت عمر دل میں تو اسلام کے قائل ہو ہی چکے تھے۔بہن کو لہولہان دیکھ کر اور اس کی جرات دیکھ کر کہا کہ اچھا مجھے بھی بتاؤ کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو پہلے غسل کرو تو پھر اس کلام کو پڑھو۔حضرت عمرؓ نے غسل کیا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے سورہ طٰہٰ کی آیات 1 تا 14 پڑھیں۔

ترجمہ: ''اے محمد خاتم النبیین ﷺ ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں نازل کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کے لیے نازل کیا ہے جو خوف رکھتا ہے۔یہ اس (ذات برتر) کا اتارا ہوا ہے۔جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان بنائے (یعنی خدائے) رحمٰن۔جس نے عرش پر قرار پکڑا۔جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو کچھ اس زمین کی مٹی کے نیچے ہے، سب کچھ اسی کا ہے اور جو تم پکار کر بات کرو تو وہ تو چھپے ہوئے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اسی کے نام اچھے ہیں اور کیا تمہیں موسیٰ کی خبر ملی ہے۔جب انہوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔شاید اس کی کوئی چنگاری میں تمہارے لیے یہاں لاؤں یا آگ (کے مقام) کا رستہ معلوم کر سکوں؟۔جب وہاں پہنچے تو آواز آئی کہ ''اے موسیٰ میں تمہارا پروردگار ہوں۔تم اپنی جوتیاں اتار دو تم یہاں پاک میدان (یعنی) طوی میں ہو اور میں نے تم کو منتخب کر لیا ہے تو جو حکم دیا جائے اسے سنو۔''بے شک میں ہی اللہ ہوں۔میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔''

حضرت عمرؓ نے بے ساختہ کہا ''یہ کتنا عمدہ کلام ہے۔پس حضرت عمرؓ یہاں سے نکلے اور سیدھے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔حضرت عمرؓ نے کہا کہ قسم کھاتا ہوں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔اور اب ہم اسلام کی تبلیغ اور نماز کی ادائیگی چھپ کر نہیں بلکہ کھلم کھلا کریں گے۔بخاری شریف میں درج ہے کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو بہت تقویت اور عزت ملی۔

حضرت عمرؓ کی دوراندیشی

حضرت عمرؓ بہت ذہین اور دوراندیش تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی پسند کے

مطابق کئی قرآنی آیات اتاریں۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔ جیسا کہ بخاری

شریف میں درج ہے ''حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عمرؓ نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سب قسم کے لوگ آپ خاتم النبیین ﷺ سے ملنے آتے ہی۔ ان میں بعض اچھے ہوتے ہیں، بعض اچھے ذہن کے مالک نہیں ہوتے۔ میری درخواست ہے کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ میں رہنے کی تلقین فرمادیں تاکہ برے لوگوں کے شر سے بچ جائیں۔ حضرت عمرؓ کی اس تجویز کے مطابق اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیت نازل فرمائی۔ سورہ الاحزاب آیت 53

ترجمہ: ''اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان دونوں کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے''۔

اس کے بعد سب مسلمان عورتوں کے لیے بھی آیت نازل فرمائی۔ سورہ الاحزاب آیت نمبر 59

ترجمہ: ''اے پیغمبر اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (مونہوں پر) چادر لٹکا (گھونگھٹ نکال) لیا کریں یہ اور ان کے لیے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا۔ تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

اسی طرح بخاری ومسلم میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین معاملات میں میری تائید فرمائی۔ اولاً میں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنی چاہیے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی، سورہ بقرہ آیت نمبر 125

واتخذا من مقام ابراهیم مصلی

ترجمہ: ''اور (حکم دیا کہ) جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنالو''۔ دوسرے پردے کا حکم نازل فرمایا۔ تیسرے یہ کہ جب ایک موقعہ پر رسول اللہ کی بیویوں میں قدرے رشک اور حسد پیدا ہوا۔ جس سے قدرتی طور پر رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو تکلیف ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو آپ خاتم النبیین ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ وہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکے اور امہات المومنین کو خاص طور پر اپنی بیٹی حفصہؓ کو کہا کہ ''اگر تم باز نہ آؤ گی تو اللہ تعالیٰ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرمادیں گے''۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی آیت نازل فرمادی سورہ التحریم، آیت نمبر 5

ترجمہ: ''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیبیاں دے دے۔ مسلمان، صاحب ایمان، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ رکھنے والیاں، بن شوہر اور کنواریاں''۔

حضرت عمرؓ کی فراست

بدر کی جنگ کے بعد مشرکین کے ستر سردار قید ہوئے تھے۔ اس وقت تک اسیران جنگ اور مال غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایات نازل نہ ہوئیں تھیں۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں ذکر ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو فرمایا۔ اسیران جنگ کا معاملہ دو طرح سے نمٹایا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ سب اسیران جنگ کو قتل کر دیا جائے۔ یا یہ کہ اسیران جنگ سے مالی تاوان لے کر انہیں آزاد کر دیا جائے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنی اپنی رائے پیش کرنے کے لیے کہا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت سعد معاذؓ نے پہلی رائے سے اتفاق کیا۔ جبکہ باقی صحابہ کرام نے دوسری رائے کو بہتر سمجھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ چونکہ رحمتہ اللعالمین ہیں۔ انہوں نے بھی دوسری رائے پر عمل درآمد کیا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی جس میں دوسری رائے کی ترغیب دینے والے صحابہ کرامؓ کو تنبیہ کی گئی۔ سورہ الانفال آیت نمبر 68-67

ترجمہ: ''پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کا قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا حکم پہلے نہ آچکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا''۔

بعد از اں اللہ تعالیٰ نے اسیران جنگ اور مال غنیمت کے بارے میں مزید ہدایات نازل فرمائیں اور امت محمد خاتم النبیین ﷺ پر بہت بڑا احسان کیا۔ ان ہدایات کی رو سے اسیران جنگ کا تاوان اور مال غنیمت امت محمدیہ کے لیے حلال کر دیئے گئے۔ بلکہ صحابہ کرام کی گزشتہ لغزش بھی معاف فرمادی۔ (سورہ انفال آیت نمبر 69)

ترجمہ: ''تو جو مال غنیمت تم کو ملا ہے اس کو کھاؤ (کہ تمہارے لیے) حلال طیب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

حضرت عمرؓ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کی رشتہ داری

رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی بیٹی حفصہؓ سے شادی کی۔اس طرح حضرت حفصہؓ امہات المومنین میں سے ہیں اور حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثومؓ سے شادی کی اس شادی کے بعد حضرت عمرؓ فخر سے کہتے تھے کہ اب میں رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کنبے کا خونی رشتہ دار بن گیا ہوں''۔

حضرت عمرؓ کا دور حکومت

حضرت عمرؓ کا دور حکومت اصطلاحی طرز حکومت کا بہترین نمونہ تھا۔آپ نے ایران،شام،روم،فلسطین اور ترکی کے بعض حصے فتح کئے۔آپ نہایت ذہین اور مدبر تھے۔آپ کا نظام حکومت اصلاحات اور خدمت خلق کا جذبہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔آپ ہی نے اسلامی کیلنڈر بھی رائج کیا۔

فتح یروشلم

فتح یروشلم کا ایک واقعہ نہایت دلچسپ ہے۔حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے یروشلم کا محاصرہ کیا۔بالآخر اہل یروشلم مسلمانوں سے صلح نامہ کرنے کے لیے اس شرط پر تیار ہوئے کہ خلیفہ وقت اس صلح نامے پر دستخط کرنے خود یروشلم آئیں۔حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر کیا اور اپنے ایک غلام سالم نامی کے ہمراہ یروشلم روانہ ہوئے۔ان دونوں کے پاس ایک اونٹ تھا۔یہ باری باری اسی پر سوار ہوئے تھے۔جب یروشلم شہر میں داخل ہوئے تو سالم کی سواری کرنے کی باری تھی اور حضرت عمرؓ اونٹ کی نکیل پکڑے پیدل چل رہے تھے۔سالم نے اپنی باری حضرت عمرؓ کو پیش کی لیکن حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اسلام کی دی ہوئی عزت ہمارے لیے کافی ہے۔بڑے بڑے لوگوں نے حضرت عمرؓ کو پیدل اونٹ کی نکیل پکڑے یروشلم میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔حضرت عمرؓ نے باہمی صلح نامے پر دستخط کئے اور اہل یروشلم کو ہر طرح سے ذاتی اور مالی تحفظ اور امان عطا فرمائی۔آپ نے ان کو اپنے مذہب پر قائم رہنے اور بغیر کسی روک ٹوک کے عبادت کرنے کی اجازت دی۔

حضرت عمرؓ کی شہادت

26 ذی الحجہ 23ھ کو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے نصرانی غلام ابولولو فیروز نے فجر کی نماز کے دوران حضرت عمرؓ پر اپنے خنجر سے حملہ کر دیا۔آپؓ شدید زخمی ہوئے اور فرش پر گر پڑے۔حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نماز مکمل کرائی۔ابولولو نے اپنے آپ کو خنجر مار کر ہلاک کر لیا۔آپؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ ماتمی الفاظ کہتی ہوئی اپنے والد کے پاس پہنچی تو حضرت عمرؓ نے کہا''میں تمہاری آنکھوں پر قابو نہیں پا سکتا لیکن یاد رکھو جس میت پر بین کیا جاتا ہے فرشتے اس سے نفرت کرتے ہیں''۔اسی طرح ایک صحابی حضرت صہیبؓ آپ کے زخم دیکھ کر چیخ اٹھے۔ہائے عمر،ہائے عمر،اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا''صبر سے کام لو کیا تم نہیں جانتے کہ جس میت پر ماتم کیا جاتا ہے اس پر عذاب ہوتا ہے''۔

وفات کے وقت حضرت عمرؓ کا سر ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کی رانوں پر تھا اور وہ وصیت سن رہے تھے۔حضرت عمرؓ نے کہا''میرا سر زمین پر رکھ دو۔حضرت عبداللہ نے کہا میرے رانوں اور زمین میں کیا فرق ہے؟ حضرت عمرؓ نے پھر کہا میرا سر زمین پر رکھ دو۔شاید اللہ مجھ پر مہربان ہو جائے اور رحم کرے''۔حضرت عمرؓ نے اپنے جانشین کے لیے ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی۔بخاری شریف میں درج ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے فوت ہونے کے بعد ان کے گھر میں تشریف لائے اور حضرت عمرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا''اے عمرؓ اللہ تم پر رحم کرے تم نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے اعمال پر میں رشک کر کے ویسا ہی بننے کی کوشش کروں۔اللہ کی قسم مجھے یہی گمان غالب ہے کہ اللہ تمہیں تمہارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ (قبر اور بہشت) میں رکھے گا۔کیونکہ میں نے اکثر رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا''میں گیا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ (ساتھ تھے) اندر داخل ہوا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ (بھی اندر داخل ہوئے) میں باہر نکلا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ (بھی میرے ساتھ نکلے)''۔(مسند احمد،حدیث نمبر 12232)

اس سے واضح ہوا کہ نہ صرف رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ حضرت علیؓ بھی اپنے بھائیوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا کتنا احترام کرتے تھے۔

****

حضرت عثمانؓ

(دور خلافت 24ھ تا 35ھ)

حضرت عثمانؓ نے طلوع اسلام کے فوراً بعد حضرت ابوبکرؓ کی تعلیم وتبلیغ سے اسلام قبول کیا۔آپؓ نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہؓ سے شادی کی۔قریش کے مظالم سے تنگ آ کر دونوں نے حبشہ ہجرت کی۔امت محمدیہ میں یہ پہلا جوڑا تھا جس نے اسلام کی راہ میں ہجرت کی۔کچھ عرصہ بعد حالات کے ٹھیک ہونے کی اطلاع پر یہ دونوں مکہ واپس آ گئے۔بعدازاں دونوں نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔مدینہ منورہ میں حضرت رقیہؓ بیمار ہوگئیں۔حضرت عثمان ان کی بیماری کی وجہ سے جنگ بدر میں نہ جاسکے اور ابھی رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ جنگ بدر سے واپس نہ آئے تھے کہ حضرت رقیہؓ انتقال فرما گئیں۔حضرت عثمانؓ نے بعد میں حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم سے شادی کی اور اس طرح آپ نے ذوالنورین کا لقب حاصل کیا(یعنی دونور والے)

حضرت عثمانؓ کی فیاضی

مدینہ منورہ کے بعض مسلمانوں کو روزمرہ کے لیے استعمال کا پانی دستیاب نہ تھا۔حضرت عثمانؓ نے بیر روما (کنواں) ایک یہودی سے خریدا اور مسلمانوں کو مفت پانی مہیا کیا۔یہ اسلامی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا ٹرسٹ تھا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس پر حضرت عثمانؓ کو جنت کی بشارت دی تھی۔سات ہجری کے دوران نبی کریم خاتم النبیین ﷺ مسجد نبوی کو توسیع کرنا چاہتے تھے تو حضرت عثمان نے ہی مسجد کے برابر والی زمین خرید کر مسجد کی توسیع کے لیے دی تھی۔جنگ تبوک میں آپؓ نے نوسو اونٹ ایک 100 گھوڑے اور ایک ہزار دینار دیئے تھے۔حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی کی مزید توسیع کی تھی۔آج مسجد نبوی کی جنوبی دیوار وہی ہے جو حضرت عثمانؓ نے بنوائی تھی اور آج کل یہاں امام صاحب اسی جگہ کھڑے ہوتے ہیں جہاں سے حضرت عثمانؓ نے نماز کی امامت فرمائی تھی۔اس لیے اسے محراب عثمانی کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمانؓ کا دور خلافت

آپؓ کا ابتدائی دور خلافت انتہائی پرسکون تھا۔آپؓ نے ہر حکومتی شعبہ کو ترقی دی۔تاہم وسیع وعریض اسلامی سلطنت کو سنبھالنا قدرے مشکل ہوگیا۔ابن سبا جو ایک یہودی منافق تھا اس نے سازشوں کا جال بچھا دیا۔بالآخر آپؓ کو آپ کے گھر میں محاصرہ کر کے قرآن پاک کی تلاوت کے دوران شہید کر دیا۔آپؓ کی شہادت کی داستاں بہت طویل اور المناک ہے۔آپؓ نے دشمنوں کے خلاف جنگ اس لیے نہیں کی کیونکہ آپؓ مسلمانوں کے درمیان خون ریزی نہیں کرنا چاہتے تھے۔شہادت کے وقت آپؓ کی عمر 82 سال تھی۔مندرجہ بالا مشکل وقت میں حضرت علیؓ برابر حضرت عثمان کا ساتھ دیتے رہے۔بلکہ حضرت علیؓ نے اپنے دونوں بیٹوں کو حضرت عثمانؓ کے گھر کے باہر پہرہ دینے کے لیے مقرر کیا۔تاہم مجرمین حضرت عثمانؓ کے مکان کے عقب سے دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کی پیش گوئی کر دی تھی۔ایک بار رسول پاک خاتم النبیین ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ اُحد پہاڑ پر موجود تھے کہ اچانک پہاڑ کانپنے لگا۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اپنا قدم مبارک پہاڑ پر آہستہ آہستہ مارا اور ساتھ ہی فرمایا۔اے پہاڑ رک جا کیونکہ تجھ پر ایک رسولؐ ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔اُحد کا تھرانا ایک دم بند ہو گیا۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنے جانشین کے لیے ایک مجلس شوریٰ مقرر فرمائی اس میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔اس مجلس شوریٰ کی میٹنگ کے دوران حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کے لیے ووٹ دیا اور حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنانے کے لیے ووٹ دیا۔بالآخر حضرت عثمانؓ اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب ہوئے اس سے صاف واضح ہو گیا کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کا احترام تھا۔اگر ان تمام امور کو مدنظر رکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ میں کسی قسم کی ان بن کا شائبہ تک نہیں تھا۔

****

حضرت علیؓ

(دور خلافت 35ھ تا 40ھ)

حضرت علیؓ کی پرورش رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے زیر سایہ ہوئی۔ پس حضرت علیؓ نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے براہ راست تعلیم و تربیت حاصل کی اور رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے سب اوصاف حمیدہ کو دیکھا۔ سمجھا اور ان پر عمل پیرا ہوئے۔ حضرت علیؓ نے بچپن ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور بچپن ہی سے پختہ ایمان آپ کے دل میں پیوست ہو گیا تھا۔ آپ نے کبھی اپنا سر بتوں کے سامنے نہیں جھکایا۔ اس لیے ہم آپؓ کے نام کے ساتھ تعظیماً کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ پر تعلیم و تبلیغ کے سلسلے میں جب الشعراء کی آیت نمبر 214 نازل ہوئی۔

ترجمہ: ''آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنا دو''۔ تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ایک روز اپنے تمام قریبی رشتہ داروں کو کھانے پر مدعو کیا اور کھانے کے دوران اسلام سے متعارف کرایا۔ لیکن حضرت علیؓ کے علاوہ کسی نے بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کی باتوں پر توجہ نہ دی۔ اس وقت حضرت علیؓ نے نہایت جرات سے کھڑے ہو کر کہا ''گو میری آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ میری ٹانگیں بھی لاغر ہیں اور میں سب سے چھوٹا بھی ہوں لیکن میں پھر بھی رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کا ساتھی اور معاون رہوں گا''۔ قریش کے سرداروں نے جب حضرت علیؓ کو یہ کہتے سنا تو بہت زور سے ایک قہقہہ لگایا۔''

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ حضرت علیؓ کو بہت چاہتے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو تین بیٹے حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ دیئے۔ محسن بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ ان تینوں بیٹوں کے علاوہ زینبؓ اور کلثومؓ آپ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت پر جاتے ہوئے حضرت علیؓ کو لوگوں کی امانتیں سونپ کر گئے۔ حضرت علیؓ نے اس ذمہ داری کو بخیر و خوبی پورا کیا۔

اللہ کا شیر

حضرت علیؓ نے سب لڑائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بے مثال جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ مثلاً بدر کی جنگ کی ابتدا ہی میں ولید بن عتبہ نے مسلمانوں کو للکارا۔ حضرت علیؓ نے اس کا سامنا کیا اور تھوڑی ہی دیر میں اسے واصل بہ جہنم کر دیا۔ اس طرح جنگ احزاب میں عمرو بن عبدود جو کے ایک نہایت تجربہ کار جنگجو مشرک تھا۔ وہ اور اس کا گھوڑا خندق کو پھاند کر مسلمانوں کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا تو اس نے تکبر سے کہا ''تم ابھی طفل مکتب ہو''۔ میرے پائے کے کسی آدمی کو بھیجو۔ حضرت علیؓ اس کا مقابلہ کرنے پر مصر ہوئے اور اس مشرک کو بھی آناً فاناً قتل کر دیا۔

خیبر کی جنگ کے دوران مسلمانوں کی ان تھک کوشش کے باوجود قموس نامی قلعہ فتح نہ ہو سکا تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ ہر مسلمان کی خواہش تھی کہ یہ عزت افزائی اسے ملے۔ دوسرے دن نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے جھنڈا حضرت علیؓ کو دے دیا۔ اس وقت حضرت علیؓ قدرے علیل تھے اور آپؓ کی آنکھیں بھی دکھ رہیں تھیں۔ لوگوں کو حیرت ہوئی اس وقت آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنا لعاب مبارک اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور ان ہاتھوں سے حضرت علیؓ کی آنکھوں کو چھوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت علیؓ کی آنکھیں اسی وقت ٹھیک ہو گئیں اور حضرت علیؓ نے اس یہودی قلعہ کو فتح کر لیا۔ اس لیے حضرت علیؓ کو فاتح خیبر سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کی ان ہی جنگجو صلاحیتوں کی وجہ سے آپ کو ''اسد اللہ'' یا اللہ کے شیر کا خطاب ملا۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے نہ صرف ہجرت کے وقت مکہ کے لوگوں کی امانتیں آپؓ کے سپرد کیں، بلکہ آپؓ کو بڑی بڑی ذمہ داریاں بھی سونپی گئیں، مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ ۹ھ میں امیر حج بن کر حج کے قافلے کے ساتھ گئے ان کے جانے کے بعد رسول پاک خاتم النبیین ﷺ پر سورہ توبہ (سورہ برات) نازل ہوئی۔ اس سورۃ کے وحی کے احکامات کے اعلان کے لیے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے حضرت علیؓ کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ پس حضرت علیؓ نے حج کے موقعہ پر ہی اعلان کیا کہ آئندہ سال کوئی مشرک اور کوئی غیر مسلم مکہ میں داخل نہ ہو گا۔ اور آئندہ کسی کو ننگے جسم سے خانہ کعبہ کے طواف کی اجازت نہ ہو گی۔

حضرت علیؓ کا دورِ خلافت

حضرت علیؓ 21 ذوالحجہ 35ھ میں خلیفہ بنے اکثر مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہاں تک کے منافق ابن سبا اور اس کے گروپ نے بھی حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چند ممتاز صحابہ کرام نے سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے آپؓ کی بیعت نہ کی۔ حضرت علیؓ کو خلافت کے بعد بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مثلاً آپؓ نے اپنی خلافت کے تیسرے دن ابن سبا گروپ کو مدینہ منورہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ ابن سبا گروپ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ ان کا پروگرام تو یہ تھا کہ مدینہ میں رہ کر حالات کے مطابق اپنی ریشہ دوانیاں کرتے رہیں گے۔ حضرت علیؓ کا خیال تھا کہ پہلے حکومت کو مستحکم بنایا جائے بعد میں حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا کھوج لگا کر ان کو سزا دی جائے۔ لیکن ممتاز صحابہ کرام کا خیال تھا کہ خلیفہ وقت کو سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا کھوج لگانا چاہیے۔ ان دونوں اندازِ فکر میں فاصلہ بڑھتا گیا اور اختلاف نے شدت اختیار کر لی۔ علاوہ ازیں ایک اور خطرناک گروپ کی تشکیل بھی ہوئی اس گروپ کا نام خوارج تھا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ اب یہ گروپ خفیہ طریقوں سے مسلمان اکابرین کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ، حضرت عمر بن عاصؓ اور حضرت معاویہؓ صبح کی نماز کو آئیں تو تینوں کو ایک ہی دن قتل کر دیا جائے۔ خوارج گروپ نے تین افراد کو الگ الگ ان تینوں کو قتل کرنے کے لیے نامزد کیا۔ تینوں اپنی اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کے لیے متعلقہ مقام پر پہنچایا گیا۔ اتفاقاً حضرت عمر بن عاصؓ اسی روز نماز فجر میں حاضر نہ ہوئے۔ امیر معاویہ معمولی زخموں کے بعد دشمنوں کے نرغے سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ جبکہ عبداللہ بن ملجم، نے حضرت علیؓ کو شدید زخمی کر دیا اور آپؓ ان زخموں کی تاب نہ لا کر 20 رمضان المبارک کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ حضرت علیؓ کا یہ اعزاز ہے کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی اور شہادت کا مرتبہ بھی ایک مسجد ہی میں ملا۔ اس وقت آپؓ کی عمر 63 سال تھی۔ آپؓ کا دورِ خلافت چار سال اور نو ماہ کا تھا۔ مسند حسن میں درج ہے کہ حضرت علیؓ کو دفن کرنے کے بعد دوسرے دن حضرت امام حسینؓ نے مسجد میں خطبہ دیا اور کہا ''لوگو! تم میں سے ایک شخص رخصت ہو گیا جس کے علم سے نہ اگلے لوگ پیش قدمی کر سکیں گے اور نہ پچھلے اس کی برابری کر سکیں گے۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اس کے ہاتھ میں جھنڈا دیتے تھے تو ان کے ہاتھ پر فتح ہو جاتی تھی۔ اس نے چاندی سونا کچھ نہیں چھوڑا۔ صرف اپنے روزینے (یومیہ الاونس) میں سے کاٹ کر سات سو درہم گھر کے لئے جمع کئے ہیں (ایک درہم تقریباً چار آنے کا ہوتا ہے)'' رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے جنگ تبوک میں حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ کا انچارج بنایا۔ حضرت علیؓ نے قدرے ناخوشی کا اظہار کیا۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ وہ عملی طور پر جنگ میں حصہ لیں اور نہ کے عورتوں اور بچوں کے ساتھ مدینہ میں قیام کریں۔

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا ''کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تمہارا درجہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسے ہارون علیہ السلام کا درجہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا''۔ (بخاری شریف)

اس سے واضح ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ حضرت علیؓ کی بہادری کے علاوہ ان کی دیگر اعلیٰ صلاحیتوں کو کتنی قدر و منزلت سے دیکھتے تھے۔

****

چارزندہ نبی

مکحول حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ چار انبیاءاکرامؑ زندہ ہیں دو زمین میں اور دو آسمان میں۔

1) حضرت خضرؑ زمین پر (بَر کی خدمت کی ذمہ داری۔خشکی کی)

2) حضرت الیاسؑ زمین پر (بحر کی خدمت کے لئے۔پانی میں سمندر میں)

3) حضرت عیسیٰؑ آسمان پر

4) حضرت ادریسؑ آسمان پر

ان چاروں کو اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے موت کا ذائقہ چکھائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''ہر ایک نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے''۔(سورہ النساء، آیت نمبر 185)

حضرت خضر علیہ السلام:

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "حضرت خضرؑ اہل زمین میں سب سے بڑے عالم ہیں وہ انیس الابدال ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے لشکریوں میں سے ہیں، وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں حق ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کو علم لدنی عطا فرما کر دنیا میں لوگوں کی خدمت کرنے پر مامور فرمایا۔آپ زندہ نبی ہیں اور اللہ کے حکم سے لوگوں کی خدمت کرتے ہیں"۔ان کا ایک واقعہ سورہ کہف میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ مکالمہ کی شکل میں موجود ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے روایت کیا ہے "خضرؑ کی وجہ تسمیہ یہ ہے آپ خشک زمین پر تشریف فرما ہوتے تو وہ سرسبز وشاداب ہو کر لہلہانے لگتی تھی"۔(مسند احمد، جلد 9 حدیث نمبر 10394 -مشکوۃ المصابیح، جلد 3 حدیث نمبر 5712)

کنیت:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت خضرؑ کی کنیت ابوالعباس ہے، خضر لقب ہے جو نام پر غالب آ گیا ہے۔

امام شافعیؒ اپنی سند میں فرماتے ہیں کہ قاسم بن عبداللہ بن عمرؓ نے ہمیں خبر دی، انہوں نے جعفر بن محمد انہوں نے اپنے والد انہوں نے اپنے دادا علی بن حسین سے روایت کیا ہے کہ جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ رحلت فرما گئے تو تعزیت کرنے والوں نے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا کہ،

''بے شک اللہ تعالیٰ کے حضور ہر مصیبت پر صبر بہتر ہے، اور ہر جانے والا ایک نائب ہے۔ہر کھو جانے والی چیز کی گہرائی کی ایک انتہا ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرو اور اسی پر بھروسہ کرو، بے شک مصیبت زدہ تو وہ ہے جو بھلائی سے محروم رہا'' -

علی بن حسینؓ نے لوگوں سے پوچھا " کیا تم جانتے ہو یہ کون تھے؟ یہ خضرؑ تھے "-(قصص الانبیاء)

حافظ ابو القاسم ابن عساکرؒ فرماتے ہیں ابن جریجؒ عطا سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ دونوں ہر سال حج کے موقع پر جمع ہوتے ہیں"-(صادی، جلد 2 صفحہ 1208 -تفسیر خازن، ابن عساکر)

ابن عساکرؒ ابن ابی درداؓ کے توسط سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ دونوں رمضان المبارک کے روزے بیت المقدس میں رکھتے ہیں اور سال میں دونوں اکھٹے حج کرتے ہیں، آب زم زم ایک مرتبہ پی لیتے ہیں جو ان کے لئے آئندہ سال تک کے لئے کافی ہوتا ہے۔(قصص الانبیاء)

ابن عساکرؒ نے بیان کیا کہ دمشق کی جامع مسجد کا بانی ولید بن عبدالملک بن مردان نے ایک دن خواہش کی کہ وہ شب بھر مسجد میں عبادت کرتا رہے، سو اس نے حکم جاری کر دیا کہ مسجد کو اس کے لئے خالی کر دیا جائے، لوگوں نے فرمان کے مطابق ایسا ہی کیا۔

جب وہ رات کے وقت باب الساعات میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا ایک شخص اس کے اور باب الخضراء کے درمیان نماز پڑھ رہا ہے۔ولید نے کہا " کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ مسجد کو خالی کرا دو"، متولیوں نے عرض کیا "امیر المومنین یہ حضرت خضرؑ ہیں جو ہر رات یہاں نماز ادا کرنے آتے ہیں"-(قصص الانبیاء)

حافظ ابو نعیم اصفہانیؒ فرماتے ہی کہ کہ حضرت ابو امامہؓ کے توسط سے یہ حدیث ہم تک پہنچی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اپنے صحابہ اکرامؓ سے ارشاد

فرمایا" میں تمہیں خضرؑ کے بارے میں نہ بتاؤں "؟ صحابہ اکرام نے عرض کیا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ضرور بتایئے"۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" ایک دن خضرؑ بنی اسرائیل کے ایک بازار میں سے جا رہے تھے،ایک شخص نے کہا کہ مجھے خیرات دیجئے،اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں برکت دے"۔حضرت خضرؑ نے کہا ''میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں تجھے دے سکوں''،مسکین نے کہا کہ''میں نے اللہ کے واسطے سے سوال کیا ہے اور آپ مجھے کچھ دے نہیں رہے، حالانکہ میں آپ کے چہرے میں آسمان کی وسعتوں کو دیکھ رہا ہوں اور آپ سے برکت کی امید لئے ہوئے ہوں''۔آپ نے فرمایا "میں اللہ کی ذات پر ایمان رکھتا ہوں، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو میں تجھے دے پاؤں ہاں البتہ تم مجھے لے لو اور سر بازار میرا سودا کردو۔اور روپے وصول کرلو"۔مسکین نے کہا " آپ اسی بات پر ثابت قدم ہیں"؟انہوں نے کہا "ہاں میں سچ کہتا ہوں تم نے مجھے اللہ کا واسطہ دیا ہے اور میں تمہیں رسوا نہیں کروں گا تم مجھے بیچ دو"۔مسکین آپ کو بازار لے گیا اور چار سو درہم میں آپ کا سودا کردیا،خریدار کے پاس ایک عرصے تک آپ رہے لیکن اس نے آپ سے کوئی کام نہ لیا۔ایک دن حضرت خضرؑ نے خریدار سے کہا کہ'' آپ نے مجھے کام کے لئے خریدا تھا مجھے کام بتاؤ کیا کرنا ہے؟''اس نے جواب دیا "تم ایک ضعیف آدمی ہو میں تمہیں مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا"،آپ نے فرمایا''میں اپنے فرض کی ادائیگی کو مشقت نہیں سمجھتا''۔پھر اس آدمی کو کوئی سفر پیش آیا تو اس نے حضرت خضرؑ سے کہا "میں تمہیں امانت دار خیال کرتا ہوں، میری غیر موجودگی میں اہل خانہ کی ذمہ داری تجھ پر ڈالتا ہوں"۔حضرت خضرؑ نے کہا" مجھے کوئی کام بھی بتا کر جایئے "انہوں نے پھر کہا" میں تمہیں مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا"لیکن آپ نے پھر اصرار کیا اس آدمی نے کہا" پھر میرے آنے تک میرے گھر کی تعمیر کے لئے اینٹیں بناؤ"۔آدمی چلا گیا جب لوٹا تو اس کی عمارت تیار ہو چکی تھی،اس نے دیکھا اور آپ سے کہا" خدا کے واسطے مجھے بتایئے کہ آپ کا راستہ اور آپ کا معاملہ کیا ہے"؟ حضرت خضرؑ نے کہا" تو نے اللہ کے واسطے مجھ سے سوال کیا ہے اس لئے بتا رہا ہوں، میں خضرؑ ہوں ایک مسکین نے مجھ سے خیرات مانگی تھی میرے پاس کچھ تھا نہیں اس نے سوال اللہ کے واسطے کیا تھا، اس لئے میں نے اپنی گردن اس کے حوالے کردی اور اسی نے مجھے بیچ دیا"۔پھر فرمایا:''میں تجھے آگاہ کرتا ہوں کہ اگر اللہ کے واسطے کسی سے سوال کیا جائے اور وہ قادر ہونے کے باوجود سائل کو محروم لوٹا دے تو قیامت کے دن ایسی حالت میں میدان حشر میں کھڑا ہو گا۔کہ نہ تو اس کے جسم پر گوشت ہو گا اور نہ ہی ہڈیاں کہ جن کی آواز آسکے۔''اس شخص نے کہا مجھے معاف کردو میں نے لاعلمی میں آپ سے مشقت لی ہے،اس شخص نے حضرت خضرؑ کو آزاد کر دیا۔حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ''سب خوبیاں اللہ کی ہیں،جس نے غلامی کی زندگی میں مبتلا کرنے کے بعد مجھے غلامی سے آزادی بخشی''۔اس شخص نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا" میں نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو آزاد کر دیا ہے، تاکہ آپ پوری یکسوئی سے اللہ کی عبادت کر سکیں"۔(ابن جوزی، کتاب عجالۃ المنتظر فی شرح حال الخضر -قصص الانبیاء)

حضرت خضرؑ کے زندہ ہونے اور نہ ہونے میں علماء کو اختلاف ہے، بحر حال حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں مجدد الف ثانیؒ سے پوچھا گیا "وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں "تو آپؒ بارگاہ الٰہی میں حقیقت حال کے انکشاف کے لئے متوجہ ہوئے (اللہ تعالیٰ سے معلوم کرنے کے لئے)

تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے پاس کھڑے ہیں،آپ نے ان سے ان کی حقیقت حال دریافت کی تو حضرت خضرؑ نے فرمایا" میں اور الیاس زندوں میں سے نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو ایسی قوت بخشی ہے جس سے ہم مجسم ہو جاتے ہیں (یعنی روح جسم میں آجاتی ہے اور جسم زندہ ہو جاتا ہے)اور زندوں کی طرح کام کرتے ہیں۔اور جب اللہ تعالیٰ چاہے جس کے لئے چاہے ہم گمراہ کی رہنمائی کرتے ہیں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے ان کو علم الدنی کی تعلیم کرتے ہیں،اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا سے روحانی نسبت مرحمت کرتے ہیں۔یعنی ہمیں اولیاء اللہ میں سے جو قطب مدار ہوتا ہے اس کا معاون اور مددگار بنایا جاتا ہے۔آج کل یمن کے ایک بزرگ قطب مدار ہیں اور وہ بزرگ شافعی المذہب ہیں، ہم ان کے ساتھ شافعی المذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں''۔

(علماء اکرام نے مندرجہ بالا عبارت کو کشف صحیح قرار دیا ہے۔تفسیر مظہری)

حضرت الیاس علیہ السلام:

یہ حضرت ہارون کی اولاد میں سے ہیں۔اللہ تعالیٰ سورہ الصفٰت میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون علیہ السلام کے قصہ کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ ---- إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ (الصفٰت آیت نمبر 123 تا 132)

ترجمہ: "اور بے شک الیاس پیغمبروں میں سے ہیں جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں؟ کیا بعل (بت کا نام) کو پوجتے ہو؟ اور چھوڑتے ہو سب

سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا۔ پھر انہوں نے جھٹلایا، تو وہ ضرور پکڑے جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثنا باقی رکھی۔ سلام ہو الیاس پر بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل الایمان بندوں میں سے ہے''۔

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ کو بعلبک جو کہ دمشق کے مغربی جانب ایک شہر ہے، اس کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ وہاں کے باشندے بعل نامی بت کی پوجا کرنے لگے تھے۔ روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے بعد بنی اسرائیل کے بعض علماء لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت دیا کرتے تھے، لیکن لوگوں پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ بت پرستی اور زنا کاری ان کا شیوہ بن گئی، بہت کم لوگ دینِ موسیٰؑ پر کاربند رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاسؑ کو ان پر مبعوث فرمایا۔

اس زمانے میں ایک بادشاہ ملک شام میں تھا، اس نے ایک بت تراش کر اس کا نام بعل رکھا، وہ لوگوں کو بعل بت کو پوجنے کی دعوت دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ بے شمار لوگ بت پرست ہو گئے۔ حضرت الیاسؑ ان لوگوں کو بعل بت کو پوجنے سے منع فرمایا کرتے تھے، لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ حضرت الیاسؑ مسلسل لوگوں کو اس بت کی پوجا کرنے سے روکتے رہے، لیکن بت پرستوں نے حضرت الیاسؑ کی بات نہ مانی اور ان کی تکذیب کی (جھٹلایا)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (سورۃ الصّٰافات، آیت نمبر 127)

ترجمہ: ''پس جھٹلایا اس کو پس حاضر کئے جائیں گے "-(قیامت کے دن)

ابو یعقوب ازرعیؒ یزید بن عبدالصمدؒ سے اور وہ ہشام بن عمارؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک شخص سے سنا جس نے کعب احبارؓ سے ذکر کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت الیاسؑ اپنی قوم کے بادشاہ سے چھپ کر ایک غار میں جا بسے، اور دس سال تک وہیں اسی غار میں رہے''۔

ابن ابی الدنیاؒ فرماتے ہیں کہ سعد بن عبداللہ عزیز نے دمشق کے کسی شیخ سے حدیث بیان کی ہے "حضرت الیاسؑ اپنی قوم سے بھاگ کر ایک پہاڑ کی غار میں بیس یا چالیس راتیں چھپے رہے، کوّے آپ کا رزق آپ تک پہنچاتے تھے''۔ ان کی قوم کے لوگ بعل بت کی پوجا سے باز نہ آئے اور پھر جب یہ لوگ نہ مانے تو حضرت الیاسؑ نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ یہ سب کے سب نافرمان ہیں ان پر قحط نازل فرما، جس کے نتیجے میں تین برس تک آسمان سے پانی نہ برسا، آدمی اور جانور سب مرنے لگے، معاً کچھ لوگوں کو خیال آیا یہ قحط سالی الیاسؑ کی وجہ سے ہے یہ حضرت الیاسؑ نے بددعا دی ہے۔ ان کو ڈھونڈو جہاں بھی ملیں مار ڈالو۔ حضرت الیاسؑ کو جب ان کے ارادے کا علم ہوا تو یہ ایک بڑھیا جو ان کی معتقد تھی اس کے گھر چلے گئے۔ اس بڑھیا کا صرف ایک ہی بیٹا تھا اس نے اپنا یہ بیٹا حضرت الیاسؑ کو دے دیا تھا۔ اس کا نام الیسع تھا، آپ الیسع کو لے کر جگہ جگہ پھرتے رہے شہر شہر گئے، پھر کچھ لوگ حضرت الیاسؑ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے اپنے بتوں سے پانی بہت مانگا لیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ اب آپ ہمارے لئے اپنے رب سے پانی کی دعا کیجئے اگر یہ قحط ختم ہو گیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت الیاسؑ نے دعا کی اور پانی خوب برسا گھاس اور ترکاری پیدا ہوئی۔ جب حضرت الیاسؑ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سے قحط ختم کر دیا، تو یہ لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے، اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے بلکہ اپنے بعل ہی کی پوجا کرتے رہے۔ حضرت الیاسؑ ان سے مایوس ہو گئے تو الیسع کو اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنایا اور اس قوم کو چھوڑ کر کہیں نکل گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندگی تا دمِ صور دے دی، اور ان کو بحر و بر میں رہنے کا حکم دیا۔ اس طرح حضرت الیاسؑ زندہ نبی قیامت تک کے لئے ہیں "۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے "حضرت الیاسؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یسعؑ کو منصب نبوت دیا، آپ نے دعوت تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا، حضرت الیاسؑ کے جانے کے بعد الیسعؑ نے قوم کو بہت سمجھایا، آپ حضرت الیاسؑ کی شریعت پر کاربند رہے اور تبلیغ کرتے رہے۔ لیکن کچھ نہ ہوا اور یہ پوری کی پوری قوم مردود ہی رہی"۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں انبیاء اکرام کے ذکر خیر کے ساتھ یسعؑ کا تذکرہ بھی فرمایا ہے (سورہ انعام، آیت نمبر 86)

ترجمہ: اسماعیلؑ اور یسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو ہم نے اس وقت میں سب پر فضیلت دی''۔

سورہ صؔ میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ'': اور یاد کرو اسماعیلؑ اور یسعؑ اور ذوالکفلؑ کو اور یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے''۔(سورہ صؔ، آیت نمبر 48)

ایک قول کے مطابق حضرت یسعؑ حضرت الیاسؑ کے چچا زاد بھائی تھے اور جب حضرت الیاسؑ پہاڑ کی غار میں چھپے تھے تو حضرت یسعؑ بھی ان کے ساتھ ہی تھے، پھر حضرت الیاسؑ نے حضرت یسعؑ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اس طرح آپ کے بعد حضرت یسعؑ اس قوم کے نبی بنے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کو دعوت تبلیغ دی لیکن فائدہ بہت کم ہی ہوا، حضرت الیاسؑ کے کچھ عرصے بعد حضرت یسعؑ کا انتقال بھی ہو گیا۔

حضرت ادریس علیہ السلام:

یہ حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں-قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے(سورہ مریم آیت نمبر 56 تا 57)

ترجمہ: "اوراس کتاب میں ادریسؑ کو یاد کرو، بے شک وہ صدیق پیغمبر تھا اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا''۔

حضرت ادریسؑ روئے زمیں پرسب سے پہلے حضرت آدمؑ کے بعد آئے اور آپ نے 308 سال زندگی پائی۔اور سب سے پہلے حضرت ادریسؑ نے ہی قلم کے ساتھ لکھائی کی۔

علماءتفسیر واحکام میں اکثر کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے واعظ وتبلیغ کا سلسلہ جس نبی نے باقاعدہ شروع کیا وہ حضرت ادریسؑ ہی تھے۔علم نجوم آپ کے معجزات میں سے ہے، یہ زمین پر عبادت کرتے تھے اور فرشتے ان کو آسمان پر لے جاتے تھے۔ یہ ہر روز ایک لباس تیار کرتے اور لباس تیار کرتے وقت ہر دم تسبیح پڑھتے اور لباس تیار کرنے کی اجرت کسی سے نہ لیتے تھے۔ایک دن کام سے فارغ ہوئے تو امر الہٰی سے انسان کی صورت میں ملک الموت آپ کے پاس مہمان بن کر آئے۔حضرت ادریسؑ ہر روز روزہ رکھا کرتے تھے اور شام کے وقت افطار کے لئے آسمان سے ایک خوان آتا تھا،آپ جتنا کھانا کھالیتے باقی آسمان پر واپس چلا جاتا تھا۔اس شام جب وہ کھانا آیا تو حضرت ادریسؑ نے وہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا،لیکن مہمان نے اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا بس عبادت کرتا رہا۔رات گزرگئی جب دن نکلا تو حضرت ادریسؑ نے مہمان سے کہا "اے مسافر چلو باہر صحرا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ کرتے ہیں"، ملک الموت نے حامی بھر لی اور پھر دونوں بزرگ باہر آگئے۔ایک گندم کے کھیت پر سے گزرے تو ملک الموت نے کہا" چلو کچھ خوشے گندم کے توڑ کر کھاتے ہیں"،حضرت ادریسؑ نے کہا تعجب ہے "رات حلال کھانے کی طرف تو نے توجہ نہ دی اوراب حرام کی طرف رغبت رکھتا ہے "۔اس کے بعد ایک باغ میں سے گزرے وہاں پر انگور دیکھ کر ملک الموت نے کھانے کی خواہش ظاہر کی ،حضرت ادریسؑ نے کہا " کسی غیر کے کھیت میں تصرف حرام ہے"۔اس کے بعد ملک الموت نے ایک بکری دیکھی اور کہا"اس کو حلال کر کے کھالیتے ہیں"،حضرت ادریسؑ نے کہا "بے گانی چیز کو ذبح کر کے کھانا منع ہے"۔اس طرح یہ دونوں چند روز تک باہر گھومتے رہے۔

پھر حضرت ادریسؑ کو گمان ہوا کہ یہ شخص ابن آدم میں سے نہیں ہے پوچھا "بھائی مجھے ظاہر تو کرو تم کون ہو"؟اس نے عرض کیا "میں عزرائیلؑ ہوں"،حضرت ادریسؑ نے کہا "بھائی کیا تم ہی تمام مخلوق کی روح قبض کرتے ہو "؟اس نے جواب دیا"ہاں!میں ہی سب کی روح قبض کرتا ہوں"،حضرت ادریسؑ نے کہا"چند دن سے تم میرے ساتھ ہو ان دنوں میں روح کیسے قبض کی"؟اس نے جواب دیا" جان قبض کرنا میرے ہاتھ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ تمہارے ہاتھ کے نیچے روٹی رکھی ہوئی ہو یعنی جس کی اَجل کا حکم ہوا۔میں اللہ کے حکم سے ہاتھ بڑھا کر اس کی روح قبض کر لیتا ہوں"۔

پھر فرشتے نے کہا "اے ادریسؑ میں تیرے ساتھ رشتہ داری قائم کرنا چاہتا ہوں"،حضرت ادریسؑ نے کہا کہ''میں تیرے ساتھ رشتہ داری تب بناؤں گا جب تم موت کی تلخی کا ذائقہ ایک بار مجھے چکھادو گے،تاکہ خوف اور عبرت مجھ میں زیادہ ہو اور میں اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ کرسکوں''۔حضرت عزرائیلؑ نے جواب دیا"میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر کسی کی جان نہیں لے سکتا"،تب حضرت ادریسؑ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی "اے رب میری التجا یہ ہے کہ مجھے موت کی تلخی کا ذائقہ معلوم ہوتا کہ میں زیادہ تیری عبادت کرسکوں"،اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کو حکم دیا"حضرت ادریسؑ کی جان قبض کرلو"،پھر عزرائیلؑ نے حضرت ادریسؑ کی جان قبض کر لی۔

اس کے بعد حضرت عزرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ادریسؑ کو دوبارہ زندہ کر دیا۔حضرت ادریسؑ نے زندہ ہوتے ہی عزرائیلؑ کو گود میں لے لیا،اس طرح دونوں میں رشتہ برادری کا ہوگیا۔حضرت عزرائیلؑ نے حضرت ادریسؑ سے معلوم کیا" موت کی سختی کو کیسا پایا"؟فرمایا" ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی زندہ جانور کی کھال اتاری جارہی ہو"۔حضرت عزرائیلؑ نے کہا"اے بھائی جیسا کہ میں نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے،ایسا تو میں نے کبھی بھی کسی کے ساتھ نہیں کیا"۔پھر حضرت ادریسؑ نے کہا"اے بھائی مجھے دوزخ دیکھنے کا شوق ہے تاکہ عبرت حاصل کرسکوں اور خوف خدا سے زیادہ عبادت کرسکوں"۔تب حضرت عزرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر انہیں ساتوں طبق دوزخ کے دکھادیئے۔پھر حضرت ادریسؑ نے کہا "اے بھائی مجھے جنت دیکھنے کا شوق ہے تاکہ میں رغبت عبادت میں زیادہ سے زیادہ کرسکوں"۔پھر حضرت ادریسؑ کو حضرت عزرائیل جنت کے دروازے پر لے گئے اور وہاں سے انہوں نے جنت کے نظارے کیئے۔پھر کہنے لگے "اے میرے بھائی میں نے جان کی تکلیف دیکھی پھر میں نے دوزخ کے نظارے کیئے،اب میرا جگر گرمی کی شدت سے جل رہا ہے۔مجھے پیاس لگ رہی ہے اگر اجازت ہو تو جنت کے دروازے سے اندر جاکر ایک پیالہ پانی پی لوں"۔

حضرت عزرائیلؑ نے کہا "وعدہ کرو کہ واپس آجاؤ گے"، انہوں نے کہا "میں وعدہ کرتا ہوں کہ پانی پی کر میں واپس آجاؤں گا"۔ پھر بحکم الٰہی اپنی نعلین باہر درخت طوبیٰ کے نیچے چھوڑ کر آئے، اور بہشت میں داخل ہو گئے۔ اب چونکہ عہد باہر آنے کا کیا تھا اور نعلین بھی باہر درخت کے نیچے چھوڑ کر آئے تھے، تھوڑی ہی دیر کے بعد بہشت سے باہر نکلے اپنی نعلین کو اٹھایا اور بہشت میں آ کر درخت پر جا بیٹھے۔

کچھ دیر بعد ملک الموت نے ان کو آواز لگائی بہت تاخیر کردی اب واپس آجاؤ، اس کے جواب میں حضرت ادریسؑ نے فرمایا اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ترجمہ: ''ہر جی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے''۔ (العمران آیت 185، سورۃ الانبیاء آیت 35، سورۃ العنکبوت آیت 57)

میں تو جان کنی کا مزا چکھ چکا ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بہشت میں پہنچنے کے بعد نہ ان کو کوئی تکلیف ہوگی اور نہ ہی وہ وہاں سے باہر جائیں گے۔ یعنی جو بہشت میں گیا پھر وہ واپس نہ آئے گا" اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کہ جو بہشت میں گیا پھر وہ واپس نہ آئے گا، میں اب جنت سے باہر نہیں آؤں گا"۔ باری تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی "اے عزرائیلؑ تو ادریس کو یہیں چھوڑ کر واپس چلا جا، میں نے اس کی تقدیر میں یوں ہی ہونا لکھا تھا"۔ اس طرح حضرت ادریسؑ موت کا مزا چکھ کر دوزخ کو دیکھ کر بہشت میں جا رہے، تب حضرت عزرائیلؑ بولے:

ترجمہ: "بہشت حرام ہے انبیاء اکرامؑ پر جب تک خاتم الانبیاء اس میں داخل نہ ہو جائیں"۔ (طبرانی 1/289 الرقم 942 الھندی فی کنز العمال 11/416 الرقم 31953)

تب حضرت ادریسؑ بولے میں بہشت کے اندر نہیں جا رہا ہوں۔ (یعنی باہر ہی ہوں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اٹھا لیا ہم نے اس کو اونچے مقام پر'' تو حضرت ادریسؑ کو اونچے مقام پر اٹھا لیا گیا۔ حضرت ادریسؑ کے جانے کے بعد ان کے اہل و عیال روز آنہ گریہ وزاری کرتے رہے، ایک دن ابلیس نے انہیں کہا کہ میں حضرت ادریسؑ کی ایک مورت تمہیں بنا دیتا ہوں، تم ان کو دیکھ کر ان جیسی عبادت کرنا وہ بھی خوش ہو جائیں گے۔ اس طرح حضرت ادریسؑ کے اہل و عیال ابلیس کے کہنے میں آگئے اور ابلیس نے انہیں حضرت ادریسؑ کی ایک مورت بنا کر دی، جو صرف بول نہیں سکتی تھی۔ تمام لوگ اس کو دیکھ کر خوش ہوئے، اور پھر ان کی سی عبادت کرنے لگے۔ لیکن جلد ہی ان کے بچوں نے اس مورت کو پوجنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بت پرستی تمام عالم میں پھیل گئی۔ مشرق سے مغرب تک تمام بت پرست بن گئے، کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کو نہ جانتا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے دنیا میں بھیجا تا کہ وہ دین حق کی طرف لوگوں کو بلائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس فرشتے کے ذریعے حضرت یحییٰؑ کی بشارت دی اور فرمایا۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 39)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بچے کی خوش خبری دیتا ہے، جو اللہ کی طرف سے کلمے کی تصدیق کرے گا، سردار ہوگا اور عورتوں سے بچنے والا ہوگا اور ہمارے خاصوں میں سے ہوگا''۔

کلمہ کی تصدیق سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام ہیں جو ''کُن'' سے پیدا ہوئے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ان کی تصدیق کی۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''پھر فرشتے نے حضرت مریم علیہ السلام سے کہا ''اے مریم اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی یعنی (ایک فرزند کی) جس کا نام عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ صاحب جاہ و منزلت ہوگا، دنیا اور آخرت میں اور بارگاہ الٰہی میں قرب والا ہوگا، لوگوں سے پالنے میں باتیں کرے گا اور پکی عمر میں بھی''۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 46-45)

حضرت مریمؑ نے جواب دیا ''اے میرے رب میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا مجھے تو کبھی کسی مرد نے ہاتھ بھی نہیں لگایا''۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 47)

فرشتے نے کہا:

ترجمہ: ''اگر اللہ چاہے تو یونہی پیدا فرما دیتا ہے جب وہ کسی کام کا حکم دیتا ہے تو اس سے کہتا ہے ''کُن'' (ہو جا) تو وہ فوراً ہو جاتا ہے''۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 47)

پھرفرمایا’’اللہ اسے کتاب وحکمت سکھائے گا،وہ کہے گا کہ میرے پاس میری نبوت کی دلیل ہے،وہ کہے گا میں مٹی سے پرندے کی مورت بناتا ہوں اور پھر میں اس میں اللہ کے حکم سے پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً جان دار ہوجاتا ہے۔اللہ کے حکم سے میں مادرزاد،اندھوں کو اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں۔اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔اور جو کچھ تم کھا کرآتے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں چھوڑ کرآتے ہو میں سب بتا دیتا ہوں۔اس میں تمھارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو-میں اپنے سے پہلے والی کتاب’’تورات‘‘ کی تصدیق کرتا ہوں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں۔اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سےنشانی لے کرآیا ہوں،تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔بے شک میرا رب اور تمہارا رب اللہ ہی ہے‘‘۔(سورۃ آل عمران،آیت نمبر 51-48)

پھر جب حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تو انہوں نے پالنے میں ہی اپنی نبوت کا اعلان کیا اور باتیں کرنے لگے اور ذرا بڑے ہوئے تو مندرجہ بالا تمام معجزات دکھانے لگے۔

لوگوں نے درخواست کی کہ ایک پرندہ بنائیں بغیر پروں کا اور اسے اُڑا کر دکھائیں،حضرت عیسیٰؑ نے پرندہ بنایا اور اسے پھونک مار کر اڑا دیا۔یہ پرندہ چمگادڑ ہے آپ نے چمگادڑ کی مورت بنائی تھی۔چمگادڑ کی خاصیت تمام پرندوں سے مختلف ہے یہ بغیر پروں کے اڑتی ہے،اس کے دانت ہوتے ہیں اور یہ بچہ پیدا کرتی ہے اور دودھ پلاتی ہے،یہ ہنستی ہے جبکہ دوسرے پرندوں میں مندرجہ بالا کوئی بات نہیں ہوتی۔حضرت عیسیٰؑ اندھوں کو برص والوں کو اور کوڑھیوں کو تندرست کردیتے تھے۔ایک دن میں پچاس ہزار مریض ان کی خدمت میں لائے جاتے اور آپ انہیں شفاء یاب کرتے۔

حضرت عیسیٰؑ برابر دعوت تبلیغ فرماتے رہے،لیکن بنی اسرائیل آپ کے بے شمار معجزوں کے باوجود آپ پر ایمان نہ لائے،بہت کم لوگوں نے آپ کا ساتھ دیا یہ لوگ آپ کے حواری کہلائے۔حواری وہ مخلصین ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اولین وقت میں ایمان لائے تھے،اوران کے مددگار بھی رہے تھے لیکن انکی تعداد بہت ہی کم تھی۔جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی دعوت تبلیغ سے باز نہ آئے تو کفار اور بنی اسرائیل نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا،ایک سازش تیار کی گئی۔اس کا باقاعدہ طریقہ کار طے کیا گیا اور اس طریقہ کار کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھر کو ان لوگوں نے گھیر لیا۔اب اندر ایک شخص نے پہلے جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام تیار کرنا تھا اور پھر بعد میں باہر والے لوگوں نے اندر اس شخص کی مدد کو پہنچنا تھا۔طریقہ کار کے مطابق وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا،اللہ تعالیٰ اس سے پہلے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگاہ فرما چکے تھے،سورۃ آل عمران،آیت نمبر 57-55 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ:"اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا،اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا اور تیرے پیروکاروں کو قیامت تک منکروں پر غالب رکھوں گا۔پھر تم سب میری طرف پلٹ کرآؤ گے تو میں تم میں جھگڑنے والی بات پر فیصلہ کردوں گا۔اور کافروں کو دنیا وآخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ ان کو پورا پورا اجر دے گا اور ظالم اللہ تعالیٰ کو نہیں بھاتے"۔

پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ شخص جو آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا،داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کردی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔جب اس شخص کے مددگار اندر داخل ہوئے تو انہوں نے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا،جو حقیقت میں ان کا ساتھی تھا انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس کو قتل کردیا۔اب لگے اپنے ساتھی کو ڈھونڈنے،جب وہ مقتول کی شکل کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔اور جب اس شخص کے ہاتھ پاؤں کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ ہمارا ساتھی ہے،اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کو ایک معمہ بنا دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام 33 برس تک اس دنیا میں رہے،اور اس عرصے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام برابر ان کی مدد کے لئے ان کے ساتھ رہے۔اب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے تو وہ زمانہ وہ ہوگا جب لوگ امام مہدی کی سربراہی میں دجال سے ڈر کر بیت المقدس کی پہاڑی میں محصور ہو جائیں گے۔یہ محاصرہ سخت ترین ہوگا مسلمان فقر و فاقہ میں مبتلا ہوجائیں گے۔حتیٰ کہ مسلمان اپنے کمان کی تانت چبا کر کھانے لگیں گے،جب محاصرہ بہت طویل ہو جائے گا تو یہ لوگ کہیں گے کہ’’اندر بھی تو مرنا ہے باہر نکل کر دجال کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوتے ہیں‘‘۔یہ لوگ دوسرے دن فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد باہر جانے کا پروگرام بنائیں گے۔دوسرے دن صبح فجر کی نماز کے وقت حضرت امام مہدی نماز کی امامت کے لئے کھڑے ہوں گے،نماز کی اقامت ہوچکی ہوگی،اس وقت حضرت عیسیٰ دو فرشتوں کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے ان کے پاس اتریں گے اور حضرت امام مہدی کے پیچھے نماز کے لئے کھڑے ہوجائیں گے۔حضرت امام مہدی آپ کو پہچان لیں گے(کہ آپ ہی حضرت عیسیٰ ہیں)اور پیچھے ہٹنے لگیں گے کہ نماز حضرت عیسیٰ ہی پڑھائیں،لیکن حضرت عیسیٰ انہیں ہاتھ سے روک دیں گے "اس نماز کی اقامت تمہارے لئے ہوچکی ہے اس لئے یہ نماز تم ہی پڑھاؤ"۔اور خود حضرت امام مہدی کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عیسیٰؑ دروازہ کھولیں گے،باہر

دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودی کھڑے ہونگے۔دجال حضرت عیسیٰؑ کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوگا۔حضرت عیسیٰؑ کہیں گے "میری ایک ضرب تیرا مقدر ہے"اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ یہ دیکھ کر یہودی بھاگ کھڑے ہونگے ،مسلمان چن چن کو یہودیوں کو قتل کریں گے۔ یہودی جہاں بھی چھپیں گے وہ چیز، وہ درخت یا پتھر یا چٹان بول کر کہیں گے ''یہ یہاں میرے پیچھے فلاں یہودی موجود ہے- " تب یہودیوں کو یقین آجائے گا کہ دجال رب نہیں تھا پھر تمام یہودی قتل کر دیئے جائیں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بعد خنزیر کو قتل کریں گے،صلیب کو توڑ دیں گے،مسلمانوں کی ایک جماعت برابر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے گی۔

اس کے بعد مسلمان چین اور سکون سے زندگی بسر کریں گے،زمین اپنی برکات نکال دے گی یعنی ہر چیز میں برکت ہوگی۔اس کے بعد یاجوج ماجوج نکل آئیں گے۔وہ آکر دنیا میں تباہی مچائیں گے،تمام پانی پی لیں گے تمام چارہ کھالیں گے۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر کوہ طور پر چلیں جائیں گے،کیونکہ یاجوج ماجوج سے مقابلہ کسی کے بس کی بات نہ ہوگی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے ساتھی محصور ہوجائیں گے،پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے کہنے پر بدعا کریں گے،پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک کیڑا اور حلق میں ایک پھوڑا نکال دیں گے۔جس کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ جائیں گے،اور یہ تمام کے تمام مرجائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیچے اُتریں گے تو پوری کی پوری زمین یاجوج ماجوج کے مرے ہوئے بدنوں کے تعفن سے بھری ہوئی ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ لمبی گردنوں والے پرندوں کو بھیج دیں گے،جوان مردہ یاجوج ماجوج کو اٹھا کر سمندر میں یا جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا پھینک دیں گے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ زبردست قسم کی بارش برسائے گا اور دنیا سے یاجوج ماجوج کی بدبو ختم ہوجائے گی۔تمام دنیا اس بارش سے دھل کر آئینے کی طرح صاف ہوجائے گی۔دنیا میں حضرت عیسیٰؑ کا نزول امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے ہوگا۔چنانچہ آپ قرآن وحدیث اور اور اسلامی شریعت پر عمل کریں گے۔اسلام کے دوراول کے بعد یہ اس امت کا بہترین دور ہو گا،آپ کے تمام ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ آگ سے محفوظ رکھے گا۔دین اسلام کے علاوہ کوئی دین باقی نہ رہے گا،ہر قسم کی دینی اور دنیاوی برکات ظاہر ہوں گی۔کسی کے درمیان عداوت نہ ہوگی،سب کے دلوں سے کینہ اور بغض نکل جائے گا۔چالیس سال تک نہ کوئی بیمار ہوگا نہ کوئی مرے گا۔حضرت عیسیٰؑ نزول کے بعد دنیا میں نکاح کریں گے،آپ حج بھی کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی۔نکاح کے بعد آپ کا قیام انیس برس تک ہوگا،پھر حضرت عیسیٰ کا انتقال ہوجائے گا۔اور مسلمان آپ کو نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں گے۔لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق قبیلہ تمیم کے ایک شخص کو جس کا نام معقد ہوگا خلیفہ مقرر کریں گے،پھر اس کا بھی انتقال ہوجائے گا۔اس کے بعد قیامت کی نشانیاں جلدی جلدی ظاہر ہوں گی۔

****

چاہِ زمزم

حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے۔حضرت اسحاقؑ ،حضرت سارہؓ کے بطن سے تھے۔اور حضرت اسماعیلؑ،حضرت حاجرہؑ کے بطن سے تھے۔حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالی نے حکم دیا کہ حضرت اسماعیلؑ کو مکہ کی وادی میں چھوڑ دو۔اس حکم کی بجا آوری میں حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی حضرت حاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو مکہ چھوڑنے کے لئے آئے۔حضرت ابراہیمؑ اور ان کی بیوی حضرت حاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ براق پر سوار ہو کر مکہ آئے۔راستے میں جہاں کہیں پانی اور آبادی دیکھتے حضرت ابراہیمؑ وہاں رکنے کا ارادہ فرماتے۔لیکن جبرائیلؑ فرماتے: "یہ وہ جگہ نہیں ہے"۔جب مکہ میں حضرت جبرائیلؑ نے براق کو اتارا تو حضرت ابراہیمؑ یہ دیکھ کر کہ یہاں نہ آبادی ہے نہ پانی پریشان ہوئے۔لیکن حکم خداوندی ان کے سامنے اولین چیز تھی۔اس لئے یہاں اتر گئے۔کچھ دن حضرت ابراہیمؑ نے وہاں قیام کیا پھر بحکم خداوندی حضرت حاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو چھوڑ کر واپس شام چلے گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے جانے کے بعد حضرت حاجرہؑ کے پاس جب پانی ختم ہو گیا۔تو وہ پریشان ہوئیں۔اس پریشانی میں انہوں نے صفا مروہ کی پہاڑی پر چکر لگانے شروع کئے۔اس دوران حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے۔اور انہوں نے اللہ کے حکم سے حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیوں کے نیچے سے پانی کا ایک چشمہ جاری کیا۔حضرت حاجرہؑ نے بچے کو اس چشمے سے پانی پلایا اور خود بھی پی کر پیاس بجھائی۔یہ آب زم زم تھا۔آب زم زم کی یہ خاصیت ہے کہ یہ بھوک اور پیاس دونوں مٹاتا ہے اور جس نیت سے پیا جائے وہ نیت پوری ہوتی ہے۔پانی دیکھ کر قافلے یہاں آ کر آباد ہوتے رہے آبادی بڑھتی رہی۔حضرت حاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ بھی یہاں رہتے رہے۔حضرت اسماعیلؑ یہاں پر پلے بڑھے۔پھر حضرت ابراہیمؑ کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم ہوا۔

حضرت اسحاقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ تھے۔حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا۔حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔یہ بنی اسرائیل کہلائے۔پھر ان کی نسل اتنی بڑھی کہ یہ لوگ پورے حجاز میں پھیل گئے۔ان کے بیٹے قیدار کی اولاد میں عدنان ہوئے۔عدنان کے بیٹے کا نام معد اور پوتے کا نام نزار تھا۔نزار کے چار بیٹے تھے۔ان میں سے ایک کا نام مضر تھا۔مضر سے الیاس،الیاس سے مدرکہ،مدرکہ سے خزیمہ،خزیمہ سے کنانہ،کنانہ سے نضر پیدا ہوئے۔نضر کی نسل سے قریش بن مالک پیدا ہوئے۔یہ فہر بن مالک بھی کہلائے۔پھر قریش کی اولاد مختلف قبائل میں بٹ گئی۔ان میں سے ایک کی اولاد قصی نے اقتدار حاصل کیا۔قصی کے آگے تین بیٹے ہوئے۔ان میں سے ایک عبد مناف تھے۔جن کی اگلی نسل میں ہاشم پیدا ہوئے۔

ہاشم نے مدینہ کے ایک سردار کی لڑکی سے شادی کی۔ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔جس کا نام شیبہ تھا۔یہ پیدا ہی ہوا تھا کہ ہاشم کا انتقال ہو گیا۔ہاشم کے انتقال کے بعد ان کے بھائی مطلب مکہ کے حاکم ہوئے۔ہاشم کا بیٹا مدینہ میں پرورش پاتا رہا۔جب مطلب کو معلوم ہوا کہ وہ جوان ہو گیا ہے تو وہ بھتیجے کو لینے خود مدینہ گئے۔اسے لے کر مکہ پہنچے تو لوگوں نے خیال کیا کہ یہ نوجوان ان کا غلام ہے۔مطلب نے بتایا کہ "یہ ہاشم کا بیٹا اور میرا بھتیجا ہے"۔اس کے باوجود لوگوں نے اس کو غلام ہی کہنا شروع کر دیا اس طرح شیبہ کو عبدالمطلب کہا جانے لگا۔اُنہیں عبدالمطلب کے ہاں ابوطالب، حمزہ، عبداللہ، ابولہب، حارث اور عبدالرحمن پیدا ہوئے۔

عبدالمطلب کے تمام بیٹوں میں عبداللہ سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔اور عبداللہ کے بیٹے ہمارے نبی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ ہیں۔

آب زم زم کا کنواں جو حضرت اسماعیلؑ کے زمانے میں جاری ہوا تھا۔وہ آہستہ آہستہ خشک ہوتا رہا۔اور پھر بالکل خشک ہو گیا۔اسے جراہم کے سردار مضاض نے پاٹ دیا تھا۔بات یہ تھی کہ اس وقت قبیلہ جراہم کے لوگ مکہ کے سردار تھے بیت اللہ کے نگران تھے۔انہی میں سے کچھ لوگوں نے بیت اللہ کی بے حرمتی شروع کر دی۔مضاض بن عمرو ان کے سردار تھا۔وہ اچھا آدمی تھا۔اس نے اپنے قبیلے کو بہت سمجھایا کہ بیت اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔لیکن اس کے قبیلے کے لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔جب مضاض نے دیکھا کہ قوم پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔تو اس نے قوم کو چھوڑ کر جانے کا فیصلہ کر لیا۔اس نے تمام مال و دولت، تلواریں اور زریں وغیرہ خانہ کعبہ سے نکال کر زم زم کے کنویں میں ڈال دیں اور مٹی سے اس کو پاٹ دیا۔کنواں اس سے پہلے خشک ہو چکا تھا۔اب اس کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔

مدتوں یہ کنواں بند پڑا رہا۔اس کے بعد بنو خزاعہ نے بنو جراہم کو وہاں سے مار بھگایا۔بنو خزاعہ اور قصن کی سرداری کا زمانہ اس حالت میں گزرا۔کنواں بند رہا یہاں تک کہ قصا کے بعد عبدالمطلب کا زمانہ آ گیا۔

بیہقی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ عبدالمطلب کے تذکرے میں پہلا واقع یہ بیان ہوا ہے کہ اکثر قریش مکہ اصحاب فیل سے ڈر کر مکہ سے چلے گئے ۔مگر حضرت عبدالمطلب نے فرمایا۔'' خدا کی قسم میں حرم سے ہرگز نہ نکلوں گا اور نہ خدا کے سوا کسی کی مدد چاہوں گا''۔اس کے بعد وہ بیت اللہ کے پاس بیٹھ گئے ۔اور دعا کرنے لگے۔'' اے خدا! ہر ایک اپنے گھر کی حفاظت اور مدافعت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی دشمنوں سے حفاظت فرما''۔ پھر وہ صبر و استقامت کے ساتھ بیت الحرم میں ٹھہرے رہے حتی کے بے شمار دیو پیکر ہاتھیوں والا لشکر حرم کی حفاظت کرنے والی چڑیوں کے ذریعے خس و خاشاک ہوگیا۔(ہاتھیوں کا لشکر ابابیل کی چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے سنگسار کروا دیا گیا تمام ہاتھی اور ہاتھی سوار مارے گئے)۔اس کے بعد قریش اپنے گھروں کو لوٹ آئے ۔اور عبدالمطلب کی عظمت اُن کے اِس کردار کی وجہ سے دوچند ہوگئی۔

ابن اسحاق اور بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ حجر اسود کے قریب سو رہے تھے کہ کسی نے ان سے کہا ''برہ'' کو کھودو۔انہوں نے پوچھا "برہ کیا ہے"؟ مگر کہنے والا ان کے پاس سے چلا گیا- دوسرے دن جب وہ پھر اسی جگہ سوئے تو کسی نے ان سے کہا ''المضنونہ'' کو کھودو ''-انہوں نے پوچھا ''مضنونہ کیا ہے؟'' مگر وہ ان کے پاس سے چلا گیا۔تیسرے دن جب وہ اسی جگہ سوئے تو کسی نے ان سے کہا ''طیبہ'' کو کھودو۔انہوں نے پوچھا ''طیبہ کیا ہے''؟ مگر وہ ان کے پاس سے چلا گیا چوتھے دن وہ اسی جگہ پر سوئے تو کسی نے ان سے کہا'' چاہ زمزم کھودو'' انہوں نے کہا'' زم زم کیا ہے''؟ اس نے بتایا'' اس کا پانی نہ کم ہوگا نہ اپنی جگہ سے ہٹے گا''۔جب حضرت عبدالمطلب بیدار ہوئے تو انہوں نے'' اللہ سے دعا کی کہ اے خدا مجھے اس کنویں کا مقام ظاہر فرمادے''۔

چنانچہ پھر خواب میں راہنمائی فرمائی گئی کہ تم اس پوشیدہ مقام کو کھودو جو'' فرث ادروم'' کے مابین مخفی ہے اور وہ غراب اعظم (کوئے) کے چونچ مارنے کی جگہ ہے۔اور وہ جگہ قریۃ النمل میں سرخ پتھروں کے نیچے ہے-

اس کے بعد عبدالمطلب اٹھ کر گئے ۔اور مسجد حرام میں بیٹھ کر بتائی ہوئی علامات کا انتظار کرنے لگے۔اور مقام'' خرورہ'' میں گائے ذبح کی- گائے کے ذبح کرتے ہوئے ابھی گائے میں کچھ جان باقی تھی کہ وہ ذبح کرنے والوں کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔اور پھر مسجد حرام کے نزدیک چاہ زم زم کے قریب آ کر گر گئی۔اس کو وہیں مکمل طور پر ذبح کیا گیا، گوشت بنایا گیا اور اٹھایا گیا۔کہ دفعتہً خون اور اوجھ پر ایک کوا آیا اور قریۃ النمل کی جگہ بیٹھا چونچ ماری (قریۃ النمل یعنی وہ جگہ جہاں چیونٹیوں نے اپنے گھر بنا رکھے تھے) یہ عمل دیکھ کر عبدالمطلب اٹھے اور اسی مقام پر کھدائی شروع کردی۔

چاہ زم زم کی کھدائی کا کام بہت مشکل تھا۔اس وقت حضرت عبدالمطلب کے بڑے بیٹے حارث کھدائی میں شریک تھے۔حضرت عبدالمطلب نے اس وقت نذر مانی کہ'' اے اللہ تو مجھے اگر 10 بیٹے دے اور میں ان کو دیکھ لوں۔تو اس کھدائی کے آسان کرنے کی وجہ سے ان میں سے ایک بیٹا میں قربان کردوں گا۔تو کھدائی کو ہمارے لئے آسان کردے''۔اللہ تعالی نے ان کے لئے کھدائی میں آسانی فرمادی۔یہاں تک کے پھر پانی سطح آب تک پہنچ گیا-قریش آئے تو انہوں نے یہ سب کچھ دیکھا اور دریافت کیا "عبدالمطلب یہ کیا کر رہے ہو"؟ عبدالمطلب نے فرمایا۔"میں اس کنویں کو کھود رہا ہوں جو پاٹ دیا گیا تھا"۔حضرت عبدالمطلب نے اس کے گرد حوض بنایا۔وہ حوض زمزم کے پانی سے بھر گیا۔اس حوض سے حجاج پانی پینے لگے۔یہ دیکھ کر قریش کے لوگ حسد کرنے لگے۔حاسد لوگ رات کو اس حوض کو توڑ دیتے تھے۔اور صبح کو عبدالمطلب اس کو درست کر دیا کرتے تھے۔جب حاسدوں کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو عبدالمطلب نے اللہ سے دعا کی۔جس کے جواب میں ان کو خواب میں بتایا گیا کہ ''ہم سے ان الفاظ میں دعا کرو۔اے رب تعالی! میں اس زم زم کے پانی کو نہانے والوں کے لئے حلال نہیں کروں گا۔یہ پانی صرف پینے والوں کے لئے حلال ہے۔یہ تیرا ہے۔اور تو ہی اس کی حفاظت فرمانے والا ہے''۔

اس کے بعد وہ اٹھ کر گئے اور خواب کی عین ہدایت کے مطابق دعا کی اور اس بات کی منادی کروادی۔

اس کے بعد جس کسی نے زم زم کے حوض کو خراب کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم میں کوئی بیماری پیدا کردی۔بالآخر وہ حوض کے پانی کو خراب کرنے اور اس کے پانی میں غسل کرنے سے باز آ گئے۔

پھر تمام لوگ کہنے لگے "اے عبدالمطلب اس پر ہمارا بھی حق ہے کیونکہ یہ کنواں ہمارے باپ اسماعیلؑ کے تصرف میں آیا تھا"۔حضرت مطلب نہ مانے تو فیصلہ ہوا کہ شام میں ایک کاہنہ بنی ساعد کی رہتی ہے۔اس سے فیصلہ کرواتے ہیں۔اب عبدامطلب کے خاندان کے کچھ افراد اور قریش کے دوسرے قبائل میں سے ایک ایک فرد شام کے لئے قافلے کی صورت میں روانہ ہوا۔راستہ میں ریگستان تھا۔اتنے لمبے راستہ کا اندازہ نہ تھا۔ریگستان میں پہنچ کر پانی ختم ہوگیا۔یہ لوگ مرنے کے قریب پہنچ گئے۔انہوں نے فیصلہ کیا کہ سب مل کر ایک ایک گڑھا کھودتے ہیں جب ہم میں سے کوئی مرے تو باقی لوگ اسے گڑھے میں دفن کردیں۔اس طرح کم از کم سب لوگ

ریگستان میں سڑنے سے بچ جائیں گے۔ جو آخری فرد بچے گا۔ وہ بے دفن رہ جائے۔ چنانچہ سب نے اپنے اپنے گڑھے کھود لئے۔اس کے بعد ساتھیوں نے کہا کہ "ہم خدا کا نام لے کر چلتے ہیں۔ایک کوشش اور کرتے ہیں" ۔عبدالمطلب نے ساتھیوں سے کہا" پھر اٹھ کھڑے ہو" ۔ چنانچہ وہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب حضرت عبدالمطلب کھڑے ہوئے تو ان کے پاؤں کے نیچے پانی تھا-انہوں نے سب کو پانی دکھایا۔سب نے دیکھا اور زمین کو کھودا پھر اپنے پینے کے لئے پانی نکال لیا-سب لوگوں نے خوب سیر ہوکر پانی پیا-اپنے مشکیزوں میں بھی پانی بھرا۔ عبدالمطلب کے ہم سفر سارے ساتھی اس خدا ساز آب رسانی کی وجہ سے بہت متاثر ہوئے۔انہوں نے کہا'' اے محترم ہاشمی سردار! اللہ نے آب زم زم کا فیصلہ آپ کے حق میں کر دیا ہے۔آ ؤ لوٹ چلیں- چاہ زم زم آپ کا ہی حق ہے۔اس معاملے میں اب ہمارا آپ کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں رہا''۔

قریش کے لوگ پہلے ہی زم زم سے دستبردار ہو چکے تھے۔لوگ پانی پیتے رہے اور اس طرح ماہ وسال گذرتے رہتے۔ یہ پانی صرف پینے کے لئے استعمال ہوتا رہا کیونکہ حضرت عبدالمطلب نے یہ منادی بھی کروادی تھی کہ آب زم زم صرف پینے کا پانی ہے یہ نہ تو جانوروں کو نہلانے و پلانے میں استعمال کیا جائے گا۔اور نہ ہی کسی دوسرے مصرف میں استعمال کیا جائے گا۔اب اولاد عبدالمطلب میں اضافہ ہوتا رہا۔

آب زم زم پورے زور وشور سے نکلنا شروع ہوگیا تھا۔تمام عرب میں اس پانی کی تعریف اور دھوم مچی ہوئی تھی۔اور عبدالمطلب کے 10 بیٹے ہو گئے تھے۔ان تمام کاموں کے ختم کرنے کے بعد حضرت عبدالمطلب کو اپنی نذر کا خیال آیا کہ میں نے ایک بیٹا قربان کرنے کی نذر مانگی تھی۔اس کے بعد عبدالمطلب نے دعا کی۔

"اے باری تعالیٰ! میں نے اپنی اولاد میں سے ایک فرزند کو قربان کرنے کی نذر مانی تھی۔لہذا اب میں قرعہ اندازی کرتا ہوں" ۔قرعہ حضرت عبداللہ کے نام کا نکل آیا۔حضرت عبدالمطلب نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور درخواست کی "خدایا! کیا عبداللہ کی قربانی تجھے مطلوب ہے یا میں سو اونٹوں کی قربانی دے دوں"؟۔اس کے بعد انہوں نے عبداللہ اور 100 اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو قرعہ سو اونٹوں پر نکل آیا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے دو مرتبہ قرعہ اندازی اور کی، دونوں مرتبہ قرعہ سو اونٹوں پر نکلا۔ پھر انہوں نے عبداللہ کی بجائے 100 اونٹوں کی قربانی کی۔

حاکم ابن جریر اور اُموی نے اپنے مغازی میں بروایت صنابجی حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک دیہاتی نے آکر کہا: "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سرسبزی ناپید، پانی خشک، اہل وعیال تباہ، اور مال ضائع ہو چکے ہیں۔اے دو ذبیحوں کے فرزند اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی دیجئے''۔اس بات کو سن کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے تبسم فرمایا۔لوگوں نے حضرت معاویہؓ سے پوچھا ''اے امیر المومنین وہ دو ذبیح کون سے ہیں''؟ تو انہوں نے کہا" جناب عبدالمطلب کو جب زم زم کھودنے کا حکم فرمایا گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر یہ کام مجھ پر آسان ہوگیا تو اپنے بیٹوں میں سے ایک کی قربانی دوں گا۔ پھر جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تو اپنے فرزندوں کے ناموں سے قرعہ اندازی کی اور قرعہ حضرت عبداللہ کے نام کا نکلا۔اب انہوں نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عبداللہ کی ممانیاں جو بنی مخزوم سے تھیں مانع آئیں اور زور دیا کہ اپنے بیٹے کو عوض فدیہ دے کر اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔تو انہوں نے سو اونٹوں کی قربانی دی ۔ایک ذبیح تو یہ ہوا۔اور دوسرا ذبیح حضرت سیدنا اسماعیلؑ ہیں''۔

آب زم زم کا پانی کہاں سے آرہا ہے؟

موجودہ دور میں آب زم زم کا سراغ لگانے والے تمام سائنسدان اور دنیا بھر کے تحقیقاتی ادارے آب زم زم اور اس کے کنویں کی پراسراریت اور قدرتی ٹیکنالوجی کی تہہ تک پہنچنے میں بری طرح ناکام ہوگئے ہیں۔

عالمی تحقیقاتی ادارے کئی دہائیوں سے اس بات کی کھوج لگانے میں مصروف ہیں کہ آب زم زم میں پائے جانے والے خواص کی کیا وجوہات ہیں؟ اور ایک منٹ میں 720 لیٹر پانی کہاں سے آرہا ہے؟

جبکہ مکہ شہر میں زمین کے اندر سینکڑوں فٹ کی گہرائی کے باوجود پانی نہیں ہے۔موجودہ دور میں جاپان نے ٹیکنالوجی میں سب سے زیادہ ترقی کی ہے۔ جاپانی تحقیقاتی ادارے نے اس تحقیق میں کہا ہے کہ'' آب زم زم کا ایک قطرہ بھی عام پانی میں شامل کر دیا جائے تو اس کے خواص بھی آب زم زم والے ہوجاتے ہیں۔ چاہے پانی کی کتنی ہی مقدار کیوں نہ ہو''۔

آب زم زم کا ایک بلور دنیا کے کسی بھی خطے میں پائے جانے والے بلور سے مشابہت نہیں رکھتا۔

ایک اور انکشاف میں یہ بتایا گیا ہے کہ ری سائیکلنگ (Recycling) سے بھی آب زم زم کے خواص کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ آب زم زم میں معدنیات کے تناسب کا ملی گرام فی لیٹر جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سوڈیم 135، کیلشیم 96، پوٹاشیم 43.3، بائی کاربونیٹ 195.4، کلورائڈ 163.3، فلورائیڈ 0.72، نائیٹریٹ 124.8 اور سلفیٹ 124 ملی گرام فی لیٹر موجود ہے۔

آب زم زم کے کنویں کی مکمل گہرائی 99 فٹ ہے- آب زم زم کے چشموں سے کنویں کی تہہ تک فاصلہ 17 میٹر ہے کنویں سے جتنا بھی پانی نکال لیا جائے صرف 11 منٹ میں کنواں دوبارہ بھر جاتا ہے- ان تمام باتوں کے علاوہ دنیا کے تمام کنووں میں کائی کا جم جانا، مختلف قسم کی جڑی بوٹیوں اور خودرو پودوں کا اُگ جانا، نباتاتی اور حیاتیاتی افزائش یا مختلف اقسام کے حشرات کا پیدا ہو جانا۔ ایک عام سی بات ہے اور ان باتوں سے پانی کا رنگ اور ذائقہ بدل جاتا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کی نوازش اور اس کا کرشمہ دیکھئے چار ہزار سال سے (کنویں میں) آب زم زم کے کنویں میں نہ کائی جمتی ہے، نہ نباتاتی اور حیاتاتی افزائش ہوتی ہے، نہ پانی کا رنگ تبدیل ہوتا ہے اور نہ ذائقہ۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ایک انمول تحفہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی وساطت سے ہمیں نصیب ہوا ہے اس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

****

قبلہ

قبلہ کے معنی ہیں وہ چیز جس کی طرف رُخ کیا جائے، چونکہ نماز میں بیت اللہ کی طرف منہ کرتے ہیں اس لئے بیت اللہ کو قبلہ کہتے ہیں۔ ہر قوم کا ایک قبلہ ہے جس کا قرآن پاک میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے،(سورۃ البقرہ ،آیت نمبر 148)　　وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا

ترجمہ:"اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے(یعنی قبلہ) جس کی طرف منہ کرتا ہے"۔(کسی خاص سمت رخ کرنا بے مقصد نہیں۔)

جہاں اور مقاصد ہیں وہاں ایک یہ بھی مقصد ہے کہ ملت میں وحدت اور یکجہتی قائم رہے۔ جب فرعون نے بنی اسرائیل کی زندگی کو اجیرن کر دیا اور مسجدوں میں نماز پڑھنا ممکن نہ رہا تو ان کو قبلہ رخ نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔اس سے معلوم ہوا کہ سمت کے تعین میں نفسیاتی، قومی، مذہبی، جغرافیائی اور تاریخی اہمیت ہے۔سمت متعین کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ادھر ہی ہے دوسری طرف نہیں ہے، ایسا خیال کفر ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے اس خیال کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا:

"وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ"ؕ

ترجمہ: ''مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے جدھر منہ کرو اللہ ہی ہے''۔(سورۃ البقرہ ،آیت نمبر 115)

پھر انسان کو یہ خیال آتا ہے کہ خاص طرف رخ کرنے اور منہ پھیرنے میں شاید کوئی نیکی ہے۔قرآن حکیم نے اس خیال کی بھی تردید کردی ہے اور فرمایا:

"لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ"

ترجمہ:"نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف"۔(سورۃ البقرہ ،آیت نمبر 177)

نیکی کا تعلق تو ایمان اور قلب کی خاص کیفیت سے ہے گویا نیکی کا تعلق تو باطن سے ہے۔اس لئے اگر کوئی صحرا میں ہے اور سمت کا تعین نہیں کرسکتا تو جس طرف اس کا دل مطمئن ہو منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے۔

ظہور اسلام سے قبل یہود و نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس تھا۔اعلان نبوت سے پہلے اہل مکہ کی عبادت گاہ بیت اللہ ہی تھا،اس کو بتوں اور مقدس ہستیوں کی تصاویر سے آلودہ کر دیا گیا تھا۔اعلان نبوت کے بعد جب نماز کا حکم آیا تو مسلمانوں نے بیت اللہ شریف یعنی خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنا شروع کردی، نماز میں رخ بیت المقدس کی طرف رکھنے کا حکم ہوا کیونکہ اول قبلہ وہی تھا۔تو نماز اس طرح ادا کی کہ منہ بیت المقدس کی طرف تھا اور بیت اللہ کی طرف بھی پیٹھ نہ ہوئی۔

622ھ میں جب آپ خاتم النبیین ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی تو تمام لوگ نماز پڑھتے وقت اپنا رخ بیت المقدس کی طرف ہی رکھتے تھے۔تقریباً 17 ماہ تک سب لوگ بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی توجہ مبارک بیت اللہ کی طرف ہی تھی 2ھ 632 عیسوی میں ایک روز نماز میں یہ آرزو دل میں تھی اور بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھاتے کاش بیت اللہ قبلہ ہوجائے، دلوں کا حال جاننے والے نے آن کی آن میں اپنے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی یہ تمنا پوری کردی۔اچانک نماز ہی کی حالت میں وحی نازل ہوئی (وحی الہامی)(سورہ بقرہ، آیت نمبر 144)

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ؕ

ترجمہ:بے"شک ہم تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں،تو ہم ضرور تم کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیرلو۔(اے مسلمانوں) تم جہاں کہیں بھی ہو اسی کی طرف منہ پھیرا کرو''۔

اے زہے شان عبدیت تیری
تو جدھر ہے ادھر خدائی ہے

تحویل قبلہ نے ایک طرف حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی محبوبیت کو عالم آشکار کیا، دوسری طرف دلوں کے راز کھول دیئے، مومن اور منافق الگ الگ ہوگئے۔

انسان کی فطرت ہے کہ صدیوں کی عادت آن واحد میں نہیں چھوٹتی ،تحویل قبلہ نے یہود و نصاریٰ اور ان منافقین کو مضطرب کر دیا جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی محبت میں نہیں بلکہ عادتاً بیت المقدس کی طرف سجدہ کر رہے تھے،ان کے دل کے چور ظاہر ہوگئے اور اعتراضات کرنے لگے۔

قرآن پاک میں سورہ بقرہ آیت نمبر 142 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: ’’بے وقوف عنقریب کہیں گے کہ کس بات نے مسلمانوں کو اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ کہہ دیں کہ مشرق اور مغرب تو اللہ ہی کا ہے‘‘۔

پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بات قبلہ کی نہیں بات تو ضد بحث کی ہے۔ ترجمہ: "حالانکہ یہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو اتنی اچھی طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو‘‘۔(سورہ بقرہ آیت نمبر 146)

جبکہ تورات میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ دو قبلوں کی طرف یکے بعد دیگرے رخ کر کے نماز پڑھیں گے، گویا قبلہ کا بدلنا آپ خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔ مگر ضد کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت 145 میں فرمایا:

ترجمہ: "آپ (خاتم النبیین ﷺ) ان (اہل کتاب) کے پاس تمام نشانیاں لے کر جائیں تب بھی وہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے قبلہ کو نہ مانیں گے‘‘۔

تحویل قبلہ کی پہلی حکمت تو معلوم ہوگئی مگر دوسری حکمت نہایت اہم اور قابل توجہ ہے، انسان کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ جو چیز اس کی قومیت اور مذہب بلکہ اس کے وجود کی بنیاد، علامت اور نشانی ہو اس کو جدا کر کے اس کی بنیادوں کو ہلا دیا جائے، سارے عالم میں فساد اسی قومیت کی وجہ سے ہے۔ اپنے قومی آثار میں سے ادنیٰ چیز بھی کوئی چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ مگر جب کسی سے محبت کی جاتی ہے تو ساری بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ اگر کسی محبت کرنے والے نے محبوب کی خاطر اپنی کسی محبوب چیز کو نہ چھوڑا اس نے محبت کر نا نہ جانی اور محبوب کی قدر نہ پہچانی۔ اللہ تعالیٰ قبلہ کو تحویل کر کے عاشقوں کے دل کی اس کیفیت کو دکھانا چاہتا ہے، کہ کسی نے محبوب کی خاطر برسوں کے قبلہ کو چھوڑ کر اس کو قبلہ بنایا جس کو محبوب نے قبلہ بنایا۔ کسی کی نظر محبوب پر رہی؟ کسی کی نظر قبلہ پر رہی؟

جس کی نظر محبوب پر رہی بامُراد ہوا، اور اس بات کو اللہ تعالیٰ قرآن پاک سورہ بقرہ، آیت نمبر 143 میں صاف طور پر بیان کرتا ہے۔

ترجمہ: "اور جس قبلہ پر آپ خاتم النبیین ﷺ تھے وہ ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا۔ کہ یہ دیکھیں کہ کون آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے؟‘‘۔

یعنی کون آپ خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت میں بیت اللہ کی طرف سجدہ کرتا ہے اور کون آپ خاتم النبیین ﷺ کو چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف سجدہ کرتا ہے۔ اصل مقصد تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت اور پیروی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ بات پسند نہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ پر نظر نہ رکھی جائے۔ ہم اس فکر میں ہیں کہ جب سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ سامنے ہوں تو رُخ آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف کریں یا قبلہ کی طرف؟ دعا کے لئے ہاتھ آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف منہ کر کے اٹھائیں یا قبلہ کی طرف؟ مگر جب مذکورہ آیت اور مشکوٰۃ شریف کی یہ حدیث سامنے آتی ہے تو سارے وسوسے اور اندیشے کافور ہو جاتے ہیں۔

حدیث: ابن خذیمہؓ بن ثابتؓ سے روایت ہے "ان کے چچا حضرت ابوخذیمہؓ نے خواب دیکھا کہ وہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی مبارک پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں، انہوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے اپنے اس خواب کا تذکرہ کیا، آپ خاتم النبیین ﷺ لیٹ گئے اور فرمایا "اپنا خواب سچا کر لو"۔ چنانچہ انہوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی مبارک پیشانی پر سجدہ کیا"۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نقش پا سجدہ بن سکتا ہے تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی مبارک پیشانی سجدہ گاہ کیوں نہیں بن سکتی؟ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ قبلہ محبت ہیں اللہ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو قبلہ بنایا۔ (سورہ توبہ، آیت نمبر 24)

ترجمہ: "آپ خاتم النبیین ﷺ کہہ دیجئے کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز رشتے دار اور تمہاری جمع پونجی ،تمہاری تجارت، جس کے نقصان کا تم کو کھٹکا لگا رہتا ہے، تمہارے من بھاتے مکانات اگر (یہ سب) تم کو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ سے اور ان کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ کے حکم کا انتظار کرو بے شک اللہ سرکشوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

آیت مذکورہ میں آپ خاتم النبیین ﷺ سے منہ پھیرنے والوں کو سرکش کہا گیا ہے، اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے کمال محبت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا تھا۔ ترجمہ: ’’پس جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی خاص رُوح پھونک دوں تو تم سب اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا، تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گر پڑے‘‘۔ (سورہ ص آیت 73-72)

حضرت آدمؑ امین نور مصطفی خاتم النبیین ﷺ تھے۔ اس لئے حافظ ابن قیمؒ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے دربار میں آنے والے زائرین کو مواجہ شریف میں

عاجزی وانکساری اور سر جھکانے کی ہدایت کی ہے۔ کیونکہ جس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے آگے سر جھکا دیا حقیقت میں اس نے اللہ کے آگے سر جھکا دیا، فرشتوں نے سر جھکا دیا اور ابلیس یہ رازِ محبت نہ سمجھ سکا اور مردود ہو گیا۔ اس نے اللہ کے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی تعظیم وتکریم سے انکار کیا تھا اس نکتے کو ذہن میں رکھنا چاہیئے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"

ترجمہ: "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی (خاتم النبیین ﷺ) پر، اے ایمان والو تم بھی نبی (خاتم النبیین ﷺ) پر درود بھیجو اور سلام بھی ادب کے ساتھ"۔ سورہ احزاب آیت نمبر 56

ہم نماز میں بیت اللہ کی طرف رخ اس لئے کرتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اس سمت رخ مبارک کیا تھا۔ اللہ کو یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اس کے محبوب خاتم النبیین ﷺ سے رخ مبارک پھیر کر کھڑا ہو جائے۔ اس نے تو محبت کی ایک شرط رکھ دی ہے کہ تمہارا رخ میرے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی طرف ہو۔

ترجمہ: "آپ (خاتم النبیین ﷺ) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، یعنی (میرے رخ پر چلو)"۔ (سورہ آل عمران آیت نمبر 3)

کیونکہ اللہ کی طرف تو رخ کرنا میں نے سکھایا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جو عکس جمال مصطفی خاتم النبیین ﷺ تھے ان کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا اور عکس نبوت کے آگے دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا بھی جرم ٹھہرے؟ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ نماز میں بھی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ یاد فرمائیں تو حاضر ہونا ہے۔ ایک صحابیؓ نماز پڑھ رہے تھے آپ خاتم النبیین ﷺ نے آواز دی نہ آئے، پھر آواز دی نہ آئے تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہوئے پوچھا پہلے کیوں نہ آئے تو صحابیؓ نے عرض کیا نماز پڑھ رہا تھا۔ فوراً ہی سورہ انفال، آیت نمبر 24 میں حکم ہوتا ہے:

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کا حکم بجالاؤ، جس وقت تم کو وہ کام کے لئے بلائیں اور اسی میں تمہاری زندگی ہے"۔

سبحان اللہ حکم ہو رہا ہے کہ اگر سرکار بلائیں تو نماز قبلہ سے منہ پھیر کر قبلہ محبت کے حضور میں حاضر ہو جاؤ۔ کام حضور خاتم النبیین ﷺ کا ہو رہا ہے اور ارشاد کی تکمیل ہو رہی ہے، اور نماز پڑھنے والا نماز میں ہے، جب کام کر چکو تو نماز وہیں سے شروع کرو جہاں سے چھوڑی تھی، اور کوئی سجدہ سہو نہیں یہ ہے مقام محبوبیت۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ایام علالت میں ایک روز صحابہؓ مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے کاشانہء اقدس کا پردہ اٹھایا اور صحابہ اکرامؓ کو دیکھ کر مسکرائے۔ خوشی کے مارے صحابہ اکرامؓ کی نظریں نماز میں ہی حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف لگ گئیں، قریب تھا کہ نماز توڑ دیتے، مگر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ نماز مکمل کرو، اور پردہ ڈال دیا۔ (بخاری)

راوی حضرت انسؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے ساتھ نماز میں مصروف تھے کاشانہء اقدس قبلہ سے بائیں جانب تھا۔ صحابہ کرامؓ نے نماز ہی میں رخ بائیں جانب پھیر کر سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کی مگر کسی کی نماز نہ ٹوٹی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا اشارہ پا کر نماز مکمل کی گئی۔

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ جب آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف رخ پھیرنے سے نماز میں خلل واقع نہ ہوا تو آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف رخ کر کے دعا کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟ جبکہ دعا کرتے وقت تو قبلہ رخ ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ خاتم النبیین ﷺ خطبہ جمعہ میں قبلہ کی مخالف سمت بارش کے لئے دعا نہ فرماتے (بخاری شریف)　**اصل میں یہ باتیں نورانی عقل سے سمجھنے کی ہیں اور یہ نورانی عقل صرف محبت رسول خاتم النبیین ﷺ سے پیدا ہوتی ہے۔**

سرور کائنات خاتم النبیین ﷺ نے اپنے پیاروں سے فرمایا: ترجمہ: "جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا"۔ (دار قطنی، ابن عدی)

اس لئے مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضری کے وقت محبت کا تقاضہ یہی ہے، کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، دست بستہ ہو یا دعا مانگ رہا ہو رخ آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کی طرف ہو۔ مذاہب اربعہ کے اکثر علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روضہ رسول خاتم النبیین ﷺ پر حاضری کے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت زائرین اپنا رخ روضہ مبارک کی طرف رکھیں۔

امام تقی الدین سبکیؒ نے ان مالکی، حنفی، شافعی، اور حنبلی علماء کے مفصل اقوال نقل کئے ہیں، جو دعا کے وقت قبر شریف کی طرف رخ کرنے کے قائل ہیں۔ سلف صالحین کا صدیوں سے یہی عمل رہا ہے۔ اور جنت البقیع شریف اور شہداء احد کے مزارات پر دعا کرنے والے اسی طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں۔

ہاں یہ ضروری ہے کہ جالی شریف سے چار ہاتھ دور رہے، جالی شریف کو ہاتھ نہ لگائے، یہ سیاہ کار ہاتھ اس قابل کہاں ان سیہ کاروں کو اپنے پاس بلا کر دعا کرنے کا موقع دے دیا یہ ہی کیا کم ہے؟ مگر ہاں ان کے پیاروں کی بات اور ہے۔

حضرت بلال ؓ کو ملک شام میں زیارت ہوئی فرما رہے ہیں "اے بلال ؓ یہ کیسی جفا ہے کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لئے آؤ"۔خواب کا دیکھنا تھا کہ زیارت کے لئے روانہ ہوگئے۔شاید زیارت رسول خاتم النبیین ﷺ کے لئے یہ پہلا سفر تھا جو کسی صحابیؓ نے کیا۔اور جب مدینہ منورہ پہنچے تو مسجد میں داخل ہوکر آپ خاتم النبیین ﷺ کو تلاش کرنا شروع کیا اور آخر آپ خاتم النبیین ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہوکر رونا شروع کیا۔آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور اپنا چہرہ مبارک قبر انور سے مل رہے تھے۔حدیث پاک میں حضرت بلالؓ کی حاضری کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ دل دہلانے کے لئے کافی ہے۔

جو ناظرین روضہ انور کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا چاہتے ہیں،ان کے بارے میں مانعین کے نزدیک کئی وجوہات ہیں۔

ایک احتمال تو یہ ہے کہ وہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو زندہ سمجھتے ہیں،دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگنا چاہتے ہیں،

تیسرا احتمال یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو (معاذ اللہ) معبود اور مسجود سمجھتے ہیں۔

1) پہلے احتمال کا جواب کہ آپ خاتم النبیین ﷺ زندہ نبی ہیں،

قرآن پاک میں سورہ بقرہ آیت نمبر 154 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:ترجمہ:"جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں،مگر تم سمجھ نہیں رکھتے"۔

یہ شہید جن کی زندگی کی قرآن گواہی دے رہا ہے یہ جب مرجائیں تو ان کی بیویوں سے نکاح جائز ہے،مگر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پردہ کر جانے کے بعد ان کی ازواج مطہرات سے نکاح حرام ہے کیوں؟

جیسا کہ سورہ الاحزاب،آیت نمبر 53 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:ترجمہ:"اور تم کو سزاوار نہیں کہ تم اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ کو تکلیف دو،اور نہ یہ لائق ہے کہ ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بھی نکاح کرو،بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی ہی سخت بات ہے"۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی زندگی شہیدوں سے بھی ارفع اور اعلیٰ ہے۔

قرآن پاک میں سورۃ الروم،آیت نمبر 50 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:ترجمہ:"پس آپ (خاتم النبیین ﷺ) رحمتِ الٰہی کے آثار دیکھیں کہ زمین کی موت کے بعد کسطرح اللہ تعالیٰ اسے زندہ کردیتا ہے"۔

سورہ الانبیاء،آیت نمبر 107 میں فرمایا:ترجمہ:"اور ہم نے آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو دوعالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

یقیناً آپ خاتم النبیین ﷺ نے سارے عرب کو زندہ کیا،پھر زندہ ہونے والوں نے ساری دنیا کو زندہ کیا،زندگی رحمت کی نشانی ہے،پھر خود رحمت کی کیا شان ہوگی؟

2) **دوسرا احتمال یہ ہے کہ زائرین حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو اپنے گناہوں کی مغفرت کا وسیلہ بناتے ہیں**،بے شک ایسا ہے اس لئے کہ ہمیں یہ ادب اللہ نے سکھایا ہے کسی اور نے نہیں سکھایا۔جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں سے سجدہ کروایا،اور جنت میں ایک ہدایت کے ساتھ بھیجا،مگر لغزش ہونی تھی،ہوگئی۔پھر زمین پر اتار دیا گیا،ندامت وشرمساری کی وجہ سے صدیوں آپؑ روتے رہے بالآخر ارشاد باری تعالی ہے۔

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 37)

ترجمہ:"پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں بے شک وہ ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان"۔

اللہ تعالیٰ مختار کل ہے جس ذات کی چاہتا ہے توبہ قبول کرسکتا تھا۔وہ کلمات تلقین کرنے اور اپنے حضور توبہ مانگنے کا سلیقہ سکھانے کا محتاج نہ تھا۔مگر انہیں کلمات سکھائے گئے اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی محبوبیت کو روز اول ہی سے آشکار کردیا گیا۔وہ کلمات کیا تھے؟ يَا رَبِّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِیْ ﴿۱﴾

ترجمہ:"اے میرے پروردگار تیری بارگاہ میں محمد (خاتم النبیین ﷺ) کا وسیلہ دیتا ہوں کہ مجھے معاف فرمادے"۔(مستدرک)

تمام انبیاء اور ان کی امتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی اسی سنت پر عمل کیا اور قرآن پاک میں اس کا ذکر موجود ہے۔

سورہ بقرہ،آیت نمبر 89 ترجمہ:"اور وہ ان کے آنے سے پہلے اس کے وسیلے سے کافروں پر فتح ونصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے،پھر جب وہ جانا پہچانا آیا تو اس کو نہ مانا تو انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت"۔

خود سورہ فاتحہ میں صالحین کی راہ گزر کے وسیلے سے دعا مانگنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا کہ اس کے بغیر صراط مستقیم کا ملنا ممکن نہیں۔

سورہ فاتحہ،آیت نمبر 5 ترجمہ:"اے اللہ ہم کو سیدھے راستے پر چلا ان لوگوں کے راستے جن پر تو نے اپنا انعام کیا"۔

اللہ کو معلوم ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ جب اس سے مانگ رہے ہیں تو وہ ضرور صراط مستقیم پر چلا سکتا ہے۔صراط مستقیم کی تشریح اور تفصیل کی ضرورت نہ تھی ،تشریح اور تفصیل اس لئے بیان کی گئی تا کہ کوئی مانگنے والا اللہ کے محبوبوں سے بے نیاز ہوکر ان سے پیٹھ پھیر کر نہ مانگے۔انکا راستہ صراط مستقیم ہے اس راستے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا راستہ بتایا ہے۔

سورہ الانعام،آیت نمبر 153 ترجمہ:"اور یہ صراط مستقیم ہے (میری راہ) سو اِس پر چلو۔اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے یہ تم کو حکم دیا ہے تا کہ تم بچتے رہو‘‘۔

صحابہ اکرامؓ نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل کیا۔تمام مسلمانوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ،

سورہ نسآء،آیت نمبر 64 ترجمہ:"اور وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ،تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں ،اور رسول (خاتم النبیین ﷺ) یعنی آپ (خاتم النبیین ﷺ) بھی ان کی شفاعت فرمائیں تو بے شک وہ اللہ کو معاف کرنے والا پائیں گے‘‘۔

بروایت عتبیؓ ایک اعرابی قبر انور خاتم النبیین ﷺ پر حاضر ہوا، مضطرب، بے قرار، اشکبار، عرض کیا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ بے شک اللہ نے آپ خاتم النبیین ﷺ پر سچی کتاب نازل فرمائی، جس میں فرمایا کہ "اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور پھر تیرے پاس آجائیں اور تو ان کے لئے مجھ سے معافی چاہے تو وہ مجھ کو معاف کرنے والا غفور و رحیم پائیں گے‘‘۔میں اب اپنے رب سے معافی کا طلب گار ہوں اور اس کے لئے آپ خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔پھر وہ زار و قطار رونے لگا، پھر راوی نے خواب میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ راوی عتبیؓ سے فرما رہے ہیں،

ترجمہ":اے عتبیؓ اس اعرابی سے مل کر اسے خوشخبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا ہے‘‘۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں (سورہ بقرہ آیت نمبر 186)

ترجمہ:"اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں ان کے قریب ہوں، دعا مانگنے والا جب مجھ سے دعا کرے تو میں دعا قبول کرتا ہوں‘‘۔بندگی کا حق جب ہی ادا ہوگا کہ رخ آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف ہو اور دعا اللہ تعالیٰ سے کی جائے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:"میں مومنین کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں، اگر کوئی مر گیا اور اس نے قرضہ چھوڑا تو اس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے، اگر اس نے مال ترکہ میں چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے"۔(بخاری)

اللہ اکبر وہ ایسے کریم ہیں کہ کچھ دینا ہو تو وہ دیں گے اور کچھ لینا ہو تو وہ ورثاء لیں گے، وہ تو بے نیاز ہیں اور بے نیاز کے محبوب ہیں۔قرآن پاک کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقربین الٰہی کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل،آیت نمبر 57 ترجمہ:"وہ (جن و فرشتے) جن کو یہ (اہل مکہ پکارتے ہیں) وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب تک وسیلہ کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے۔اور امید رکھتے ہیں اس کی مہربانی اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مقربین کے وسیلے سے دعا مانگنی عین منشاء الٰہی ہے۔پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے زیادہ مقرب الٰہی کون ہوسکتا ہے؟۔

3) تیسرا احتمال یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے والا (معاذ اللہ) آپ خاتم النبیین ﷺ کو معبود اور مسجود سمجھتا ہے۔محض دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے سے یہ بدگمانی کرنا بہت بڑی بدگمانی ہے۔بیت اللہ شریف اور محراب مسجد کی طرف بھی سجدہ کیا جا سکتا ہے، مگر کوئی ان کو معبود و مسجود نہیں سمجھتا۔تو پھر محض دعا کرنے والے کی طرف سے یہ بدگمانی نہیں ہونی چاہئے۔چاند کو دیکھنے کے بعد چاند کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے۔کھانا کھانے کے بعد کھانے کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے۔جنازے سے رہ جانے والے جنازے کی طرف منہ کر کے دعا کر سکتے ہیں۔دل کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے، وہی عالم الغیب ہے، ہم کو کیا معلوم کسی کے دل میں کیا ہے؟ ہم دلوں کے احوال پر حکم نہیں لگا سکتے، ہمیں بدگمانی سے روکا گیا ہے۔ (سورہ الحجرات آیت نمبر 12)

ترجمہ:"اے ایمان والو! تہمتیں لگانے سے بچتے رہو کہ بعض تہمتیں گناہ ہیں۔اور کسی کا بھید نہ ٹٹولو (یعنی تجسس نہ کرو) اور پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو برا نہ کہو، بھلا یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، اس سے تو گھن آئے گی، اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے"۔

اب جو حضرات مواجہ شریف میں حاضر ہیں اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا رہے ہیں ان کے لئے یہ بدگمانی کرنا کہ وہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو معبود اور مسجود سمجھ کر حضور پاک

خاتم النبیین ﷺ سے مانگ رہے ہیں یہ بہت بڑی بدگمانی ہے۔ پھر نظر داروں کا پھر پھر کر ٹوہ لگانا اور زائرین کو برُا بھلا کہنا، اس کی بھی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ آنے والوں کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں، بخاری شریف میں ہے،

ترجمہ: ''کیا تم دیکھتے ہو میرا قبلہ کہاں ہے؟ خدا کی قسم تمہارا خشوع خضوع اور رکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں بے شک میں اپنی پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔''

خشوع کا تعلق باطن سے ہے اور رکوع کا تعلق ظاہر سے، حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ ہمارے ظاہری اور باطنی تمام افعال سے باخبر ہیں۔ ایسے باخبر سرکار کے حضور حاضر ہو کر پیٹھ پھیرنا کتنی بڑی جرأت ہے، اگر وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں تو ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے ہمیں ان کی طرف ہی رخ کرنا چاہئے، ادب کا تقاضہ بھی یہی ہے اور محبت کی پکار بھی یہی ہے۔

1۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ایوب سختیانیؒ تشریف لائے اور میں مدینہ منورہ میں تھا، میں نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے حاضری کے وقت اپنی پیٹھ قبلہ کی سمت کی اور اپنا چہرہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی طرف کیا اور دل کھول کر روئے۔

2۔ امام احمد بن حنبلؒ نے مواجہ شریف میں حاضری کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ چہرہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی طرف ہو اور دعائیں مانگیں۔

3۔ خلیفہ ابوجعفر منصور نے حضرت امام مالکؒ سے معلوم کیا ''اے اباعبداللہ جب میں روضہ رسول خاتم النبیین ﷺ پر جاؤں اور دعا کروں تو اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کروں، یا رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے سامنے، آپؒ نے جواب دیا " تو اپنا منہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے نہ پھیر، ارے وہ اللہ کی بارگاہ میں قیامت کے دن تیرا اور تیرے باپ کا وسیلہ ہیں"۔

4۔ امام نوویؒ نے بھی امام مالکؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''جب کوئی شخص نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کے لئے آئے تو وہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی طرف منہ مبارک کر کے درود و سلام پیش کرے''۔

5۔ امام ابن تیمیؒ نے بھی حاضری کے وقت درود و سلام پیش کرتے وقت رخ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی طرف رکھنے کے لئے کہا ہے۔

ہاں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا دربار بڑے ہی ادب کا دربار ہے۔ ایمان کا دارومدار آپ خاتم النبیین ﷺ کی تعظیم و تکریم پر ہے۔ صحابہ اکرامؓ نے کبھی آپ خاتم النبیین ﷺ کی موجودگی میں آپ خاتم النبیین ﷺ سے پیٹھ نہ پھیری۔ ان کا رخ تو نماز میں بھی آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کی طرف رہتا تھا۔ کسی بادشاہ کے دربار میں بادشاہ سے پیٹھ پھیر کر کوئی نماز بھی پڑھنے لگے تو یقیناً اس کو آداب شاہی کے خلاف سمجھا جائے گا۔ نماز پڑھنے والوں کو دربار سے ہٹا دیا جائے گا، ہرگز یہ اجازت نہیں دی جائے گی کہ کوئی بادشاہ کے سامنے پیٹھ پھیر کر نماز پڑھتا رہے۔ جب دنیا کے بادشاہوں کے دربار کا یہ عالم ہے تو اس دربار کا کیا عالم ہوگا جہاں خود احکم الحاکمین متوجہ ہونے کا حکم دے رہے ہیں۔

صدیوں سے ہمارے اسلاف و اکابر کا یہی عمل رہا ہے، ہمارے ائمہ اربعہ بھی اسی بات پر متفق ہیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سچوں کے ساتھ رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ (سورہ توبہ، آیت نمبر 119) ترجمہ": اے ایمان والوں! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو (کہ سچے گمراہ نہیں ہوسکتے)"۔

اسی میں سعادت ہے قرآن وحدیث کی پیروی کریں اور صالحین کے راستے پر چلتے رہیں۔ ہاں جو شب و روز اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے دربار میں حاضر ہیں ان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ کہ کیسا کرم فرمایا کہ اس نبی آخر الزماں خاتم النبیین ﷺ کا قرب نصیب فرمایا۔ کچھ لوگ ایسے ہیں بلکہ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو ہزار تمناؤں اور آرزوؤں کے بعد شاید زندگی میں صرف ایک بار حاضر ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں محبت کی آگ سلگ رہی ہے۔ ان کو صحابی رسول خاتم النبیین ﷺ حضرت بلالؓ کی سنت پر عمل کرنے دیجئے، ان کو عاشق دل نگار اعرابی کی سنت پر عمل کرنے دیجئے۔

تہذیب جدید نے ہمارے چہرے منکرات وفواحش کی طرف پھیر دیئے ہیں ہم مواجہ شریف سے رخ پھیر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس نے اس طرف رخ کیا وہ اللہ کا ہوا۔ اور جس نے اس دربار سے منہ پھیرا وہ کہیں کا نہ رہا، اور غیر اللہ کی محبت میں گرفتار ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ کے دامن سے وابستہ رکھے، آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبت میں ہمارا خاتمہ فرمائے، اور آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کے زیر داماں ہمارا حشر فرمائے۔ (آمین ثمہ آمین)

****

قیامت

قیامت کیا ہے؟

دنیا دار العمل اور آخرت دار الجزاء ہے، دنیا میں انسان عمل اپنی حیثیت کے مطابق کرتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ جزاء اپنی شان کے مطابق دیں گے۔اسی دار الجزاء کا نام" قیامت " ہے۔

پانچ زندگیاں:- اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہماری 5 زندگیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔(سورہ بقرہ، آیت نمبر 28)

كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ‌ۚ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ

ترجمہ:''تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا۔ پھر تمہیں مار ڈالے گا پھر زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے''۔

اول: جب ہم ارواح کی صورت میں رب تعالیٰ کے پاس تھے۔

دوئم: موجودہ زندگی۔ یہ پچاس ساٹھ سال کی زندگی جو واحد عمل کی زندگی ہے۔جو کچھ کرنا ہے آج کرنا ہے۔باقی تینوں اس کے بعد آنے والی زندگی اجر کی زندگیاں ہیں۔اگر آج کچھ نہ کمایا تو حسرت ہی حسرت ہوگی۔اگر آنکھیں بند کرنے کے بعد آنکھیں کھلیں تو کیا کھلیں؟ لیکن ہماری یہ آنکھیں بھی بڑی ہی عجیب ہیں کہ جب تک بند نہیں ہوتیں کھلتی ہی نہیں۔قرآن پاک نے ہمیں اگلی زندگیوں کے سنوارنے کے نہ صرف طریقے بتائے ہیں بلکہ اس مالک حقیقی نے اس مقصد کے لیے انبیاء کرام کو معبوث فرمایا۔کتابیں اور صحائف اتارے، واعظ اور واعظین کی بھرمار کردی تاکہ روز محشر حجت تمام کی جاسکے۔

سوئم: تیسری زندگی برزخ کی زندگی ہے برزخ کا مطلب ہے پردہ۔انسان نہ آخرت میں گیا، نہ دنیا میں رہا۔بس پردے میں چلا گیا لیکن اس زندگی سے ہمارا جزاء اور سزا کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔اس لیے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

ترجمہ:''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے''۔(جامع ترمذی، حدیث نمبر 2460)

قبر میں بستر بھی اعمال کے مطابق لگایا جائے گا کسی کا ریشم کا، کسی کا حریر کا اور خدانخواستہ کسی کا آگ یا کانٹوں کا ہوگا۔یہ برزخ کی زندگی ہزاروں سال کی زندگی ہے۔دیکھئے روز اول سے قیامت تک جو لوگ مر رہے ہیں اور اسی پردہ میں روپوش ہو رہے ہیں جہاں ان کے ساتھ جزا اور سزا کا عمل ہو رہا ہے۔

چہارم: چوتھی زندگی روز محشر کا ایک دن۔اس دن کو پوری زندگی اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ قرآن پاک میں اس ایک دن کا عرصہ دنیا کے پچاس ہزار برس کا بتایا گیا ہے۔تو جب موجودہ زندگی پچاس، ساٹھ یا زیادہ سے زیادہ 100 سال کی زندگی، ایک زندگی ہے تو پچاس ہزار برس کی زندگی تو یقیناً ایک طویل زندگی ہوگی لیکن جانے کیا اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوگی کہ وہ زندگی ہر انسان کو اپنے اعمال کے مطابق بڑی چھوٹی محسوس ہوگی۔یعنی گناہ گاروں کو یہ ایک دن برس ہا برس کے برابر لگے گا اور نیک لوگوں کا یہ ایک دن ایسے گزر جائے گا جیسے کوئی فجر کی نماز ادا کرے۔(سبحان اللہ)۔

پنجم: وہ زندگی ہوگی جو یا تو انسان کو جنت میں لے جائے گی یا خدانخواستہ جہنم کی طرف انسان کو دھکیل دیا جائے گا۔ان مندرجہ بالا تمام زندگیوں کو قرآن پاک نے واضح کیا ہے اور روز محشر کی سختی سے بھی خبردار کیا۔

قیامت کے مناظر:-

قرآن پاک میں لوگوں کی ہدایت کے لیے قیامت کے جو ہولناک مناظر پیش کئے ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ قرآن پاک (سورۃ الزلزال، آیت نمبر-8-1)

ترجمہ:''جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی اور وہ اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔انسان کہے گا کہ اسے کیا ہوگیا ہے؟ اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کردے گی۔یہ اس لیے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہوگا۔اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر (واپس) لوٹیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے بھی دیکھ لے گا''۔

اس چھوٹی سی سورۃ میں جو پیغام دیا گیا ہے وہ نہایت ہی قابل غور ہے۔اس لیے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''سورہ الزلزال نصف قرآن کے برابر

ہے''۔یعنی اس میں دی گئی ہدایات نصف قرآن کی ہدایت کے برابر ہیں (ترمذی)۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا یہ سورۃ مختصر لیکن نہایت جامع ہے۔اس سورۃ کی آخری آیت بہت ہی زیادہ موثر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت قرآن پاک کی انتہائی اہم اور طاقت ور آیت ہے۔

2۔ اس طرح سورۃ حج،آیت نمبر 1.2 کی مندرجہ ذیل آیات دلوں کو ہلا دینے والی ہیں۔

ترجمہ:''لوگو!اپنے پروردگار سے ڈرو بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے۔جس دن تم اسے دیکھ لوگے ہر دودھ پلانے والی،اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش معلوم ہوں گے۔حالانکہ درحقیقت وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔''

پہلی بار جب صور پھونکا جائے گا تو زمین و پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

3۔ (سورہ الحاقۃ۔آیت نمبر-18-13)

ترجمہ:''پس جب کہ صور ایک بار پھونکا جائے گا۔اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی۔آسمان پھٹ جائے گا وہ اس دن بکھرا ہوا ہوگا۔اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔اس دن تم سب سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا''۔

اور جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا زمین اور آسمان کی ہر چیز مدہوش و بے ہوش ہو جائے گی۔سوائے چند فرشتوں کے۔پھر یہ فرشتے بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔

4۔ سورہ الرحمن۔آیت نمبر 27-26

ترجمہ:''زمین پر موجود ہر چیز فنا ہو جائے گی۔صرف اور صرف تیرے رب کی ذات باقی بچے گی جو عظمت اور انعام والا ہے''۔

جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو روحیں جسموں میں واپس آجائیں گی۔پھر تمام مخلوقات زندہ ہو کر کھڑی ہو جائے گی اور حساب کتاب کا مرحلہ آئے گا۔

5۔ سورۃ زمر۔آیت نمبر 70-68

ترجمہ:''اور صور پھونک دیا جائے گا۔پس آسمانوں اور زمینوں والے سب بے ہوش ہو کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ چاہے گا اس کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے اور زمین پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔نامہ اعمال حاضر کئے جائیں گے۔نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کر دیئے جائیں گے اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے اور جس شخص نے جو کچھ کیا ہوگا بھرپور لوٹا دیا جائے گا۔جو کچھ لوگ کر رہے ہیں وہ بخوبی جاننے والا ہے۔''

6۔ حساب کتاب کے لیے گواہ لائے جائیں گے-

سورہ یٰسین،آیت نمبر 65

ترجمہ:''ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے۔ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔ان کاموں کی جو وہ کیا کرتے تھے''۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایک آدمی اپنا گناہ دوسرے سے چھپا سکتا ہے لیکن اپنے بدن کے اعضاء سے نہیں چھپا سکتا۔قیامت کے دن بدن کے ہی اعضاء گواہی دیں گے۔یہ گواہی اس انسان کے خلاف ہوگی۔اگر یہ آیات ہم سمجھ لیں اور ان پر ذرا سا بھی غور کریں تو کبھی بھی گناہوں پر جرات نہ کریں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ''منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور پھر اسی کی ران سے اس کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔اس طرح انسان کا گوشت اور اس کی ہڈیاں گواہ کی طرح باتیں کریں گی-(مشکوۃ المصابیح،حدیث نمبر 5555)

7۔ گناہ گاروں کا کھانا کیا ہوگا؟

سورہ دخان،آیت نمبر 50-43 میں فرمان الٰہی ہے ترجمہ:''بے شک زقوم کا درخت گناہ گاروں کا کھانا ہوگا۔جو تلچھٹ کی طرح ہوگا۔پیٹ میں کھولتا رہے گا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش کھاتا ہے۔اسے پکڑ لو پھر گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم تک پہنچا دو۔پھر اس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب بہایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ چکھتا جا تو بڑی عزت والا اور بڑے آرام والا تھا۔یہی وہ چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے''-

اس کے برعکس سچے ایمان والوں کے لیے الگ معاملہ ہوگا۔

سورہ الزخرف، آیت نمبر 73-68

ترجمہ: ''میرے بندو! آج تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمزدہ ہوگے کیونکہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تھے بھی (فرمانبردار) مسلمان۔ تم اور تمہاری بیویاں ہشاش بشاش (راضی خوشی) جنت میں چلے جاؤ۔ ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیوں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا۔ ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں گے اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں گی۔ سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ بہشت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔ یہاں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے''۔

اسی طرح سورۃ حمٰہ السجدہ آیت نمبر 32-30

ترجمہ: ''(واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ تمہاری دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لیے (جنت میں موجود) ہے۔ غفور و رحیم (معبود) کی طرف سے یہ بطور مہمانی کے ہے''۔

یہاں پر جونُزُ لاً کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مہمان داری کے طور پر شروع میں اللہ کی بہت ساری نعمتیں نازل ہوں گی۔ جیسے ایک مہمان کے لیے بہت ساری نعمتیں بہت ساری مزے مزے کی چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ چاہے وہ مانگے یا نہ مانگے۔ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ یہ بیان کردہ نعمتیں تو شروع میں مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے ملیں گے۔ اس کے بعد تم کو کیا ملے گا؟ وہ عظیم سے عظیم تر ہوگا اور اس کی کوئی گنتی نہ ہوگی۔

درمنثور میں زید بن اسلم ؓ سے روایت ہے کہ موت کے فرشتے مضبوط ایمان والوں کے پاس اچھی خبریں لے کر تین بار آئیں گے۔

1۔ موت کے وقت   2۔ قبر میں   3۔ حشر کے (دن) میدان میں

یہ فرشتے اچھے ایمان والوں کے دنیاوی ساتھی، ان کے دل و دماغ میں اچھی سوچ و فکر ڈالا کرتے تھے۔ اور تکلیف اور دکھ کے وقت ان کو صبر کی تلقین کرتے تھے۔ یہی فرشتے حشر کے میدان میں اہل ایمان کو جنت میں داخل ہونے کا پروانہ دیں گے۔ اس کے برعکس کافروں کو فرشتے کس طرح جہنم میں دھکیلیں گے۔

8۔ سورۃ زمر، آیت نمبر 72-71

ترجمہ: ''کافر گروہ درگروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو جہنم کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے کوئی رسول نہ آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ''ہاں یہ درست ہے''۔ لیکن عذاب کا حکم کافروں کے لیے جاری ہو چکا ہوگا۔ کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ پس سرکشوں کا ٹھکانہ بہت ہی برا ہے''

اسی کے برعکس فرشتے اہل ایمان کو خوشخبری سنائیں گے اور مبارک باد دیں گے اور اہل ایمان اس پر فخر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔

سورہ زمر، آیت نمبر 74-73

ترجمہ: ''اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس (جنت کے پاس) آجائیں گے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو جنت کے نگہبان ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم خوش حال رہو۔ اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔ یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں پس عمل کرنے والوں کا بدلہ کیا ہی اچھا ہے''۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کو گروپ کی شکل میں جنت یا جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ زمر کا مطلب ہے گروپ یا جماعت۔ اس لیے اس لفظ کو اس سورۃ کا نام دیا گیا ہے۔ آخرت میں بھی ہر ایک گروپ کا انجام اکٹھا ہوگا۔ پس اگر ہم اچھے لوگوں کی صحبت میں رہیں گے اور علم نافع کے متلاشی رہیں گے تو انشاء اللہ ہم جنت کے بہترین امیدوار بن جائیں گے۔ گویا یاد رکھنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنے کرم اور فضل سے معاف فرمائیں گے۔ یعنی بالآخر جنت میں داخلہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث ہوگا۔ لوگوں کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں اس صورت میں قبول ہوتے ہیں جب وہ اہل ایمان ہوں اور اپنے وقت کے رسول کی ہدایت کے

مطابق عمل پیراہوں۔جن اعمال کواللہ قبول فرماتا ہےان پرانعام اوراس کے برعکس کسی بھی قسم کی نافرمانی کے نتیجے میں سزااور عذاب سے خبردار کرتا ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پرایمان لانا ضروری ہےاوراس کے بعداللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت فرض کی ہے۔حقوق العباد کی پکڑ بہت زیادہ ہےاس لیے والدین کے حقوق کے بعدرشتہ داروں،غریبوں اور مسافروں کے حقوق کی ادائیگی پرزوردیا گیا ہے۔

سورہ الاسراء،آیت نمبر 27-26 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ:''اوررشتہ داروں کااور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہواوراسراف اور بے جاخرچ سے بچو۔بے جاخرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔اورشیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے''۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جگہ جگہ قیامت کے مناظر پیش کئے ہیں لیکن ہم لوگ قرآن پاک کوناظرہ ہی پڑھ کر یہ پڑھنا کافی سمجھ لیتے ہیں۔قرآن پاک ہماری ہدایت کے لیے آیا ہےاورایک ایک چیز کی ہدایت اس میں موجود ہے۔خاص طور پر قیامت کے مناظر کی تصویر کشی آخیری سپارے میں موجود ہے۔ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا''یارسول اللہ ﷺ آپ بوڑھے ہوگئے ہیں''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''مجھے سورہ ہوداوراس کی بہنوں نے بوڑھا کر دیا۔''(سورہ واقعہ،سورہ تکویر، سورۃ النبا)

سورہ واقعہ میں مذکور ہے کہ روزمحشرلوگوں کی تین ٹولیاں بنادی جائیں گی۔

1۔مقربین 2۔سیدھے ہاتھ والے 3۔الٹے ہاتھ والے۔

مقربین کے لیے جودرجات ہیں وہ بتائے گئےاور پھرسیدھے ہاتھ والوں کے جنت میں درجات کیا ہوں گےاس کے بارے میں بتایا گیا ہےاور پھرالٹے ہاتھ والے۔یعنی جن کے نامہ اعمال الٹے ہاتھ میں دیئے جائیں گے یہ دوزخ میں جانے والے لوگ ہوں گے۔

سورۃ تکویرآیت نمبر 14-1

ترجمہ:''جب سورج لپیٹ دیا جائے گااور جب تارے مانند پڑ جائیں گےاور جب پہاڑ چلائے جائیں گے،جب گابھن اونٹنیاں چھوٹی پھریں گی اور جب وحشی جانور گڈمڈ ہوجائیں گےاور جب سمندر سلگائے جائیں گےاور جب لوگوں کی ٹولیاں بنادی جائیں گے،جب زندہ گڑھی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی اور جب اعمال نامے پھیلا دیئے جائیں گےاور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔اس دن جان لے گا ہرکوئی کہ وہ(آج کے لیے) کیالے کرآیا ہے؟''۔

سورۃ تکویر میں بھی نامہ اعمال کا پیش ہونااورلوگوں کا ٹولیوں میں بٹ جانے کا ذکر ہے۔ایک مسلمان کوقیامت کے منظر کے لیے آخری سپارے کی کوئی سی سورۃ ہی کافی ہے۔بشرطیکہ مسلمان غفلت میں نہ پڑاہواہواس دنیامیں غرق نہ ہو۔

سورۃ الانفطار۔آیت نمبر 5-1

ترجمہ:''جب آسمان پارہ پارہ ہوجائے گااور جب ستارے ٹوٹ جائیں گےاور جب دریاابل پڑیں گے،جب قبریں تلپٹ کردی جائیں گی اور ہرشخص جان لے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجااور کیا پیچھے چھوڑا ہے''۔

سورۃ الانشقاق آیت نمبر 12-1

ترجمہ:''جب آسمان پھٹ پڑے گااوراپنے رب کا حکم سن لے گااور آسمان اس لائق ہےاور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور کھینچی جائے گی تو نکال ڈالے گی جواس میں ہےاور یہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اور یہ اسی لائق ہے۔اے انسان تواس دنیامیں مشقت کرتے کرتے ایک دن رب کے پاس حاضر ہوجائے گا۔پھر تجھے اس سے ملنا ہے۔سوجس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں ملااس سے آسان حساب لیں گےاور وہ اپنے لوگوں کے پاس خوشی خوشی پھرے گااور جس کا نامہ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے ملا ہو وہ موت،موت پکارے گااور آگ میں پڑے گا''۔

سورۃ بروج آیت نمبر 12 میں فرمان الٰہی ہے۔

ترجمہ:''بے شک تیرے رب کی پکڑ زبردست ہے''۔

پھر سورۃ بروج کی آیت نمبر 20 میں فرمایا

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے''۔

سورۃ الغاشیہ آیت نمبر 16-1 غاشیہ کا مطلب قیامت، اوپر سے ڈھانپ لینے والی۔

ترجمہ: ''تجھے کچھ خبر پہنچی ہے اس ڈھانپ لینے والی کی، کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔ محنت کش تھکے تھکے ہوں گے۔ یہ دھکتی ہوئی آگ میں گریں گے۔ ان کو ایک کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی پلایا جائے گا۔ ان کے پاس کھانا ہوگا کانٹوں اور جھاڑ کا جو نہ بھوک میں کام آئے گا اور نہ پیاس مٹا سکے گا۔ کتنے ہی منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنی کمائی سے راضی۔ اونچے باغوں میں ہوں گے۔ کوئی غلط بات نہ سنیں گے وہاں ایک بہتا ہوا چشمہ ہے اس کے گرد اونچے تخت بچھے ہونگے اور آبخورے سامنے چنے ہوئے (کھانے کی چیزیں) اور غالیچے اور مخمل کے گدے برابر درجہ بہ درجہ بچھے ہوئے اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔''

سورہ فجر آیت نمبر 14 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ: ''تحقیق تیرا رب البتہ گھات میں ہے''

یعنی اللہ تعالیٰ اس جہان کے ادلتے بدلتے حالات میں ہر انسان کو کام کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے اور بھانپ رہا ہے۔ ہر ایک پر اس کی نگاہ ہے۔ اس لیے کہ اس نے ہر ایک کے اعمال کے مطابق اسے دنیا اور آخرت میں جزا اور سزا دینا ہے۔

سورہ فجر آیت نمبر 30-27 (ان آیات میں اللہ تعالیٰ بہترین ارواح سے مخاطب ہے)

ترجمہ: ''اے اطمینان پانے والے نفس (اے وہ جس نے چین پکڑ لیا) چل اپنے رب کی طرف کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس داخل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری بہشت میں''۔

اسی طرح سورہ القارعہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ھے! (جب قیامت آئے گی تو بس پکڑ کر ہلا ڈالے گی)۔ اس دن آدمی پروانوں اور پتنگوں کی طرح ہوں گے۔ پہاڑ دھنی ہوئی اُون کی طرح اڑ رہے ہوں گے (نامہ اعمال تولے جائیں گے) پس جن کے نامہ اعمال بھاری ہوں گے (نیک کاموں سے بھاری) وہ خوش وخرم ہوں گے اور جن کے نامہ اعمال ہلکے ہوں گے (نیک کام کئے ہی نہیں دنیا کے عیش اور غفلت میں پڑے رہے) وہ گہرے گڑھے والے ہوں گے اور انسان کیا جانے کہ گہرا گڑھا کیا ہے؟ یہ آگ ہے دہکتی ہوئی''۔

سورۃ التکاثر آیت نمبر-2-1 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس زمین کی غفلت پر تنبیہ کرتے ہوئے شروع ہی سے یہ انداز اپنایا ہے۔

ترجمہ: ''غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی کثرت نے۔ حتیٰ کہ قبریں جادیکھیں''۔

یعنی دنیا کے اندر مال، اولاد اور دنیا کے ساز وسامان کے جمع کرنے میں اتنی فرصت ہی نہ ملی کہ اپنے رب کے احکامات کو دیکھ ہی لیتے۔ تمہیں دنیا میں ایک دوسرے سے فوقیت حاصل کرنے سے فرصت ہی نہ ملی۔ یعنی اس دنیا نے تمہیں اپنے اندر الجھائے رکھا اور آخرت سے غافل کئے رکھا یہاں تک کہ قبروں میں آئے تو آنکھیں کھلیں اور اب آنکھیں کھلیں تو کیا کھلیں؟ جب کہ عمل کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب مرتے ہی قبر کے عذاب کا مزا چکھو گے۔ یعنی پہلے مرنے کی تکلیف پھر قبر کی تکلیف اور پھر حشر کا عذاب سامنے ہے لیکن یہ حسرت بے کار جائے گی۔ یعنی قبر کا عذاب تو مرتے ہی سامنے آجائے گا۔ پھر قیامت کے دن کی ہولناکیاں ہوں گی جس دن سوال کیا جائے گا کہ دنیا کی نعمتوں میں آخرت کو یاد کیوں نہ رکھا؟ عمل کا وقت دنیا کی دل لگی میں کیوں برباد کیا؟ اس آرام والی زندگی میں اللہ کی نعمتوں سے کام لیا لیکن مالک حقیقی کے احکامات کو کیوں نظر انداز کر دیا؟ یوں تو قرآن پاک کی ایک چھوٹی سی سورۃ کے متعلق امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سورہ العصر پورا قرآن ہے۔ یعنی پورے قرآن پاک کا پیغام اس کے اندر سمو دیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''قسم عصر کی انسان البتہ گھاٹے میں ہے مگر جو لوگ یقین لائے (ایمان لائے) اور اچھے کام کئے اور آپس میں کہتے رہے دین پر قائم رہنے کو اور برداشت کرنے کو''

یہاں پر ارشاد ہے زمانہ ہر لحہ گزرتا چلا جاتا ہے اور اگر زمانے کو یونہی گزرنے دیا جائے گا تو انسان گھاٹے میں رہے گا۔ اس لیے اسے یہ چار کام کرنے چاہییں۔

1۔ اللہ پر اس کے رسولوں پر اور آخرت پر ایمان لائے۔

2۔ ایک دوسرے سے مل جل کر نیک کاموں میں مصروف رہے۔

3۔ آپس میں ایک دوسرے کو حق اور سچائی پر قائم رہنے کی تاکید کرتے رہیں۔

4۔اچھے کاموں کے کرنے میں جودشواریاں آئیں انہیں برداشت کرے۔یعنی کسی بھی قسم کی مصیبت سے ہمت نہ ہارے اوردوسروں کوبھی یہی باتیں سمجھاتے رہیں۔

مندرجہ بالاتمام باتیں پورے قرآن پاک کی ہدایت ہیں۔جنہوں نے ان باتوں پرعمل نہ کیااگرہم ان کے حالات اوران کی تاریخ دیکھیں توہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کوکبھی اصل کامیابی نہ نصیب ہوئی ہے نہ ہوگی۔اصل کامیابی تو آخرت کی فلاح ہے۔ساراقرآن پاک اسی کی تفصیل ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان چھوٹی سی تین آیات میں سب کچھ ہی کہہ دیا ہے۔کیاانسان کواس سے سبق نہیں سیکھنا چاہیے کہ وہ مالک کی خدمت میں دل وجان سے حاضر رہے اور جوحکم ہوا سے فوراً بجالائے لیکن افسوس انسان اپنے رب کے احسانات پرنظرہی نہیں کرتااوردنیا کامال ومتاع جمع کرنے میں لگارہتا ہے۔اورجب فائدہ حاصل ہوجاتا ہےتواپنےاوپرفخرکرتاہے۔رب کی عنایات پرنظرنہیں کرتا۔اس لیے ناشکرا کہلاتا ہے۔

قرآن پاک میں رب تعالیٰ صاف فرماتا ہے:(مفہوم-سورہ واقعہ،آیت نمبر 64-63)ARRANGE LIKE BAND

پالتا ہے بیج کو مٹّی کی تاریکی میں کون؟   کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سحاب؟

کون لایا کھینچ کر پچھّم سے بادِسازگار؟   خاک یہ کس کی ہے، کس کا ہے یہ نُورِ آفتاب؟

کِس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب؟

موسموں کو کِس نے سِکھلائی ہے خُوئے انقلاب؟

تویہ سب کرنے والا وہ ہے جس نے یہ تمام کائنات ہمارے لیے بنائی اورہمیں اپنے لیےیعنی اپنی فرمانبرداری کے لیے۔اب اگرہم سچے مسلمان بن کرزندگی رب چاہی گزاریں گےتوروزمحشرقیامت کی ہولناکیوں سے اپنے آپ کوبچالیں گےاوراگرہم غفلت اورنافرمانی میں یہ زندگی گزاردیں گےتوروزمحشرحسرت اورندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔قیامت کی ہولناکیوں میں لوگوں کوجہنم میں دھکیل جانے کاحکم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سورہ تحریم،آیت نمبر 6 میں فرماتا ہے

ترجمہ:''اے ایمان والواپنی جانوں کواوراپنے آپ کواس آگ سے بچاؤجس کاایندھن آدمی اورپتھرہیں اوراس پر(جہنم پر)جوفرشتے مقررہیں وہ سخت کلام اورزبردست ہیں۔وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔اورجواللہ تعالیٰ انہیں فرماتا ہے وہی کرتے ہیں''۔

مندرجہ بالاآیت کاپہلاحصہ ''اے ایمان والوبچاؤاپنے آپ کواوراپنے گھروالوں کوآگ سے''(یعنی جہنم کی آگ سے)۔

یہاں پراپنے آپ کواوراپنے گھروالوں کوآگ سے بچانے کے لیے کہا گیا ہے۔آگےاس کی تفصیل ہے کہ وہ آگ کیسی ہے؟۔وہ آگ دنیا کی آگ سے ستر کروڑگناہ زیادہ گرم ہوگی۔آیت میں آگے اس آگ کاایندھن کیسے تیارکیا گیا ہے یعنی اس آگ کاایندھن پٹرول،تیل،لکڑی،کوئلہ وغیرنہیں ہوں گے بلکہ اس کاایندھن انسان اورپتھرہوں گے۔اس سے آگے آگ پرمقررفرشتوں کاذکرکیا گیا ہے۔یعنی اس آگ پرایسے فرشتے مقررہیں جوسخت ہیں اورسخت مزاج ہیں کہ مجرموں پران کورحم نہیں آتا۔اس کے بعداس آیت میں فرمایا''وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی اورنافرمانی نہیں کرتے''۔یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ ان کی خوشامدکرکے ان تک سفارشی پہنچاکریاان کوکوئی رشوت وغیرہ دے کران سے چھوٹ جائیں۔آگے فرمایا کہ''جس کام کاانہیں حکم دیا جاتا ہےاس کووہ کرکے چھوڑتے ہیں''۔یعنی انسانوں کوجہنم میں ڈالنے یاجہنم میں پڑے رہنے دینے کاان کوجوبھی حکم دیا جاتا ہے وہ اس کے خلاف نہیں کرتے۔اگراللہ تعالیٰ نے کسی انسان کے لیے جہنم کافیصلہ کرلیا ہےتوپھروہ شخص ان زبردست فرشتوں کے ہاتھوں سے چھوٹ نہیں سکتا۔

قیامت یوم محشرہےجس کی ہولناکیوں کاکچھ ذکراوپرکیا گیا ہے۔یہ نافرمانوں کے لیےسخت ترین اورفرمانبرداروں کے لیے باعث سکون ہوگا''۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس عمل کی زندگی میں اس بڑی اورنہ ختم ہونے والی زندگی کے لیےتوشہ تیارکرنے کی توفیق عطافرمائے۔قرآن پاک ہمیں باربارجھنجھوڑرہاہےاوراعلان کررہاہے کہ:(سورہ الحشر،آیت نمبر 18)

ترجمہ:''جلدہی انسان دیکھ لے گا کہ اس(اس کے ہاتھوں نے)کل کے لیے کیابھیج رکھاہے''؟۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حساب کتاب

آج وہ دن شروع ہو گیا۔ جب غفلت کے ماروں کو جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں اور کبھی نہ ختم ہونے والے عذابوں کا حصہ بن جانا تھا۔ یعنی روز قیامت۔ سختی اور حساب کتاب کا دن۔ اس بھیانک دن کے آغاز میں میں اپنے گھر میں تھا۔ اس گھر کا نقشہ خارجی دنیا کے کسی شخص کو سمجھایا نہیں جا سکتا۔ یہ ظاہر بین نظر کے لئے قبر کا ایک گڑھا تھا۔ مگر آخرت کی دنیا کا پہلا دروازہ۔ وہ دروازہ جسے اندر سے کھولا نہیں جا سکتا۔ مجھے اس دروازے کے کھولنے میں کوئی دلچسپی بھی نہ تھی۔ کیونکہ میں اس دروازے سے گزر کر برزخ کی اس دنیا میں داخل ہو چکا تھا جس میں میرے لئے ایک نہ ختم ہونے والی راحت تھی۔ برزخ کی دنیا میں داخل ہوتے وقت **ملک الموت عزرائیل** نے مجھے جس شخص کے حوالے کیا تھا وہ صالح تھا۔

آغاز قیامت سے پہلے میرے اس گھر میں میرا ہمدم، میرا محبوب صالح میرے پاس آیا۔ صالح وہ فرشتہ ہے جو دنیا کی زندگی میں میرے دائیں ہاتھ پر رہتا تھا۔ اس کی قربت موت کے بعد کی زندگی میں میرے لئے ہمیشہ ہی باعث طمانیت رہی۔ اور آج بھی ہمیشہ کی طرح ہماری گفتگو جاری تھی۔ ''دوست یہ تو بتاؤ کہ تمہاری ڈیوٹی میرے ساتھ کیوں لگائی گئی ہے؟'' اس نے جواب دیا ''بات یہ ہے عبداللہ کہ میں اور میرا ساتھی دنیا میں تمہارے ساتھ ڈیوٹی دیا کرتے تھے میں تمہاری نیکیاں لکھا کرتا تھا۔ تم مجھے دو منٹ بھی فارغ نہیں رہنے دیتے تھے۔ کبھی قرآن، کبھی نماز، کبھی ذکر، کبھی اللہ کی یاد میں آنسو، کبھی انسانوں کے لئے دعا، کبھی اللہ کی راہ میں خرچ اور کبھی خدمت خلق وغیرہ۔ میرا ساتھی فرشتہ فارغ ہی رہتا تھا۔ یا پھر ایک وقت کچھ لکھتا تو کچھ ہی دیر بعد اپنے اس لکھے ہوئے کو مٹا تا اور تمہیں برا بھلا کہتا کہ اگر (توبہ کر کے) اسے مٹوانا ہی تھا تو پھر اسے لکھوایا ہی کیوں تھا؟ آخر اس نے تنگ آ کر تمہارے اس گھر میں داخل ہونے سے پہلے (قبر میں داخل ہونے سے پہلے) اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''الٰہی اس شخص سے میری جان چھڑائیں میں اس کے کسی کام کا نہیں''۔ اس لئے موت کے بعد سے اب صرف میں ہی تمہارے ساتھ رہتا ہوں۔ چند لمحوں کے بعد اس نے کہا ''عبداللہ اسرافیل کو حکم مل چکا ہے اللہ کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے''۔

قیامت کا دن شروع ہو گیا ہے۔ اسرافیل دوسرا صور پھونک رہے ہیں۔ اس وقت اس کی صدا بہت ہلکی ہے۔ ابھی اس کی آواز سے صرف وہ لوگ اٹھ رہے ہیں جو پچھلی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فرمابرداروں میں سے تھے "اور "باقی"؟ میں نے حیرت سے پوچھا۔" تھوڑی ہی دیر میں اسرافیل کی آواز بلند ہوتی چلی جائے گی۔ پھر یہ آواز ایک دھماکے میں بدل جائے گی۔ اس وقت باقی سب لوگ بھی اٹھ جائیں گے۔ مگر وہ اٹھنا بہت تکلیف دہ ہوگا۔ **اس وقت صرف انبیاء کرامؑ، صدیقین، شہدا اور صالحین (اولیا کرامؒ) اپنی اپنی قبروں سے باہر آئیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کامیابی کا فیصلہ دنیا میں ان کے مرتے وقت کر دیا گیا تھا۔ یہ بن دیکھے ایمان لانے والے۔ نیک عمل کرنے والے مصیبتوں پر صبر کرنے والے۔ عنائتوں پر شکر کرنے والے اللہ تعالیٰ سے محبت اور مخلوق سے شفقت کرنے والے تھے"۔**

" مگر میں تو جنت میں تھا"۔ میں نے حیرت سے کہا۔"میرے دوست وہ برزخ کا زمانہ تھا۔ اصل زندگی تو اب شروع ہوگی"۔ صالح نے مجھے بتایا۔

ہم میدان حشر کو تیزی سے عبور کرتے ہوئے عرش الٰہی کے سائے کی طرف جا رہے تھے۔ اس وقت میدان میں بہت ہی کم لوگ تھے لیکن جو تھے سب ایک ہی سمت میں بھاگ رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا ان میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ بھی ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی صالح نے مجھے بتایا"وہ تو سب کے سب پہلے ہی اٹھ چکے ہیں۔ ہم انہیں کی طرف جا رہے ہیں اور اب ان کے ساتھ ہی زندگی گزاریں گے"۔"میرے گھر والے کہاں ہیں"؟ صالح نے مجھ سے آنکھیں چراتے ہوئے کہا" آج ہر شخص تنہا ہے۔ کوئی کسی کے کام نہیں آ سکتا۔ اگر ان کے اعمال اچھے ہوں گے تو یقین رکھو کہ وہ تم سے آملیں گے"۔

وہ دیکھو عرش الٰہی کے سائے والا علاقہ شروع ہونے والا ہے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ میدان کے وسط میں ایک فلک بوس پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ کا نام اعراف ہے ہم اس کی طرف چلتے ہیں" صالح نے کہا" ہمیں اس پہاڑ کے اوپر جانا ہے۔ وہاں سارے نبی اور ان کی امت کے وہ لوگ جمع ہیں۔ جنہوں نے نبیوں کی اتباع کی اور لوگوں کو دین حق کی دعوت دی۔ یہ لوگ یہاں سے ہی انسانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ دیکھتے رہیں گے۔ اسی جگہ سے انہیں انسانوں پر گواہی دینے کے لئے بلایا جائے گا"۔

تھوڑی ہی دیر میں ہم اس پہاڑ کے اوپر چڑھنے لگے۔ اوپر جا کر مجھے احساس ہوا کہ نیچے سے جو جگہ پہاڑ کی چوٹی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ تو ہموار میدان تھا۔ تاہم اس ہموار زمین پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بلند بالا قلعہ نما عمارت بنی ہوئی تھیں۔ یہ مختلف انبیاء کی عارضی قیام گاہیں ہیں۔ ان ہی کی بنا پر پہاڑ کو اعراف کہا جاتا ہے۔ جانتے ہو کہ اعراف کا مطلب کیا ہے؟'' بلندیوں کا مجموعہ''۔ اندر کا نظارہ بے حد خوبصورت تھا۔ صالح نے بتایا" تخت پر بیٹھنے والے حضرات انبیا کرامؑ ہیں۔ اور ان کے گرد بیٹھنے والے لوگ ان کی امت کے شہدا اور صدیقین"۔ پھر واضح کیا" صدیقین وہ لوگ ہیں

جنہوں نے نبیوں کی زندگیوں میں ان کا ساتھ دیا اور شہداء وہ لوگ ہیں جنہوں نے انبیاء کے بعد ان کی دعوت کو آگے پہنچایا"۔ پھر صالح نے مجھے بتایا "تمام انبیاء کرامؑ سے ملنے کا ابھی وقت نہیں ہوگا۔ تاہم کچھ انبیاء سے آپ کی ملاقات کروادی جائے گی"۔ پھر وہ پیغمبران جو میری عظمتوں کا نشان تھے میں ان سے مل رہا تھا۔

میں نے دیکھا کہ یہ تمام لوگ ایک قسم کی فکر میں مبتلا ہیں۔ میں نے صالح سے ان کے تفکر کی وجہ معلوم کی تو صالح نے جواب دیا کہ "تمہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ اس وقت حشر کے میدان میں کیا قیامت برپا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عذاب کے شدت اتنی زیادہ ہے کہ ہر نبی اپنی امت کی فکر میں غرق ہے" لوگ سینکڑوں برس سے یہ خواری کاٹ رہے ہیں۔ "لیکن ہمیں تو یہاں آئے ہوئے بمشکل دو گھنٹے گزرے ہوں گے"؟ "عبداللہ آج کا دن کامیاب لوگوں کے لئے گھنٹوں کا ہے اور باہر موجود لوگوں کے لئے انتہا کا سخت اور مصیبت کا ایک بے حد طویل دن ہے۔ باہر صدیاں گزر گئیں ہیں کہ لوگ مصیبت میں گرفتار ہیں"۔

صحابہ کرامؓ اور مہاجرین حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ امت محمدیہ ﷺ کے اولین اور آخرین کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور آپ خاتم النبیین ﷺ سب کے درمیان میں موجود تھے اور دعا فرما رہے تھے۔ میں نے صالح سے پوچھا "یہ حساب کتاب کب شروع ہوگا"؟ "یہ کسی کو معلوم نہیں"۔ اس نے سپاٹ سا جواب دیا۔ پھر کہا "عبداللہ اٹھو دیکھو تم سے کون ملنے آیا ہے" میرے سامنے ایک نہایت ہی پروقار ہستی تھی انہوں نے فوراً ہی کہا۔ "مرحبا عبداللہ میرا نام ابوبکرؓ ہے۔ میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں"۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ میں بھی پرجوش انداز میں بغلگیر ہوگیا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اس وقت بارگاہ الٰہی میں حمد و ثنا اور دعا کرنے میں مصروف تھے۔ "عبداللہ تم نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے بعد میں مل سکتے ہو۔ اس وقت میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ "نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی دعا قبول ہوگئی ہے کہ لوگوں کا حساب کتاب شروع کیا جائے۔ اس قبولیت کی گھڑی میں تم نے بھی ایک دعا کی تھی وہ یہ کہ تم حشر کے میدان میں جا کر وہاں کا احوال دیکھنا چاہتے تھے۔ تمہیں اجازت مل گئی ہے۔ حساب کتاب کچھ دیر کے بعد شروع ہوجائے گا۔ تم احوال روز محشر دیکھ سکتے ہو۔ یہی پیغام دے کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے"۔ یہ سن کر میرے چہرے پر خوشی کے تاثرات ظاہر ہوگئے۔ "باہر بہت سخت ماحول ہے اگرچہ صالح تمہارے ساتھ ہوگا لیکن پھر بھی تم یہ مشروب پی لو یہ آب کوثر ہے"۔ آپؓ نے مسکراتے ہوئے کہا "میں نے دونوں ہاتھ بڑھا کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ سے وہ مشروب لے لیا۔ گھونٹ پیتے ہی جو تسکین مجھے ملی۔ وہ صدیوں کے پیاسے کو بھی پانی کا پہلا گھونٹ پینے سے نہیں ملتی"۔ ہم عرش الٰہی کی طرف سے چل کر میدان حشر کی طرف نکل آئے۔

عرش الٰہی کے سائے سے نکلتے ہی انتہائی گرم ماحول کا احساس ہوگیا۔ ہوا بالکل بند، لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے، پانی کا نام و نشان نہیں۔ لوگوں کی گھبراہٹ اور چیخ و پکار کے عبرت ناک مناظر، چہروں پر دہشت، آنکھوں میں خوف، ناک خون آلود، پسینہ سے شرابور، وجود مٹی سے اٹا ہوا، پاؤں میں چھالے، اور ان میں خون اور پانی۔ یاس و ہراس کا یہ منظر میں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اگر جام کوثر کا اثر نہ ہوتا تو معلوم نہیں میرا کیا حشر ہوتا؟

حشر کے میدان میں جو پہلی شخصیت مجھے نظر آئی وہ میرے استاد فرحان احمد کی تھی۔ انہوں نے دور سے مجھے دیکھا اور تیزی سے میری آنکھوں سے دور ہونے کی کوشش کی۔ "انہیں روکو، انہیں روکو یہ میرے استاد ہیں"۔ لیکن صالح نے مجھے ان کی طرف جانے سے روک دیا اور کہا "دیکھو عبداللہ اپنے استاد کی رسوائی میں اور اضافہ نہ کرو۔ اور جان لو کہ اس وقت اگر کوئی شخص خوار اور خراب ہو رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسوٹی پر کھوٹا سکہ نکلا ہے"۔ "مگر میں نے تو علم، خدا پرستی، آخرت کی فکر اور اخلاق کی تمام باتیں انہیں سے سیکھیں تھیں"۔ "سیکھی ہوں گی"۔ صالح نے لاپرواہی سے کہا۔ "مگر ان کا علم ان کی شخصیت نہ بن سکا" پھر کہا دیکھو۔ "عبداللہ! **اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے علم، ان کے ظاہر اور ان کی باتوں پر نہیں پرکھتا۔ وہ تو عمل، اخلاص اور سیرت کو دیکھتا ہے۔ اور آج کے دن تو اہل علم کا احتساب بہت سخت ہوگا جو باتیں عام لوگوں کے لئے عذر بن جائیں گی۔ وہ اہل علم کے لئے پکڑ بن جائیں گی**"۔ "مگر انہوں نے بڑی قربانیاں دی تھیں"۔ "ہاں اُن کا بدلہ دنیا میں ان کو دے دیا گیا تھا۔ **علم کی غلطیاں معاف ہوسکتی ہیں لیکن عمل و اخلاق کی غلطیاں معاف نہیں ہوتیں**"۔

"عبداللہ تم میدان حشر کے احوال جاننے کے شوق میں اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آ تو گئے ہو۔ یہاں تمہیں ایسے بہت سے مناظر دیکھنے ہوں گے۔ میں تمہیں مزید صدمات سے بچانے کے لئے ابھی سے یہ بات بتا رہا ہوں کہ تمہاری بیوی، تین بیٹیاں اور دو بیٹوں میں سے تمہاری ایک بیٹی لیلیٰ اور ایک بیٹا جمشید بھی اس میدان میں خوار ہو رہے ہیں"۔ صالح کی یہ بات سن کر میری آنکھوں میں چکر آ گیا۔ "اب کیا ہوگا"؟ "ظاہر ہے حساب کتاب ہوگا"۔ اس نے دوٹوک جواب دیا پھر کہا:

"سنو عبداللہ جن لوگوں نے زندگی میں نیکیاں کمائی تھیں خالق اور مخلوق کے حقوق پورے کئے تھے۔ ان کی موت ہی ان کا پروانہ نجات بن کر آئی تھی اور پہلے برزخ اور پھر حشر کے دن شروع ہی سے انہیں عافیت نصیب ہوگئی تھی"۔ "مگر گناہ تو سب کرتے ہیں- ان لوگوں نے گناہ نہیں کئے تھے کیا؟" "ہاں گناہ انہوں نے بھی کئے

تھے مگران کے چھوٹے موٹے گناہ ان کی نیکیوں نے ختم کر دیئے تھے۔ کبھی بڑا گناہ ہوگیا تو توبہ کرلی اور آنسوں نے ان کے گناہ کو دھوڈالا۔ ایسے تمام لوگ پاک اور صاف ستھرے لوگ اس وقت عرش کے سائے میں موجود ہیں اور ان ہی میں سے تم بھی ہو"۔ پھر کچھ رک کر کہا:" اس کے برعکس جن کے نامہ اعمال میں ایسا جرم ہوا جو ایمان ہی کو غیر موثر کر دے، جیسے کفر، شرک، منافقت، قتل، زنا، ارتداد، یتیموں کا مال کھا لینا، اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کرنا، یا اس نوعیت کے دیگر جرائم تو میزان عدل میں ایسے لوگوں کے گناہوں کا پلڑا بھاری ہوگا اور انہیں جہنم کی سزا سنادی جائے گی۔" لیکن انسان توان دوانتہاؤں کے درمیان بھی ہوتے ہیں۔ جن کے پاس ایمان اور کچھ نہ کچھ عمل صالح کا سرمایا بھی ہے۔ مگر وہ دنیا میں گناہ بھی کرتے رہے اور توبہ بھی نہ کی۔ ایسے لوگوں کو اپنے گناہوں کی پاداش میں حشر کے دن کی سختی جھیلنی ہوگی یہ سختی ہر شخص کو اس کے گناہ کے حساب سے پہنچے گی۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت نجات کا سبب بن جائے گی"۔

میں نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا" مگر ابھی تو حساب کتاب ہی ہوتا نظر نہیں آرہا"۔ صالح نے کہا" نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی دعا قبول ہوگئی ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ اس وقت تک اپنی قبر سے نکل کر یہاں پہنچے ہی نہ ہوں۔ یہاں تک پہنچنا بھی اعمال کے مطابق ہوگا۔ لوگ دوڑ رہے ہیں۔ بھوک، پیاس، گرمی۔ لیکن اسرافیل کے صور نے لوگوں کو اس سمت آنے پر مجبور کر دیا ہے۔ صالحین کے ساتھ تو فرشتے تھے جو فوراً ان کو یہاں لے آئے"۔

اچانک ایک لڑکی چیختی ہوئی میرے قدموں میں گر گئی۔" ابو مجھے بچالیں۔ ابو جمشید بھی آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں"۔ یہ میرے بڑے بیٹے جمشید کی بیوی ہما تھی۔ " مجھے بچا لیجئے ابو آپ تو اللہ کے محبوب ہیں"۔" جمشید کہاں ہے؟" "وہ وہاں پڑے ہیں"۔

ہما ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی تھی لیکن ماضی کا جمال روز حشر کی سختی میں دفن ہوگیا تھا۔ سراپا حسرت، سراپا وحشت، سراپا ندامت، وہ بولے جارہی تھی" ابو میں بہت بری ہوں، خود بھی برباد ہوئی اور اپنے شوہر اور بچوں کو بھی برباد کر دیا"۔ اب صالح خاموش نہ رہ سکا۔" ہما بی بی" صالح نے غصے میں" یہ بات تو تمہیں دنیا میں سوچنی چاہیے تھی مگر یاد کرو دنیا میں تم کیا کہا کرتی تھیں؟ تمہیں تو شاید نہ یاد ہو میں تمہیں یاد دلاتا ہوں"۔

یکلخت ایک منظر سامنے آگیا۔ یہ جمشید اور ہما کا کمرہ تھا مجھے لگا میرے اردگرد کا ماحول غائب ہوگیا ہے اور میں اس کمرے میں ہی کہیں موجود ہوں اور براہ راست سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔" جمشید اب ہمیں کسی ویسٹرن کنٹری میں شفٹ ہوجانا چاہیے"۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہوئی ہما نے اپنے کٹے ہوئے بالوں میں برش کرتے ہوئے کہا۔ جمشید بیڈ پر لیٹا ہوا ٹی وی دیکھ رہا تھا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تم نے سنا" جمشید میں نے کیا کہا ہے"؟۔" میں نے سن لیا لیکن میرا پورا خاندان یہاں ہے میں انہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے تمہارے ساتھ چلا جاؤں"؟" ویسے ہی جیسے تم اب اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر یہاں آگئے ہو"۔" لیکن یہاں سے تو میں اپنے ماں باپ کے پاس جاتا رہتا ہوں اور پھر ہر سال ہم فارن کا ایک ٹرپ لگا لیتے ہیں۔ مستقل جانے کی ضرورت کیا ہے؟"" نہیں اب بچے بڑے ہو رہے ہیں میں نہیں چاہتی کہ انہیں ان کے دھدیال کی ہوا لگے ورنہ ان کے مستقبل کا کیا ہوگا؟"" تم آخر میرے ماں باپ کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہو؟۔ انہوں نے میری خاطر تم سے میری شادی کر دی حالانکہ تمہارے اطوار انہیں بالکل پسند نہ تھے"۔" لیکن کیا تم یہاں خوش نہیں ہو؟ پاپا نے اپنے بزنس میں تمہیں شریک کیا۔ گاڑی تمہیں دی، رہنے کے لیے یہ خوبصورت بنگلہ دیا ورنہ اب تک اپنی اس پرانی موٹر سائیکل کے ساتھ اس ٹوٹے پھوٹے گھر میں پڑے ہوتے۔ جمشید تم سراسر فائدے میں ہو"۔" لیکن ابو کہتے ہیں اصل فائدہ آخرت کا حاصل کرلینا ہے۔ نفع نقصان کا فیصلہ تو قیامت میں ہوگا"۔" یار چھوڑو ان باتوں کو کوئی قیامت نہیں آنی۔ مجھے ان باتوں سے چڑ ہے اتنا ہی تمہیں حلال اور حرام کا خیال ہے تو پاپا کا بزنس چھوڑ دو"۔" بزنس تو چھوڑ دوں اس کے بعد تمہیں کیسے چھوڑوں؟ جن مہنگے سکولوں میں تم نے بچوں کو داخلہ دلوادیا ہے جاب کرنے سے ان کی فیس تک ادا نہیں ہوسکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے عشق نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ ورنہ میں جس خاندان سے ہوں وہاں حلال اور حرام کا بہت خیال رکھا جاتا ہے"۔ اب ہما میک اپ سے فارغ ہو چکی تھی۔" چلو چھوڑو ان فضول باتوں کو باہر پاپا ہمارا انتظار کر رہے ہیں"۔ صالح نے اشارہ کیا منظر ختم ہوگیا۔ صالح نے کہا" جاؤ بی بی اپنی راہ لو"۔ اس کے آگے شاید صالح کچھ اور کہتا ہما چیختی چلاتی وہاں سے چلی گئی۔ اس منظر کو دیکھ کر میری حالت ڈانواں ڈول ہوگئی۔ صالح نے مجھے سنبھالا ہم آگے بڑھے زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ چودھری مختار جمشید کے سسر مجھے نظر آئے۔ انہوں نے جلدی سے مجھے گلے لگانا چاہا لیکن صالح نے دور ہی سے انہیں روک دیا۔" دور رہ کر بات کرو"۔ چودھری صاحب کے جوش میں کمی نہ آئی" مجھے یقین تھا عبداللہ تم مجھے ڈھونڈتے ہوئے یہاں آؤ گے۔ تمہیں تو معلوم ہے عبداللہ میں نے ایک مسجد تعمیر کروائی۔ اس کا سارا خرچہ میں برداشت کرتا تھا اور یتیموں اور بیواؤں پر کتنا پیسہ خرچ کرتا تھا۔ بس آج تم میری مدد کر دو یہاں تو کوئی سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتا"۔ اب صالح خاموش نہ رہ سکا اس نے کہا" حرام کی کمائی سے بنائی ہوئی مسجد تمہیں کیا دے گی؟ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تو کیا ہوا؟ یہ تو بتاؤ کہ ملک کی مشہور اداکارہ کا قرب خریدنے کے لئے کتنی رقم خرچ کی

تھی؟ ذرا پیچھے دیکھیں آپ کی محبوبہ بھی کھڑی ہیں" - میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک چڑیل نما عورت کو کھڑا پایا۔ "یہ ہیں چودھری صاحب کی داشتہ جنہوں نے بھڑکتے اور نیم عریانی رقصوں سے معاشرے میں فحاشی پھیلائی" ۔ یہ کہتے ہوئے صالح نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم آگے بڑھ گئے۔

" عبداللہ تمہارے زمانے میں زیادہ تر لوگ دنیا پرست، فیشن پرست، مطلب پرست اور فرقہ پرست تھے- یہی لوگ اب حشر کے میدان میں سیر کر رہے ہیں"(خوار ہو رہے ہیں) پھر صالح نے مجھے گلے سے لگایا اور کہا" عبداللہ تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ اس نئی دنیا میں تم کیا حیثیت رکھتے ہو۔ تمہارے ساتھ رہنا میرے لئے بڑی عزت کی بات ہے۔ یہ عزت افزائی مجھے دنیا میں تمہارے ساتھ رہ کر ہر وقت کی مشقت کی وجہ سے ملی ہے" ۔ "یہ اللہ کی عنایت تھی" میں نے انکساری سے جواب دیا۔

" مگر یہ عنایت صرف خدا پرستوں پر ہوئی ہے سرکشوں، مفسدوں اور غافلوں پر نہیں" ۔ اس نے دوٹوک الفاظ میں کہا۔

ایک جگہ پہنچ کر صالح نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا'' ناعمہ نام ہے نا تمہاری بیوی کا'' میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ صالح نے انگلی سے اشارہ کیا یہ خیمہ ہے اس کا۔ یہ کہتے ہوئے اس نے خیمہ کا پردہ اٹھایا۔ ناعمہ کا مطلب ہے روشنی، نور۔ یہ روشنی ناعمہ کے چہرے سے پھوٹ رہی تھی۔ "میں تم سے کہا کرتا تھا ناعمہ کہ زندگی میں تھوڑا سا صبر کرلو ہم جیت جائیں گے۔ ہمیں جیتنا ہی تھا۔ ناعمہ اللہ نہیں ہارتا، اللہ والے بھی نہیں ہارتے، کبھی نہیں ہارتے" ۔

ناعمہ نے زندگی کے ہر لمحہ میں میرا ساتھ دیا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو عام کرنے کے لئے اپنی فانی زندگی اللہ تعالیٰ کے نام کر دی تھی۔ میں نے جوانی اور جوانی کے بہترین سال اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیئے تھے۔ اپنی ادھیڑ عمر کی صلاحتیں اور اپنے بڑھاپے کی آخری توانائیاں، اس کی راہ میں لگا دی تھیں۔ اور اب ہم دونوں ہی شیطان کے خلاف یہ جنگ جیت چکے تھے۔

"یہاں کی زندگی میں تو بڑی ٹوٹ پھوٹ ہوگی کسی کی بیوی رہ گئی، کسی کا شوہر اور کسی کے بچے" ۔ صالح نے فوراً کہا" لیکن یہاں کوئی تنہا نہیں ہوگا، نئے رشتے وجود میں آئیں گے- نئی شادیاں ہوں گی، نئے جوڑے بن جائیں گے۔ دنیا میں خاندان کو جوڑے رکھنے کے لئے عورتوں کو بہت سے معاملات میں مردوں سے کمزور بنایا گیا۔ مگر یہاں معاملات جدا ہونگے۔ عورتیں مردوں کے لئے نعمت تو رہیں گی مگر وہ ان کی محتاج نہ ہوں گی۔ مرد کا عورت پر کوئی اختیار نہ ہوگا حالانکہ وہ ان کے ضرورت مند ہوں گے۔ یہ تو بڑا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کا کوئی حل ہے۔ ہاں حوریں اس مسئلے کا حل ہیں۔ مگر ان سے تو خواتین کو جیلسی محسوس ہوگی۔ نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ حوریں اپنے سٹیٹس اور خوبصورتی میں کبھی جنت کی خواتین کے برابر نہیں آسکتیں۔ جنت کی خواتین دنیا میں اپنی محنت، اپنی عبادت، اپنے اعمال اور مردوں کے زیر نگر رہنے کی وجہ سے حوروں سے بہت زیادہ خوبصورت اور بہت بڑے سٹیٹس کی مالک ہوں گی۔ انہیں اس کی بالکل پرواہ نہیں ہوگی کہ ان کے شوہروں کی دلچسپیاں کیا ہیں؟ اس طرح اہل جنت کے وہ خدام جنہیں غلماں کہا جاتا ہے وہ بھی انسان ہی ہیں۔ یہ وہ لڑکے ہیں جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ یہ بلا کے مزاج شناس ہوں گے ان کے ابدی طور پر لڑکے بنائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو کبھی ازدواجی تعلق کی نہ تو ضرورت ہوگی اور نہ ہی اس کی سمجھ رکھتے ہوں گے۔ جب کہ حوریں مکمل شباب کو پہنچی ہوئی لڑکیاں ہوں گی اور اہل جنت کی بیویاں لیکن دنیا کی عورت کا مقابلہ نہ کرسکیں گی" ۔

ہم ایک مرتبہ پھر حشر کے میدان کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے اپنے دونوں بچوں لیلیٰ اور جمشید کی بڑی فکر تھی۔ لیلیٰ کی دوست عصمہ تھی جو بے حد فیشن ایبل اور ماڈرن لڑکی تھی۔ لیلیٰ ہمیشہ اس کو غلط قسم کے لباس پر روکتی ٹوکتی تھی لیکن اس نے عصمہ کی دوستی نہ چھوڑی- عصمہ اکثر لیلیٰ کو کہتی'' تمہارے ابو کے دماغ پر تو ہمیشہ موت اور قیامت کا بھوت سوار رہتا ہے''۔

اب ہم حشر کے میدان سے گزر رہے تھے سامنے سے میری بیٹی لیلیٰ دوڑتی ہوئی آئی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ "ابو آپ ٹھیک کہتے تھے۔ عصمہ کو اس کی ماڈرن پرستی اور فحاشی لے ڈوبی۔ آپ مجھے بچالیں، ابو" ۔ صالح نے میری پریشانی دیکھی تو میرا ہاتھ پکڑ کر آگے لے گیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر لیلیٰ کو تسلی دینا چاہی لیکن وہاں تو منظر ہی بدل چکا تھا۔

" تیسرا موقع اب آ رہا ہے۔ یعنی حساب کتاب جب اللہ تعالیٰ براہ راست آسمانوں اور زمینوں کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لے گا" ۔ " تو کیا ابھی تک ایسا نہیں ہوا ہے"؟

۔" نہیں ابھی تو نظام کائنات بظاہر فرشتوں کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو احکامات دے رہے ہیں۔ جب کائنات بنائی گئی تب سے یہ لحہ بہ لحہ پھیل رہی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کے حکم پر فاصلے سمٹ رہے ہیں۔ اور بے شمار کہکشاں، ستارے اور سیارے جو پوری کائنات میں پھیلے ہوئے تھے اب قریب آ رہے ہیں۔ یہ کائنات کو واپس لپیٹنے کا عمل وہ چیز ہے جس کو قرآن پاک نے آسمانوں کو اللہ کے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لینے سے تعبیر کیا ہے۔ (سورۃ الزمر- آیت نمبر- 67)

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

ترجمہ: ''اور اللہ کی قدر نہ کی ویسی قدر جیسا کہ وہ ہے۔ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں اور سارے آسمان لپٹے ہوئے اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ پاک ہے وہ اور ہر قسم کے شریکوں سے بالا ہے''۔

حساب کتاب کے بعد اہل جنت کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو نشست ہوگی اس کا نام ''دربار'' ہے۔'' ابھی صالح کا جملہ مکمل نہ ہوا تھا کہ ایک زوردار دھما کہ ہوا۔ آواز آسمان کی طرف سے آئی تھی اس لئے سب لوگوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان میں ایک بڑا شگاف بن گیا تھا۔ پھر بے شمار دروازے بن گئے۔ اور ان تمام دروازوں سے فرشتے فوج در فوج زمین پر اتر رہے تھے۔ اس دوران لوگوں کی چیخ و پکار تھم گئی تھی۔ ہر شخص پھٹی پھٹی نظروں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بارہ گاہ احدیت کا دربار سجایا جا رہا ہے۔ اب حساب کتاب شروع ہوگا۔ فرشتے کافی دیر تک اترتے رہیں گے۔ پھر حاملین عرش (آٹھ فرشتے) عرش الٰہی کے ساتھ نازل ہوں گے۔ یہ عرش اصل میں مخلوق کے رجوع کرنے کی جگہ ہے۔ جیسے دنیا میں ''بیت اللہ'' بطور قبلہ مخلوق کے رجوع کرنے کی جگہ تھا۔ یعنی جیسے اللہ کے گھر کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ وہاں رہتا ہے۔ انسان جب اس کی طرف رخ کرتا ہے تو اس کے لئے مقام رجوع بن جاتا ہے۔ اس طرح آج عرش الٰہی مقام رجوع ہوگا اور لوگ اللہ کے ساتھ مکالمہ کریں گے۔ ویسے ہی جیسے حضرت موسیٰؑ نے طور کی وادی میں ایک درخت کے اندر سے اللہ تعالیٰ کی آواز آتے ہوئے سنی تھی اور ہاں حاملین عرش کے آتے ہی عرش الٰہی نورانی تجلی سے جگمگا اٹھے گا۔ اس وقت پہلا حکم ہوگا کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر جائے۔ عبداللہ تم دیکھو گے کہ سارے فرشتے، سارے نبی، صدیقین، شہدا، صالحین، سب سجدے میں ہوں گے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں کے اعمال ملے جلے ہوں گے وہ بھی سجدے میں چلے جائیں گے۔ لیکن عبرت ناک بات یہ ہوگی کہ میدان حشر میں موجود کوئی منافق، مشرک، کافر، ان میں سے ایک انسان بھی کوشش کے باوجود سجدے میں نہ جاسکے گا۔ جن کا ایمان جتنا پختہ ہوگا۔ اعمال جتنے اچھے ہوں گے۔ وہ اتنا ہی جھک سکیں گے۔ کوئی رکوع سے نیچے ہوگا۔ کوئی رکوع میں ہوگا۔ کوئی رکوع سے ذرا پہلے اور کوئی صرف گردن جھکا سکے گا۔ جو جتنا کم جھکے گا اتنا ہی خوار ہوگا۔ آج سب جان لیں گے کہ بادشاہوں کا بادشاہ کون ہے"؟

کچھ دیر کے بعد حضرت جبرائیل کی آواز گونجی "آج کے دن بادشاہی کس کی ہے"؟ (لمن الملک الیوم) جواب میں سارے فرشتوں نے کہا ''اللہ الواحد القہار'' "تنہا اور غالب رہنے والے اللہ کی"۔ "رحمٰن کے بندے کہاں ہیں؟ امت مسلمہ کا حساب کتاب شروع کیا جاتا ہے"۔

سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو بلایا جو پوری امت مسلمہ پوری انسانیت کے باپ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ''لبیک وسعدیک'' "میں حاضر ہوں اور خدمت کے لئے تیار ہوں"۔ "اپنی اولاد میں سے اہل جہنم کو الگ کر دو"۔ "اے باری تعالیٰ کتنوں کو الگ کروں"؟ "ہر ہزار میں سے 999 جہنمی ہیں"۔ میدان حشر میں ایک کہرام مچ گیا تھا۔

کچھ ہی دیر کے بعد صالح نے مجھے بتایا کہ سب سے پہلے امت مسلمہ کا حساب کتاب ہوا اور جانتے ہو اس عمل میں تمہاری بیٹی لیلیٰ نجات پا گئی۔ ''نجات پا گئی؟ لیلیٰ کا نمبر اتنی جلدی کیسے آ گیا''؟ "تمہاری بیٹی لیلیٰ کا نمبر اس لئے جلدی آ گیا کہ وہ نماز پڑھتی تھی۔ اللہ سے ڈرتی تھی۔ بُری صحبت کی وجہ سے دنیا کی برائیوں میں پڑ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے برے عمل نظر انداز کر دیئے اور اپنی شان کریمی سے نیک اعمال کی بدولت ان کی نجات کا پروانہ ان کے دائیں ہاتھ میں دے دیا۔ لیکن ایسے لوگ کم تھے۔ ایسے لوگ اپنے برے عملوں کی سزا میدان حشر کی خواری میں بھگت چکے تھے"۔ "مگر میرا حساب کتاب تو ہوا ہی نہیں"؟ عبداللہ میں نے تمہیں بتایا تھا" **چار قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کی نجات کا فیصلہ موت کے وقت ہی ہو جاتا ہے۔ ان میں انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین شامل ہیں"۔**

عام حساب کتاب کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سب سے پہلے جنت کا دروزہ کھولیں گے۔ اس وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ حوض کوثر کے پاس ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی امت میں سے جس کا حساب کتاب ہو جاتا ہے۔ جام کوثر سے اس کی تواضع کی جاتی ہے۔ جس کے باعث وہ حشر کی تمام سختیاں بھول جاتا ہے۔ تمہیں تو جام کوثر یاد ہوگا"؟ "کیوں نہیں"۔

اس کے ساتھ ہی آواز گونجی۔ ''امت محمدی خاتم النبیین ﷺ کے کامیاب لوگوں کا حساب کتاب مکمل ہوا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ کے رسول اور بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر پروردگار عالم کی بارہ گاہ میں حاضر ہوں''۔

"اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم پر گواہی دیں گے۔ وہ اپنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کریں گے اور یہ ان کی قوم کے مجرمین کے خلاف ایک شہادت ہوگی۔ امت میں سے جن لوگوں نے ان کی تعلیمات پر عمل کیا ہوگا وہ سب کامیاب قرار پا جائیں گے۔ اس کے بعد حشر میں صرف مجرم اور نافرمان فیصلے کے لئے رہ جائیں گے۔ اور

پھر حساب کتاب شروع ہوگا"۔ "یہ حساب کتاب کیا ہے"؟ "تمام امتوں کے حساب کتاب کا پہلا مرحلہ وہ ہے جس میں صالحین کی کامیابی کا اعلان کیا جائے گا۔ اور یہ لوگ بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانے والے ہوں گے۔ اس کے بعد حساب کتاب میں اعمال کی پوری طرح جانچ پڑتال کے بعد فیصلہ ہوگا۔ اس کے نتیجے میں سارے مجرمین زد میں آجائیں گے۔ ہاں اہل ایمان میں سے بہت سے لوگ گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کی بنا پر نجات پا جائیں گے۔ ایسے لوگوں کو میدان حشر میں خوار اور خراب ہونا ہوگا۔ پھر ان کی معافی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت فرمانے پر ہو جائے گی"۔

ہم لوگ آگے بڑھ رہے تھے ایک جگہ پہنچ کر صالح نے کہا" آخرت کی کامیابی حاصل کرنے والوں کے بھی درجات ہیں۔

1۔ ایک وہ جنہوں نے دین کو فرائض اور واجبات کے درجے میں اختیار کیا۔ بندوں اور خالق کے حقوق ادا کئے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی پابندی کی۔ یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت کے دن (VIP) لوگوں میں شامل کئے جائیں گے۔

2۔ مگر اس سے بلند ایک اور درجہ مقربین کے لئے ہے یہ اہل جنت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اعلیٰ درجے کے لوگوں کی قیام گاہ الگ بنائی گئی ہیں"۔

پھر ہم VIP لاؤنج میں داخل ہوئے۔ ایک بہت ہی خوبصورت جھیل کے کنارے، دبیز قالین بچھے ہوئے تھے۔ ان قالینوں پر بیٹھے ہوئے لوگ خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ مجھے لگا گویا ہم کسی پکنک پوائنٹ پر آ گئے ہیں۔ ہر شخص خوش اور مسرور تھا۔

صالح نے کہا" چلو تمہیں تمہارے گھر والوں سے ملاتے ہیں۔ میرے خاندان والوں میں تینوں بیٹیاں ان کی ماں اور ایک بیٹا انور وہاں موجود تھے"۔ میں نے وہاں پہنچ کر بیٹھتے ہوئے کہا" میرے بچوں میں تم سے تمہاری روداد سننا چاہتا ہوں"؟ عارفہ، عالیہ اور انور نے بتایا" ہم اول وقت سے ہی محفوظ تھے۔ کیونکہ ہم نے آپ کی یہ بات اچھی طرح جان لی تھی کہ **ایمان صرف زبان سے کلمہ پڑھنے کا نام نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کو اپنی زندگی بنا لینے کا نام ہے**"۔ اور یہ کہ **''رسمی عبادت اللہ کو مطلوب نہیں اللہ تو بندے کا اخلاص اور سیرت دیکھتے ہیں''**۔ لیلیٰ نے کہا" ابو میں نے بہت مشکل وقت دیکھا ہے۔ میں صور کی آواز سن کر قبر سے باہر آئی تو عجیب وحشت کا عالم تھا۔ سب لوگ ایک ہی سمت میں بھاگ رہے تھے کہ جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ لیکن کسی کو کسی کی بے حجابی کی فکر نہ تھی۔ میرے پیروں میں چھالے پڑ گئے۔ جسم ٹوٹ گیا۔ لیکن اعضاء ہمارے کنٹرول میں نہ تھے۔ خود ہی بھاگ رہے تھے۔ حالانکہ اندر سے ٹوٹ چکے تھے۔ "ابو جب سب لوگوں کو سجدے میں گرنے کا حکم ہوا تھا تو عصمہ میرے برابر کھڑی تھی۔ میں فوراً سجدے میں چلی گئی تھی لیکن وہ سجدے میں نہ جا سکی تھی"۔ ابو آپ نے دنیا میں بتایا تھا" **جو لوگ دنیا میں اللہ کے حضور یہ سر زمین پر نہ لگائیں گے، نماز نہ پڑھیں گے روز محشر زمین انہیں اپنی طرف نہ آنے دے گی**۔ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ایک ہزار میں سے 999 جہنم میں جائیں گے۔ تو فرشتے اسے میرے پاس سے گھسیٹتے ہوئے لے گئے تھے۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب میرا نمبر ہے۔ مجھ سے ایمان اور عبادت کے متعلق سوال ہوا۔ میں نے کہا میں ایمان رکھتی تھی، نماز پڑھا کرتی تھی، پھر موٹے موٹے اخلاقی سوالات، صلہ رحمی، حقوق العباد کے بارے میں پوچھا گیا۔ مجھے لگا کہ اب میری عام زندگی کی نافرمانیوں اور گناہوں کا سوال ہوگا۔ لیکن پھر مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا گیا اور فرشتوں نے میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں تھما دیا اور پھر مجھے میرے گھر والوں کے پاس بھیج دیا گیا"۔ ''ہوں'' "ابو آپ ٹھیک کہا کرتے تھے کہ قرآن پاک کی ہر آیت اپنے اندر ایک مکمل قرآن ہے اور یہ کہ آخرت پر ایمان انسان میں جو تبدیلی لاتا ہے اسے سمجھنے کے لئے تو سورہ قصص کی آیت نمبر 60-61 ہی کافی ہیں:

ترجمہ: **''تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ محض دنیا کا سامان اور اس کی زینت ہے۔ اور فانی ہے اور جو کچھ تمہارے لئے اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور باقی ہے۔ بھلا وہ شخص جس سے ہم نے وعدہ کیا اور وہ اسے پانے والا ہو اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے۔ جسے ہم نے صرف حیات دنیا کا سامان دے دیا ہو۔ اور قیامت کے دن سزا کے لئے پیش کیا جانے والا ہو؟''**

اتنے میں صالح نے کہا" تم بھول گئے ہم تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے ملنے جا رہے تھے۔ اب وہ خود تمہیں بلا رہے ہیں"۔ میں نے حیرت سے کہا "خیریت ہے اس طلبی کی کوئی خاص وجہ"؟ میں نے پوچھا۔ "بات یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کی قوم کا حساب کتاب شروع ہوا تو ان کی قوم نے صاف کہہ دیا کہ باری تعالیٰ آپ کا پیغام کسی نے ہمیں نہیں پہنچایا"۔ یہ لوگ وہ ہیں جو کشتی میں سوار ہوئے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ پھر حضرت نوحؑ کے بعد ایک عرصے تک ان کے پاس کوئی نبی نہ آیا۔ یہ لوگ ایک اللہ، آخرت کے تصور اور اللہ کے خوف پر زندگی بسر کرتے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے اپنے اپنے وقت میں ان تمام لوگوں کو دین حق کی طرف بلایا۔ کیونکہ تمام نبیوں کا دین ایک تھا اور تمام نبی ایک ہی شریعت لے کر آئے تھے۔ جو لوگ ان انبیاء کرام علیہ السلام پر ایمان لاتے رہے وہ آج مغفرت کا پروانہ لے چکے ہیں اور جن لوگوں نے آخری نبی

اوران کے پیروکاروں کے پیغام کی پرواہ نہ کی وہ یہ لوگ ہیں جو آج دعویٰ کر رہے ہیں کہ ان کے پاس تو کوئی نبی آیا ہی نہیں۔حالانکہ اپنی قوم کے ابتدائی حصہ کو پیغام حضرت نوحؑ نے خود پہنچایا وہ پہلے نبی تھے اور آخری حصہ کو آپ خاتم النبیین ﷺ نے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے بعد مسلمانوں نے پہنچایا۔ جو نوح علیہ السلام سمیت تمام رسولوں کے پیغام ''توحید اور آخرت'' کے امین ہیں"۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا اور اپنے تحریف شدہ آبائی مذہب پر قائم رہے"۔

صالح نے مجھے بتایا" حضرت انسؓ خادم رسول خاتم النبیین ﷺ نے ہمارے یہاں پر پہنچنے کی اطلاع آپ خاتم النبیین ﷺ کو دے دی ہے"۔ پھر حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے حاضرین سے فرمایا۔''اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور انسانیت کے جدامجد حضرت نوح علیہ السلام کی امت نے ان کی شہادت کو یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ نوحؑ نے ان تک براہ راست کوئی پیغام نہیں پہنچایا۔حقیقت یہ ہے کہ یہ پیغام تمام انبیاء علیہ السلام نے اور آخیر میں، میں نے اور میری امت نے قوم نوح تک پہنچایا تھا۔آپ حضرات چونکہ تمام انبیاء علیہ السلام کے ماننے والے ہیں۔اور میری وساطت سے جو دین آپ کو ملا ہے وہی امت نوح کا دین ہے۔اس لئے یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں اور گواہی دیں کہ ایمان اور عمل صالح کی جو دعوت حضرت نوح علیہ السلام نے دی تھی اور جو میں نے آپ لوگوں تک پہنچائی تھی وہ آپ لوگوں نے پوری کی پوری امت نوحؑ تک پہنچا دی تھی۔اور میرے اور حضرت نوحؑ کے مشن کی تکمیل کر دی تھی''۔

یہ کہتے ہوئے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ ہی تمام حاضرین بھی کھڑے ہو گئے۔حضرت ابوبکرؓ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور آگے بڑھ گئے ان کے ساتھ ہی تمام حاضرین نے بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور ابوبکرؓ کے پیچھے چل دیئے۔میں سب سے آخر میں تھا میں نے بھی یہ شرف حاصل کیا۔اس کے بعد ہم سب ابوبکرؓ کی قیادت میں میدان حشر کی طرف چل دیئے۔میں ان بزرگ ہستیوں میں سب سے پیچھے تھا۔میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھ رہا تھا۔کہاں میں اور کہاں امت محمدی خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے نمائندگی۔؟ میری گھبراہٹ دیکھ کر صالح نے کہا ''سنو عبداللہ شہادت کے لئے انتخاب اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔جانتے ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتخاب کا معیار کیا ہے؟ **تعصّبات، جذبات اور خواہشات سے بلند ہو کر جس شخص نے حق کو اپنا مسئلہ بنا لیا اور توحید، عمل صالح اور آخرت کی زندگی کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا۔وہ ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شہادت کے کام کے لئے سب سے زیادہ حقدار ہیں"۔**

میدان حشر میں ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھا۔ان کے سامنے تاحد نظر انسانوں کا سمندر تھا۔یہی لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی وہ امت تھے جنہوں نے دعوت حق کا انکار کیا تھا۔حضرت ابوبکرؓ حضرت نوح علیہ السلام کے پیچھے اور ہم لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔کچھ دیر کے بعد ایک آواز گونجی" نوح علیہ السلام کے گواہ پیش ہوں''۔میرا خیال تھا کہ اب حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھیں گے لیکن میں نے دیکھا کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ وہاں موجود تھے انہوں نے گواہی دی ''پروردگار تو نے مجھے نبوت دی اور اپنا کلام مجھ پر نازل کیا اس کلام نے مجھے بتایا تھا کہ نوحؑ بھی وہی کلام الٰہی لے کر آئے تھے جو تو نے مجھے عطا کیا تھا۔اس دین حق کو میں نے اپنی امت تک پہنچایا اور اب یہ لوگ میرے امتی تیرے دربار میں حاضر ہیں۔تاکہ یہ گواہی دیں کہ جو پیغام میں نے انہیں دیا تھا وہ انہوں نے اقوام عالم تک پورے کا پورا پہنچا دیا تھا''۔ارشاد ہوا ''تم نے سچ کہا اپنے امتیوں کو پیش کرو''۔اس پر سیدنا ابوبکرؓ نے آگے قدم بڑھانے شروع کئے اور حضرت نوحؑ کے برابر میں کھڑے ہو گئے اور ہم سب بھی ان کی پیروی میں ان کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔آواز آئی ''کون'' حضرت ابوبکرؓ نے اپنا تعارف کروایا پھر ہم میں سے ہر شخص کا تعارف اور اس کا زمانہ بیان کیا پھر گویا ہوئے۔''باری تعالیٰ ہم امت محمدی خاتم النبیین ﷺ ہیں ہمیں آپ کے آخری نبی ﷺ نے جو پیغام پہنچایا اس میں یہ بات تھی کہ تمام نبیوں نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور آخرت کے بارے میں بتایا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ تمام نبی وہی دین لے کر آئے تھے جو ہمارا دین ہے۔حضرت نوح علیہ السلام اور محمد خاتم النبیین ﷺ کا یہی دین ہم نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے بعد تمام اقوام عالم کو پہنچا دیا تھا- ان لوگوں کو بھی ہم نے حق پہنچا دیا تھا جو اب آپ کے سامنے امت نوحؑ کی حیثیت سے موجود ہیں"۔

اس گواہی کے بعد امت نوح علیہ السلام کے لئے جائے فرار کے راستے بند ہو گئے۔اب امت نوح علیہ السلام کا حساب کتاب اس گواہی کی روشنی میں ہونا تھا۔ ہمارا کام ختم ہو گیا اور ہم واپسی کے لئے روانہ ہو گئے۔اس قافلے کے سالار اعلیٰ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ خود تھے۔

اب عمومی حساب کتاب شروع ہوگا- صالح نے بتایا کہ "اس میں ہر شخص دو فرشتوں کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتا ہے ایک فرشتہ پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اپنی نگرانی میں اسے عرش تک پہنچاتا ہے۔جبکہ دوسرا فرشتہ بندے کے ساتھ اس کا نامہ اعمال اٹھائے ہوئے چلتا ہے۔ان میں سے پیچھے والے فرشتے کو ''سائق'' اور اعمال لے کر چلنے والے فرشتے کو ''شہید'' کہتے ہیں یہ وہ فرشتے ہیں جو زندگی میں ہمارے دائیں اور بائیں چلتے ہیں۔

ہم نے حکام، بھتہ خوروں، پولیس افیسر، بڑے بڑے سیٹھ حضرات، رشوت لینے والے، سود کھانے، شراب خور وغیرہ حضرات کو عمومی حساب کتاب کے لئے آتے اور پھر جہنم

میں جاتے ہوئے دیکھا"۔

میری حالت بگڑنے لگی۔ صالح میری کیفیت سمجھ رہا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور دوسری طرف چلنے لگا۔ میری نگاہیں اب بھی جمشید کو تلاش کر رہی تھیں۔ جگہ جگہ عبرتناک اور خوف ناک مناظر نظر آ رہے تھے۔ بار بار لوگوں کا نام پکارا جا رہا تھا۔ "دیکھو ان جہنمیوں کو دیکھو ان کے مکروہ چہروں کو یہ وقت کے فرعون، ہامان اور قارون، ابو جہل، اور ابولہب ہیں"۔ میں نے ایک دیوہیکل مکروہ شکل شخص کو کھڑے دیکھا وہ تو زنجیروں میں بندھا ہوا تھا اور اس کے جسم سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ ''میرا وعدہ جھوٹا تھا۔ سچا وعدہ تو رب ہی کا تھا۔ مجھے تم پر کوئی اختیار نہ تھا تم اپنی مرضی سے میرے اشاروں پر چلا کرتے تھے۔ آج نہ میں تمہارے کچھ کام آ سکتا ہوں اور نہ تم میرے کچھ کام آ سکتے ہو''۔ میں نے صالح سے کہا "یہ ابلیس ہے نا''؟ اس نے کہا "تم ٹھیک سمجھے ہو یہ ہے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دشمن اور نافرمان آج اس کو اور اس کے پیروکاروں کو جہنم کی سزا ہو جائے گی"۔

اسی اثناء میں صالح میری طرف مڑا اور بولا عبداللہ چلو تمہیں بلایا جا رہا ہے'' مجھے کیوں؟ کہاں"؟ میں نے حیرت سے کہا۔ "جمشید کو حساب کتاب کے لئے لایا جا رہا ہے اور تمہیں گواہی کے لئے"۔ "میری گواہی" میں نے حیرت سے کہا'' ہاں'' تمہاری گواہی۔ "اس کے حق میں یا اس کے خلاف"؟ میں بہت گھبرا گیا۔'' دیکھو عبداللہ آج کے دن اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے کسی کو معاف کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو پھر وہ اس سے کوئی ایسی بات پوچھیں گے جس کا فیصلہ اس کے حق میں جائے گا اور اگر اس کے گناہوں کی وجہ سے اس کی پکڑ کا فیصلہ کر لیا تو پھر اس سے کوئی ایسا سوال ہوگا جو اس کے خلاف جائے گا وہ بادشاہ ہے۔ ایک رحم دل بادشاہ۔ ظلم نہیں کرے گا۔ کسی پر رتی برابر ظلم اللہ تعالیٰ نہیں کرتا''۔ میری ٹھہری ہوئی حالت ایک مرتبہ پھر دگرگوں ہو گئی اور میں لرزتے ہوئے قدموں سے صالح کے پیچھے چلنے لگا۔ آخر کار میں نے دیکھا کہ جمشید کو حساب کتاب کے لئے پیش کیا گیا ہے وہ اپنی باری کا انتظار کر رہا ہے۔ اس کے چہرے پر دنیا کے 60,50 سال کی دولت مندی کا تو کوئی نشان باقی نہ تھا ہاں حشر کی ہزاروں برسوں کی خواری کی پوری داستان رقم تھی۔

اچانک جمشید نے مجھے دیکھا وہ دوڑ کر میرے سینے سے لپٹ گیا'' ابو! میں اتنا برا نہیں تھا۔ مجھے معاف کر دیں۔ ابو اللہ تعالیٰ تو شاید مجھے معاف نہ کریں آپ تو مجھے معاف کر دیں۔ آپ تو میرے باپ ہیں نا''۔'' تم برے نہیں تھے جمشید تم نے بُرے لوگوں کو چنا اور ان کے ساتھ رہنے کا خود فیصلہ کیا تھا۔ پھر اپنی مرضی سے اس زندگی میں جس میں حلال اور حرام کی پرواہ نہ تھی تم چلتے رہے''۔'' لیکن اب تو میں نے اپنے ساس، سسر، بیوی، بچوں کو جہنم میں جاتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ مجھے معاف کر دیں''۔

اسی اثنا میں جمشید کا نام پکارا گیا اور فرشتے اسے مجھ سے الگ کر کے لے گئے اور بارگاہ'' الوہیت'' میں پیش کر دیا۔ جمشید کھڑا تھا مگر اس سے کوئی سوال نہیں کیا جا رہا تھا۔ سب خاموش تھے۔ اس خاموشی کی وجہ سمجھ میں نہیں تھی۔ پھر میں نے دیکھا کچھ فرشتے ناعمہ کو لے کر وہاں پہنچ گئے، ناعمہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔'' بارگاہ احدیت'' کا رعب اتنا شدید تھا کہ اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ناعمہ کے وہاں پہنچتے ہی جمشید سے سوال ہوا'' جانتے ہو میں کون ہوں؟'' آواز میں اتنا ٹھہراؤ تھا کہ میں اندازہ نہیں کر پا رہا تھا کہ یہ ٹھہراؤ کسی طوفان کی آمد کا پیش خیمہ ہے یا پھر مالک دوجہاں کے حلم کا ظہور ہو رہا ہے۔'' آپ میرے رب، میرے ماں باپ کے رب، کل جہانوں کے رب ہیں''۔'' ابھی تم اپنے باپ سے کہہ رہے تھے "ابو آپ مجھے معاف کر دیں، اللہ عزوجل تو شاید مجھے معاف نہ کریں"۔ لمحہ بھر پہلے مجھے جو امید بندھی تھی اس سوال سے ٹوٹ گئی۔ "جی۔ جی میرا مطلب وہ نہیں تھا جو آپ سمجھ رہے ہیں"۔ "میں کیا سمجھ رہا ہوں تمہیں کیا معلوم"؟ "واقعی مجھے کیا معلوم"؟ جمشید لڑکھڑا رہا تھا۔

اب اس سے مزید کچھ اور پوچھنے کی بجائے ناعمہ سے سوال ہوا۔ "میری بندی تیرا یہ بیٹا تیرے ساتھ کیسا تھا"؟ "پروردگار اس نے مجھ سے ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔ یہ بڑھاپے تک ہمارے پاس آتا رہا۔ اس نے ہماری خدمت اور محبت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اس کی بیوی اس کو اس کے بچوں کو ہمارے پاس آنے سے منع کرتی تھی۔ بچوں کو تو اس نے روک لیا۔ لیکن اس نے اس معاملے میں کبھی اپنی بیوی کی بات نہ مانی۔ یہ کبھی ہمارے پاس آنے سے نہ رکا۔ یہ ہماری ناراضگی سے بہت ڈرتا تھا"۔'' کیا یہ عورت سچ کہہ رہی ہے"؟ فرشتے نے نامہ اعمال دیکھ کر کہا "اس نے بالکل ٹھیک کہا ہے''۔ "اس کے اعمال ترازو میں رکھ دو"۔ پہلے گناہ رکھے گئے۔ بایاں پلڑا بالکل جھک گیا پھر نیکیاں رکھی گئیں۔ لیکن بایاں پلڑا ابھی بھی جھکا ہوا تھا۔ اب صرف ایک نیکی رہ گئی تھی۔ بظاہر فیصلہ ہو چکا تھا۔ ناعمہ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میری نظر اور سر دونوں جھک گئے۔ فرشتے نے آخری نیکی اٹھائی یہ ناعمہ کے ساتھ بیٹے کا سلوک تھا۔ حیرت انگیز طور پر دائیں پلڑے نے اوپر اٹھنا شروع کیا لیکن ایک جگہ پہنچ کر رک گیا۔ ہمارے دلوں میں چلنے والی امید کی شمع بجھنے لگی۔ میرے منہ سے بے اختیار نکلا'' اللہ اکبر وللہ الحمد'' ایک مدہم سی آواز گونجی'' کیا تیرے باپ نے تجھے میرے متعلق یہ نہ بتایا تھا کہ میں ماں باپ سے ستر گنا زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہوں۔ اس نے تمہیں یہ بتایا تھا لیکن تم نے مال و دولت اور بیوی کی محبت کو میری محبت پر قربان کر دیا۔ سنو جمشید! میرا عدل بے لاگ ہے لیکن میری رحمت ہر شے پر غالب ہے'' اس جملے کے مکمل ہوتے ہی فرشتے نے نجات کا فیصلہ تحریر کر کے نامہ اعمال جمشید کے دائیں ہاتھ میں دے دیا۔ جمشید کے منہ سے شدت

جذبات سے ایک چیخ نکلی۔ میں بے ساختہ "الحمدللہ، الحمدللہ الحمدللہ رب العالمین پکارا اٹھا"۔ ناعمہ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔فرشتوں نے جمشید کو چھوڑ دیا وہ دوڑتا ہوا ہماری طرف آیا۔ میرے جسم کا ہر ریشہ اللہ تعالیٰ کی حمد کررہا تھا۔

اب ہمارا پورا خاندان حوض کوثر (VIP) خصوصی لاونج میں جمع تھا۔اس وقت صالح نے جمشید کو بتایا" جب بندہ مومن میدان حشر کی سختیاں جھیلنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے قانون عدل کے تحت نجات کا مستحق ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کچھ نیک لوگوں کی گواہی کو جو کہ دراصل اس کے اچھے اعمال کی گواہی ہوتی ہے اس کی مغفرت کا بہانہ بنادیتے ہیں۔ جیسے تمہارے ماں باپ کی گواہی تمہارے لئے مغفرت کا سبب بن گئی۔لیکن اس کے لئے ذاتی عبادات اور ذاتی عمل کی موجودگی ضروری ہے۔

یہاں انسان کو یہ دیکھنا اور سوچنا چاہیے کہ سزا بھگت کر معافی کا راستہ بہتر ہے یا عمل صالح اور توبہ کا شروع ہی سے خیال رکھنے کا"؟

"لیکن پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت کی کیا حقیقت ہے"؟ انور نے سوال کیا۔"حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت کا مطلب اگر یہ ہوتا کہ لوگوں کے پاس اگر کوئی نیکی نہ بھی ہوتب بھی وہ بخش دیئے جائیں گے۔تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ عمل صالح، توبہ، اور حقوق اللہ اور حقوق العباد پر زور نہ دیتے" اور ایک شخص کے یہ کہنے پر کہ ''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ'' میں آپ خاتم النبیین ﷺ سے بہت محبت کرتا ہوں۔ یہ نہ کہتے کہ پھر سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو'۔ بلکہ پھر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی زبان سے یہ کہلوادیتا کہ ''لوگو نبی خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لے آؤ تم بخش دیئے جاؤ گے''۔ یقیناً آپ خاتم النبیین ﷺ کی دعا لوگوں کے لئے بخشش کا سبب ہوگی لیکن کن لوگوں کے لئے؟ جو ایمان لانے کے بعد عمل صالح کرنے والے ہوں گے۔قرآن پاک میں بخشش کی تمام یاددھانی اس بات پر ہے کہ ایمان لاؤ اور اعمال صالح کرو، گناہ ہوجائے تو توبہ کرو، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال کرو، اور احادیث میں جو شفاعت کے بارے میں آیا ہے تو بات یہ ہے کہ گناہ گاروں نے اعمال کی سزا پوری بھگتنی ہے۔ پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت نجات سبب بن جائے گی۔

پہلی مرتبہ:

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے تو انسانیت کا حساب کتاب شروع ہوگا اور انسانیت کو خواری اور انتظار کی زحمت سے نجات مل جائے گی۔یہ پہلی شفاعت ہوگی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانے والوں کو جنت میں جانے کی اجازت ہوجائے گی۔(متفق علیہ)

دوسری مرتبہ:

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اس وقت درخواست کریں گے۔ جب کچھ لوگوں کا حساب کتاب آخیری وقت تک نہ ہوگا اور لاکھوں سال ان کو حشر کی خواری برداشت کرتے ہو جائیں گے۔ پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی درخواست پر ایسے لوگوں کو پل صراط پر جہنم میں گرنے سے بچایا جائے گا اور جنت میں جانے کی اجازت ہوگی۔(صحیح مسلم، حدیث نمبر 482)

تیسری مرتبہ:

تیسری مرتبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی درخواست پر لوگوں کو جہنم سے نکالنے اور جنت میں داخل کرنے کی اجازت ہوگی۔یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا۔(صحیح بخاری)

انور نے کہا ''میرا ایک سوال ہے کہ اگر تمام لوگ اپنی سزا بھگت کر ہی جنت میں جارہے ہیں تو اس میں رحمت کہاں ہے؟ یہ تو عدل ہورہا ہے"۔ "سنو انور ایسے لوگوں کی اصل سزا جہنم کا عذاب تھا۔عبادت کرنے والوں کی عبادت کی حقیقت ہی کیا ہے؟ اگر باری تعالیٰ یہ سوال کردیں کہ "بندے زندگی میں تو کوئی ایسا ایک سجدہ بتا یا کوئی ایسی عبادت بتا جس میں تو سوفی صد میری طرف متوجہ تھا"؟ تو ساری عبادات دھری رہ جائیں گی یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ہماری بے جان عبادات کو قبول کرلیا۔عدل کے تحت تو سب لوگ جہنم کے سزاوار تھے۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت کو جہنم کے عذابوں کا بدل بنادیا۔اس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت عدل اور صفت رحمت کا بیک وقت نزول ہورہا ہے"۔ **اس لئے بدنصیب وہ نہیں جس کو فانی دنیا نہیں ملی بلکہ بدنصیب وہ ہے جس کو ابدی دنیا نہ ملی۔**

اللہ اکبر، اللہ اکبر موذن نے ابھی یہ الفاظ تو کہے ہی تھے کہ عبداللہ ایک جھٹکے کے ساتھ اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے بیدار ہوگئے۔اس وقت وہ بیت اللہ میں کعبہ کے سامنے موجود تھے۔فجر کا وقت تھا اور مسجد حرام میں چہل پہل جاری تھی۔تو کیا میں خواب دیکھ رہا تھا؟ نہیں؟ مگر وہ تو بالکل حقیقت تھی۔اگر وہ حقیقت تھی تو یہ کیا ہے؟ وہ مسلسل دل ہی دل میں اور منہ میں بڑبڑائے جارہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا ایسا نہ ہو کہ ایک دن آنکھ کھلے اور پھر مجھے معلوم ہو کہ دنیا خواب تھی۔اور حقیقت آخرت۔اُس وقت کی حسرت سے اللہ تعالیٰ بچائے (امین)۔ (جب زندگی شروع ہوئی۔ابویحیٰ)

ابن صیاد کا بیان

دجال کے باب میں ابن صیاد کا مختصر بیان کرنا مناسب ہَو گا۔ ابن صیاد ایک یہودی تھا۔ جو مدینہ منورہ میں رہتا تھا۔ اُس کا اصل نام ("صاف") تھا۔ وہ جادو اورشعبدابازی کا بہت بڑا ماہر تھا۔ ابن صیاد کے اندر وہ نشانیاں بہت حد تک پائی جاتی تھیں جو دجال کے اندر ہوں گی ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) خود بھی ابن صیاد کے بارے میں فکر مند رہتے تھے اور اُس کی حقیقت جاننے کے لیئے کئی مرتبہ چھپ کر۔ اُس کی گفتگو سننے کی کوشش بھی کی تھی۔ البتہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے آخیر تک اِس بارے میں کوئی واضع بات نہیں فرمائی کہ ابن صیاد ہی دجال ہے یا نہیں؟ اِسی طرح صحابہ کرامؓ میں سے کچھ اکابر صحابہؓ ابن صیاد ہی کو دجال کہتے ہیں۔ یہاں چند احادیث اِس حوالے سے نقل کی جاتی ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) حضرت عمر فاروقؓ صحابہؓ کی ایک جماعت میں شامل ہو کر نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ ابن صیاد کے پاس گئے۔ اور انہوں نے اُس کو یہودیوں کے محلے بنو مقالہ میں کھیلتے ہوئے پایا۔ وہ اُس وقت بالغ ہونے کی عمر کے قریب تھا۔ ابن صیاد ان سب کی آمد سے بے خبر اپنے کھیل میں مشغول رہا۔ یہاں تک کے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے اُس کی پشت پر ہاتھ مارا (اور جب وہ متوجہ ہَوا تو) آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے اُس سے سوال کیا، کیا تو اِس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول (خاتم النبیین ﷺ) ہَوں؟

ابن صیاد نے یہ سن کر غصیلی نظروں سے آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی طرف دیکھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم امیوں یعنی ناخواندہ لوگوں کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) ہو۔ اور پھر اُس نے آپ (خاتم النبیین ﷺ) سے پوچھا تم گواہی دیتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے اُس کو پکڑ لیا اور خوب زور سے بھینچا اور فرمایا ''میں خدا اور اُس کے رسولوں پر ایمان لایا''۔ اِس کے بعد آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے اُس سے پوچھا یہ بتا کہ تو کیا دیکھتا ہے؟ یعنی غیب کی چیزوں میں سے تجھے کیا نظر آتا ہے۔ اُس نے کہا کبھی تو میرے پاس سچی خبر آتی ہے اور کبھی جھوٹی۔ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے (اُس کی یہ بات سن کر) فرمایا تیرا میرا معاملہ گڈمڈ ہو گیا، پھر آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا میں نے تیرے لیئے اپنے دل میں ایک بات چھپائی ہے وہ بتا کیا ہے؟ اور جو بات آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے اپنے دل میں چھپائی تھی وہ یہ آیت تھی۔ ''يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ '' (سورۃ الدخان آیت 10)

اس نے جواب دیا پوشیدہ بات جو تمہارے دل میں ہے وہ دُخ ہے۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے یہ سن کر فرمایا دور ہٹ تو اپنی اوقات سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے (صورت حال دیکھ کر) عرض کیا یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) اگر آپ (خاتم النبیین ﷺ) اجازت دیں تو میں اِس کی گردن اُڑا دوں؟ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا ابن صیاد اگر وہی دجال ہے (جس کے آخری زمانے میں نکلنے کی اطلاع دی گئی ہے) تو پھر تم اُس کو نہیں مار سکتے اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو پھر اس کو مارنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں (ایک اور دن) رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) کھجور کے اُن درختوں کے پاس تشریف لے گئے۔ جہاں ابن صیاد تھا۔ اُس وقت آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے ہمراہ ابی ابن کعبؓ انصاری بھی تھے۔ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) وہاں پہنچ کر کھجور کے درخت کے پیچھے چھپنے لگے تا کہ ابن صیاد کو پتا چلنے سے پہلے آپ (خاتم النبیین ﷺ) اُس کی کچھ باتیں سُن لیں۔ اُس وقت ابن صیاد چادر میں لپٹا ہوا تھا اور اندر سے کچھ گنگنانے کی آواز آ رہی تھی۔ اتنے میں ابن صیاد کی ماں نے آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو شاخوں میں چھپتے ہوئے دیکھ لیا اور کہا ارے صاف (یہ اُس کا اصل نام تھا) یہ محمد (خاتم النبیین ﷺ) آئے ہیں۔ ابن صیاد نے یہ سن کر گنگنانا بند کر دیا (یہ دیکھ کر) آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے (صحابہ کرامؓ) سے فرمایا اگر اُس کی ماں اُس کو نہ ٹوکتی تو آج وہ اپنی حقیقت ظاہر کر دیتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ (اس واقعہ کے بعد) جب آپ (خاتم النبیین ﷺ) (خطبہ دینے کے لیئے لوگوں کے سامنے کھڑے ہَوئے تو اللہ کی حمد وثنا کی جس کے وہ لائق ہے) پھر دجال کا بیان کیا۔ اور فرمایا کہ میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ لیکن میں دجال کے بارے میں ایسی بات تمہیں بتاتا ہوں جو اِس سے پہلے کسی اور نبی نے نہیں بتائی سو تم جان لو کہ دجال کانا ہوگا۔ اور یقینا تمہارا رب ایسا نہیں ہے (یعنی کانا نہیں ہے) (بخاری مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن راستے میں میری ملاقات ابن صیاد سے ہَو گئی۔ اُس کی آنکھ سوجی ہوئی تھی؟ میں نے پوچھا تیری آنکھ میں یہ ورم کب سے ہے؟ اُس نے کہا مجھے نہیں معلوم میں نے کہا آنکھ تیرے سر میں ہے اور تجھے ہی معلوم

نہیں؟ اُس نے کہا کہ اگر خدا چاہئے تو اِس آنکھ کو تیری لاٹھی میں پیدا کر دے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اِس کے بعد ابن صیاد نے اپنی ناک سے اتنی زور سے آواز نکالی۔ جو گدھے کی آواز کی مانند تھی (مسلم شریف)

محمد ابن منکدر تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر ابن عبداللہؓ کو دیکھا وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔ میں نے عرض کیا آپ اللہ کی قسم کھا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر فاروق ؓ کو سُنا ہے۔ وہ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے قسم کھاتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔ اور نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے اِس بات سے انکار نہیں فرمایا (یعنی اگر یہ بات درست نہ ہوتی تو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا انکار کرتے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت نافع کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ فرماتے تھے خدا کی قسم مجھ کو اِس میں شک نہیں ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ (ابوداؤد، بیہقی)

حضرت ابوبکر ؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا دجال کے والدین 30 سال اِس حالت میں گزاریں گے کہ اُن کے لڑکا نہ ہَو گا پھر اُن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑے دانتوں والا ہوگا (بعض حضرات نے کہا کہ وہ دانتوں والا پیدا ہوگا) وہ بہت کم فائدہ پہنچانے والا ہوگا۔ یعنی جس طرح اور لڑکے گھر کے کام کاج میں فائدہ پہنچاتے ہیں وہ ایسا نہ ہوگا اُس کی دونوں آنکھیں سوئیں گی لیکن اُس کا دل نہیں سوئے گا۔

اُس کے بعد رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے سامنے اُس کے ماں باپ کا حال بیان فرمایا کہ اُس کا باپ غیر معمولی لمبا اور کم گوشت والا ہوگا۔ یعنی دبلا ہوگا اُس کی ناک مرغ جیسے جانور کی چونچ کی طرح (لمبی اور پتلی ہوگی) اُس کی ماں موٹی، چوڑی اور لمبے ہاتھ والی ہوگی۔ ابوبکرؓ کہتے ہیں ہم نے مدینے کے یہودیوں میں ایک (عجیب وغریب) لڑکے کی موجودگی کے بارے میں سُنا میں اور زبیر بن العلومؓ (اُس کو دیکھنے چلے گے) جب ہم اُس لڑکے کے والدین کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بالکل اُس طرح کے تھے جیسا کہ رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے دجال کے والدین کا نقشہ بتایا تھا۔ ہم نے اُن دونوں سے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی لڑکا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تیس سال اِس حال میں گزار دیئے کے ہمارا کوئی لڑکا نہ تھا۔ پھر ہمارے ہاں ایک کانا لڑکا پیدا ہوا جو بڑے دانتوں والا اور بہت کم فائدہ پہنچانے والا ہے۔ اُس کی آنکھیں سوتی ہیں مگر اُس کا دل نہیں سوتا۔

ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ ہم دونوں اُن کی یہ بات سُن کر وہاں سے چل دیئے اور پھر ہماری نظر اچانک اُس لڑکے پر پڑی (ابن صیاد پر) جو دھوپ میں چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا اور کچھ گنگناہٹ کی ایک ایسی آواز اس کے اندر سے آرہی تھی جو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہاں کھڑے ہو کر ہم نے کوئی بات کی ہوگی یا کچھ کہا ہوگا۔ اُس نے اپنے سر سے چادر اٹھا کر ہم سے پوچھا تم نے کیا کہا ہے؟ ہم نے حیرت سے کہا کہ ہم تو سمجھے تو سو رہا ہے۔ کیا تو نے ہماری بات سن لی؟ اُس نے کہا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میرا اور ابن صیاد کا مکہ کے سفر میں ساتھ ہوگیا۔ اُس نے مجھ سے اُس تکلیف کا حال بیان کیا جو لوگوں سے اُس کو پہنچی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ لوگ مجھ کو دجال کہتے ہیں۔ ابوسعیدؓ کیا تم نے رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے نہیں سُنا کہ دجال کی اولاد نہیں ہوگی۔ جبکہ میری تو اولاد ہے۔ کیا حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ نہیں کہا کہ دجال کافر ہوگا جبکہ میں مسلمان ہوں۔ کیا آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد نہیں کہ دجال مکہ اور مدینے میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ جبکہ میں مدینے سے آرہا ہوں اور مکہ جا رہا ہوں۔ ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ ابن صیاد نے آخری بات مجھ سے یہ کہی "یاد رکھو خدا کی قسم میں دجال کی پیدائش کا وقت جانتا ہوں اُس کا مکان جانتا ہوں (وہ کہاں پیدا ہوگا) اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اِس وقت کہاں ہے اور اُس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔ ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ ابن صیاد کی یہ باتیں سُن کر میں شبہ میں پڑ گیا۔ میں نے کہا تو ہمیشہ کے لیئے ہلاک ہو۔ ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ اُس وقت موجود لوگوں میں سے کسی نے ابن صیاد کو کہا کہ کیا تجھ کو یہ اچھا معلوم ہوگا کہ تو خود ہی دجال ہو۔ ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ اُس نے (یہ سن کر) کہا ہاں۔ اگر لوگوں کو گمراہ کرنے انہیں فریب میں ڈالنے اور شعبدہ بازی وغیرہ وہ تمام چیزیں مجھے دے دی جائیں جو دجال میں ہیں تو میں بُرا نہ سمجھوں گا۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ ابن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد واقعہ حرہ کے بعد غائب ہو گیا اور پھر کبھی واپس نہ آیا۔ (ابوداؤد بسند صحیح)

کیا واقعی ابن صیاد دجال تھا؟ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے اِس بارے میں کبھی حتمی بات نہیں کی۔ صحابہ کرامؓ کے بعد کے علماء میں بھی اِس بات میں اختلاف رہا۔ جو حضرات ابن صیاد کو دجال کہتے ہیں اُن کے مطابق ابن صیاد میں تمام دجال کے اوصاف موجود تھے رہی یہ بات کہ وہ مسلمان تھا تو جب ابن صیاد نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر وہ چیزیں جو دجال کو دی گئیں ہیں مجھے دے دی جائیں تو میں دجال ہونا پسند کروں گا تو ابن صیاد اُس وقت دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا تھا۔ اکابر صحابہؓ

میں حضرت عمر فاروقؓ ،حضرت ابوذر غفاریؓ ،حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ،حضرت جابر ابن عبداللہؓ اور کئی اکابر صحابہؓ ،ابن صیاد کے دجال ہونے کے قائل تھے۔حافظ ابن حجر فتح الباری میں یہ ساری بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔"تمیم داری والی حدیث اور ابن صیاد کے دجال ہونے والی احادیث کے درمیان تطبیق پیدا کرنے کے لیے مناسب بات یہ ہے کہ جس کو تمیم داری نے بندھا ہوا دیکھا وہ دجال ہی تھا اور ابن صیاد شیطان تھا جو اِس تمام عرصے میں دجال کی شکل وصورت میں اصفہان چلے جانے (غائب ہونے) تک موجود رہا۔ چنانچہ وہاں جا کر اپنے دوست کے ساتھ اُس وقت تک کے لیئے روپوش ہوگیا۔جب تک اللہ تعالیٰ اُس کو نکلنے کی طاقت نہیں دیتا (فتح الباری)

ابن حجرؒ اِس کی دلیل میں یہ روایت نقل کرتے ہیں جس کو ابو نعیم نے تاریخ اصفہان میں نقل کیا ہے حسان بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب ہم نے اصفہان فتح کیا تو ہمارے لشکر اور یہودیہ نامی بستی کے درمیان ایک فرسخ کا فاصلہ تھا چنانچہ ہم یہودیہ جاتے تھے اور وہاں سے راشن وغیرہ لاتے تھے۔ایک دن میں وہاں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یہودی ناچ رہے ہیں اور ڈھول بجا رہے ہیں۔ان یہودیوں میں میرا ایک دوست بھی تھا۔میں نے اُس سے اِس ناچ گانے کے بارے میں پوچھا تو اُس نے بتایا کہ ہمارا وہ بادشاہ آ رہا ہے۔جس کے ذریعے ہم عربوں پر فتح حاصل کریں گے۔وہ آنے والا ہے۔اُس کی یہ بات سُن کر میں نے وہ رات اُس کے پاس ایک اونچی جگہ پر گزاری چنانچہ جب سورج طلوع ہوا تو ہمارے لشکر کی جانب سے غبار اٹھا میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جس کے جسم پر ریمان (ایک خوشبودار پودا) کی قبا تھی اور یہودی لوگ ناچ رہے تھے۔جب میں نے اُس آدمی کو دیکھا تو وہ ابن صیاد تھا۔پھر وہ یہودیہ بستی میں داخل ہوگیا۔اور پھر واپس نہیں آیا (بحوالہ فتح الباری) اَب چونکہ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے آخری وقت تک اِس کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں بتائی لہٰذا اصل بات اللہ ہی کو معلوم ہے۔اور اِس طرح کے راز چھپانے میں اِس کی بڑی حکمت ہوتی ہے۔جو تمام جہانوں کے لیئے خیر کا باعث ہوتی ہے۔

****

حضرت امام حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے سماع

"اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" (سورۃ یونس 10:62)

"خبردار بے شک اولیا اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے۔"

اس موضوع کی نوعیت علمی ہے۔ اور بنیادی طور پر یہ اہل تصوف کی ضرورت ہے اور عقیدہ اہل سنت سارا کا سارا اہل تصوف کے ساتھ عبارت ہے۔ یہ موضوع سیدنا امام حسن بصریؒ سے متعلق ہے۔ دراصل یہ ایک مسئلہ ہے جو کم از کم ایک ہزار سال سے اہل علم کے ہاں مختلف رہا۔ مسئلہ یہ تھا اور یہ ہے کہ امام حسن بصریؒ جن کا پورا نام امام ابوسعید حسن بن ابی الحسن یسار البصریؒ ہے۔ یہ علم تصوف کے بانیان میں سے ہیں اور ان کا درجہ تاریخ تصوف میں یہ ہے کہ تمام سلاسل تصوف جو حضرت علیؓ سے چلتے ہیں یا نیچے سے شروع کریں تو حضرت علیؓ پر ختم ہوتے ہیں اور پھر ان کے ذریعے آقا (خاتم النبیین ﷺ) سے جڑتے ہیں سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ سے حضرت امام حسن بصریؒ کے ذریعے سے ملتے ہیں۔

سلسلہ قادریہ:-

حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ)، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت حبیب عجمیؒ، حضرت داؤد طائیؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابوبکر شبلیؒ، حضرت ابوسعد لمبارک المصرحیؒ، حضرت غوث اعظمؒ۔

دوسرا آئمہ اظہار اہل بیت کا سلسلہ ہے۔ اس دوسری سند میں حضرت معروف کرخیؒ تک وہی اوپر والا سلسلہ ہے، حضرت معروف کرخیؒ مجوسی تھے آپؒ نے حضرت امام علی رضاؒ کے دست اقدس پر قبول اسلام کیا تھا، پھر ان کے طریق سے آگے پھر سیدنا امام موسیٰ کاظمؒ، سیدنا امام زین العابدینؒ، سیدنا امام حسینؓ اور پھر سیدنا مولا علی المرتضیٰؓ تک چلا جاتا ہے۔ تو اس میں چھ آئمہ اہل بیت آجاتے ہیں۔ تو ایک سلسلہ قادریہ کا حضرت معروف کرخیؒ کے ذریعے امام علی رضاؒ سے ہوتا ہوا حضرت علی المرتضیٰؓ تک آئمہ اہل بیت کا ہو جاتا ہے۔ اوپر سے شروع کریں تو گویا طریقہ سلسلہ قادریہ کی جو معروف سند ہے وہ امام حسن بصریؒ کے ذریعے حضرت علی المرتضیٰؓ تک جاتی ہے۔

سلسلہ چشتیہ :-

حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ)، حضرت علی المرتضیٰؓ، خواجہ حسن بصریؒ، حضرت شیخ عبدالواحد بن زیدؒ، حضرت فضیل بن عیاضؒ، حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھمؒ، حضرت سدید الدین حذیفہ مرعشیؒ، حضرت خواجہ آبی ہبیرہ بصریؒ، حضرت شیخ مشماد علو دینوریؒ، حضرت خواجہ ابواسحاق شامیؒ چشتی، حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ، حضرت خواجہ مودود چشتیؒ، حضرت شیخ خواجہ ساجی شریف زندانیؒ، حضرت خواجہ عثمان برونیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ (مزید شجرہ سلاسل طریقت میں) تو سلسلہ چشتیہ بھی اپنے تمام مشائخ کے بعد خواجہ حسن بصریؒ سے متصل ہو جاتے ہیں اور امام حسن بصریؒ کے دروازے سے حضرت علیؓ کے دروازے تک جاتے ہیں۔ مغرب کے سوا جتنے سلاسل ہیں، سب امام حسن بصریؒ کے ذریعے حضرت علیؓ تک پہنچتے ہیں، خواہ سلسلہ مرسلیہ ہے، سلسلہ شاذلیہ، سلسلہ المغربیہ، سلسلہ رفاعیہ وغیرہ۔

سلسلہ سہروردیہ :-

اس کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ ہیں۔ یہ پیرومرشد ہیں حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کے، حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ بھی ان ہی کے خلفاء میں سے ہیں، بحر حال ہم شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے اوپر کی جانب چلتے ہیں۔ یہ خلیفہ ہیں حضرت شیخ ضیاالدینؒ (جو ان کے چچا بھی ہیں) پھر اوپر حضرت ابوترابؒ اور یہ خلیفہ ہیں حضرت شیخ حاتم الاصمؒ یہ خلیفہ ہیں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے ان کے شیخ فضیل بن عیاضؒ پھر اس کے اوپر سہروردیہ اور چشتیہ سلسلہ ایک ہو جاتا ہے۔ ان کے شیخ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ، ان کے شیخ حضرت حسن بصریؒ اور ان کے شیخ حضرت علیؓ اور اوپر شیخ کائنات حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ) اور حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے شیخ اللہ تعالیٰ۔

سلسلہ نقشبندیہ :-

ان کا طریق مختلف ہے اور درج ذیل ہے۔ اوپر سے شروع کریں تو حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ)، سیدنا ابو بکر صدیقؓ، حضرت سلیمان فارسیؓ، حضرت قاسم بن محمد ابی بکرؒ، (حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے پوتے) حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ، حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانیؒ، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فیض لیا حضرت بایزید بسطامیؒ سے اور حضرت بایزید بسطامیؒ کی وفات کے ایک سو یا ڈیڑھ سو سال کے بعد پیدا ہوئے، انہوں نے اجازت، خلافت اور فیض سب کچھ حضرت بایزید بسطامیؒ کی قبر سے لیا۔ اس بات کو علمائے ظاہر نہیں مانتے کہ قبر سے بھی فیض لیا جا سکتا ہے۔ صوفیاء جانتے ہیں، صوفیاء کا فیض تو قبروں سے چلتا ہے اور بات دونوں کی درست ہے کیونکہ علمائے ظاہر کی قبریں زندہ نہیں ہوتیں اور اولیاء کی قبریں زندہ ہوتی ہیں۔ تو اولیاء کی قبروں سے سلسلہ فیض جاری رہتا ہے۔ تو یہاں بھی سلسلہ کے منقطع ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے اور صوفیا کے ہاں تو بات معتبر ہے۔ یہ طریقہ نقشبندیہ کا معروف شجرہ ہے۔ ایک طریق اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سلسلہ حضرت امام جعفر صادقؒ تک پہنچ گیا تو پھر امام قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ پھر امام جعفر صادقؒ کا اپنا آئمہ اظہار اہل بیت کا سلسلہ ہے جو حضرت علی المرتضیٰؓ تک پہنچ جاتا ہے۔ یعنی اس طریقہ پر حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ)، حضرت علیؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت امام زین العابدینؒ، حضرت امام باقرؒ، حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ۔

تو اس طرح طریقہ نقشبندیہ بھی حضرت علیؓ سے پھوٹتا ہے۔ گویا تمام طرائق میں تمام سلاسل میں جو منبع سر چشمہ دین ولایت کا ہے، سلوک کا ہے، طریقت کا ہے، معرفت کا ہے وہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی ذات بابرکت ہے۔ اسی لیے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:

حدیث 1: نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "میں علم کا شہر ہوں ابو بکرؓ اسکی بنیاد ہیں، عمرؓ اس کی چار دیواری ہیں، عثمانؓ اس کی چھت ہیں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں"۔

مفہوم ''میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں''

اب ہم اصل مسئلے کی طرف آتے ہیں۔ کہ امام حسن بصریؒ خلیفہ اور مرید ہوئے، حضرت علی المرتضیٰؓ کے آج تک جتنے بھی محدثین ہوئے، جو آئمہ حدیث ہوئے یا آئمہ تاریخ ہوئے وہ اس بات کا اول دن سے انکار کرتے رہے ہیں کہ امام حسن بصریؒ کی ملاقات حضرت علیؓ سے ثابت نہیں ہے۔ یہ محدثین کا نکتہ نظر ہے اور علوم ظاہر کے جو آئمہ ہیں، ظاہری علوم کے جو محققین ہیں اور جو سند ہیں، جو حجت ہیں وہ بھی سب اہل سنت ہیں چونکہ یاد رکھیں آئمہ میں کوئی بھی خارج از اہل سنت نہیں ہوا۔ جو بھی علم ظاہر کے باب میں درجہ امامت پر پہنچا ہے اور جس کو امت میں قبول عام ملا ہے اور امت میں وہ حجت تصور ہوا ہے وہ سب اہل تصوف اور اہل سنت ہوئے ہیں۔ اہل محبت اور اہل عقیدت ہوئے ہیں۔ بدعقیدگی، گستاخی کسی کے ہاں بھی نہ تھی، یہ سب محدثین تھے اور محدثین کا اپنا طریقہ ہوتا ہے۔ کسی چیز کو ماننے یا نہ ماننے کا۔ سو ان کا انکار رہا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت حسن بصریؒ حضرت علیؓ سے ملے، ان سے سماع کیا۔ ان سے اخذ روایت کیا، ان سے اکتساب فیض کیا یا ان سے فیض لیا۔ جب ملاقات ثابت نہیں تو پھر سماع کیسا؟۔ دوسری طرف آئمہ تصوف کا موقف ہے، صوفیاء کا اولیاء کا۔ موقف یہ ہے کہ امام حسن بصریؒ کی ملاقات، صحبت، اکتساب فیض، تعلیم تلقین، خلافت سب کچھ حضرت علیؓ سے لیا۔ اگر صوفیا یہ نہ مانیں تو تمام سلسلے منقطع ہو جاتے ہیں، کٹ جاتے ہیں۔ یعنی صوفیاء کے ہاں تو یہ کامل اعتماد ہے اور تمام شجرہ ہائے طریقت اس طریق سے آگے جاتے ہیں۔ اصل میں سیدنا امام حسن بصریؒ نے بہت سے صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت عثمانؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت عمران بن حسینؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت عبدالرحمن بن ثمرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمر بن العاصؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور بہت سے دوسرے جلیل القدر صحابہ کرامؓ، کتابوں میں آیا ہے کہ 70 بدری صحابہ کرامؓ سے آپؒ نے ملاقات کی ہے۔ سو وجہ اختلاف یہ بنی کہ آپؒ نے ہر ایک کا نام لے کر روایت کیا مگر سیدنا مولا علی المرتضیٰؓ کا نام لے کر کوئی حدیث روایت نہیں کی تو سیدنا علی المرتضیٰؓ سے نام لے کر حضرت امام حسن بصریؒ کی روایات ثابت نہیں اور یہ روایت جب ان سے کرتے تو مرسلاً کرتے یعنی امام بصریؒ روایات کرتے اور براہ راست حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) سے روایات کرتے۔ درمیان میں حضرت علیؓ کا نام نہیں لیا۔ سو محدثین تو جب تک سند میں ثبوت نہ ہو وہ بات کو نہیں مانتے۔ لہٰذا محدثین کے نزدیک ملاقات ثابت نہیں۔ سو جب ملاقات اور سماع ثابت نہیں تو خلافت کہاں سے لی؟ تلقین کہاں سے لی؟ تعلیم کہاں سے لی؟ شاگرد اور مرید کہاں سے بنے؟ خرقہ خلافت کہاں سے آیا؟ ہر چیز دھڑام سے گر جاتی ہے۔ یہ وجہ تحقیق تھی۔ اب ہم علمی حصہ کی طرف آتے ہیں۔ صوفیا کے ہاں جو دلائل ہیں وہ مبنی بر قرآئن تھے، قرائن ایسے تھے کہ جن کو محدثین یا علمائے ظاہر رد نہیں کر سکتے تھے اور اسی موضوع پر مناظرہ ہوا تھا۔ تین دن جاری رہا، حضرت شاہ ولی اللہ

محدیث دہلویؒ اور حضرت خواجہ فخر جہاں دہلوی کے درمیان۔

پاکستان میں سلسلہ چشتیہ حضرت خواجہ فخر الدین دہلویؒ کے بعد حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ سے شروع ہوا۔ان کا اور شاہ ولی اللہ کا زمانہ ایک تھا۔تو ان کے درمیان مناظرہ ہوا تین دن۔شاہ ولی اللہ محدثؒ تھے، عارف تھے، مگر بحر صورت مقام بلند پایہ محدثانہ تھا۔خواجہ فخر جہاں، فخر الدین، دہلوی بھی ولی تھے، صوفی تھے، ان کا غلبہ تصوف کی طرف زیادہ تھا۔ان کا مشرب بھی تصوف تھا مگر بحر صورت غلبہ علم حدیث کا تھا۔تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ انکار کرتے رہے کہ ملاقات ثابت نہیں۔اور حضرت خواجہ فخر الدین دہلویؒ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے، یہ ملاقات ہوئی، تین دن وہ انہیں قائل نہ کر سکے۔ان (خواجہ فخر الدین دہلویؒ) کے پاس دلائل تھے۔ قرائن کے یعنی حالات کے۔ان کے حالات زندگی ایسے ہیں کہ ان کو سن کر کوئی انکار کرنے کی مجال نہیں کر سکتا تھا یہ کیسے ممکن ہے کہ ملاقات نہ ہوئی ہو؟ کیسے ممکن ہے کہ ان کو نہ سنا ہو، ایسے حالات اور شواہد اور دلائل موجود ہیں، مگر محدثین قرائن، شواہد اور دلائل پر اعتبار نہیں کرتے، کسی بات کو قبول کرنے کے لیے وہ مانگتے ہیں روایت میں ثبوت، سند میں ثبوت، محدثین کا نکتہ یہاں آ کر رک جاتا ہے۔پھر حضرت خواجہ فخر الدین دہلویؒ نے قرائن اور شواہد کو جمع کیا اور ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ''فخر الحسن'' رکھا۔فارسی میں تھی۔ڈاکٹر طاہر القادری نے وہ کتاب 1972 میں پڑھی۔کتاب سے ہٹ کر ایک ثبوت بطریق صدر بھی ہے اور ایک ثبوت بطریق کشف بھی ہے۔جو بات کتاب میں نہ ملے اولیاء اللہ پردے اٹھا کر آقا (خاتم النبیین ﷺ) کی کچہری سے براہ راست بھی پوچھ لیتے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰؓ سے براہ راست بھی پوچھ لیتے ہیں تو معلوم نہیں کتنے اولیاء اللہ اکابر نے براہ راست حضرت امام حسن بصریؒ سے پوچھ کر تصدیق کر لی ہوگی۔براہ راست حضرت علی المرتضیٰؓ سے پوچھ کر تسلی کر لی ہوگی۔یہ امر محقق ہے امام جلال الدین سیوطیؒ جیسے آئمہ 72 مرتبہ جاگتے ہوئے تاجدار کائنات کی بارگاہ اور کچہری سے حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) سے حدیث کا سوال کر لیتے تھے۔جس حدیث پر اس کی سند پر تمام کتابیں کھنگال کر بھی انہیں کوئی مشکل پیش آئی اور اس کی صحت پر ان کے ذہن میں کوئی خلجان ہوتا اور کسی احادیث کی تصحیح (یہ تحقیقاً بات بتائی جا رہی ہے) امام جلال الدین سیوطیؒ کتب کے ذریعے نہ کر سکے۔انہوں نے عالم بیداری میں حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کی کچہری میں حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) سے سوال کر لیا اور آقا (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا ''ہاں جلال الدین یہ میں نے فرمایا ہے'' یہ حدیث صحیح ہے۔تب انہوں نے اس حدیث کی تصحیح کی تو صوفیاء اولیاء کے ہاں تو یہ ہے۔محدثین کے ہاں یہ نہیں ہے۔وہ جس چیز پر قائم رہے ان کی شان یہی ہے کہ وہ اس پر قائم رہیں۔ان کے ذریعے علم دین کی حفاظت کا ظاہرا اہتمام کیا گیا تھا۔تو بحر صورت یہ محدثین کا طریقہ ہے اولیاء کے طریقے اور بھی ہوتے ہیں وہ صرف قرائن (حالات) پر مدار نہیں رکھتے مگر جب لکھتے ہیں تو لکھنا بطریق علم ہوتا ہے۔قرآئن تو توثیق کرتے ہیں۔

امام حسن بصریؒ

آپؒ کی ولادت 20 ہجری میں ہوئی۔اور وہ بھی مدینہ طیبہ میں۔اور آپؒ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خادمہ تھیں اور آزاد کردہ باندی تھیں اور مدینہ طیبہ شہر سے دو میل کے فاصلے پر ایک وادی میں ان کا گھر تھا اور آپؒ کے والد کا نام ''یسار'' تھا اور وہ جلیل القدر صحابی حضرت زید بن ثابتؓ کے خادم تھے اور آزاد کردہ غلام تھے۔ والد کام کرتے تھے، حضرت زید بن ثابتؓ انصاری کے گھر میں اور والدہ کام کرتی تھیں صبح سے شام تک ام المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے گھر میں۔وہیں پر آپؒ پیدا ہوئے (یعنی حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں) حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کا زمانہ تھا، ان کے زمانے کو ختم ہونے میں 2 سال باقی تھے، یعنی آپؒ عہد فاروقی میں پیدا ہوئے۔حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی شہادت 22 ہجری میں ہوئی اور امام حسن بصریؒ 20 ہجری کو پیدا ہوئے، گھٹی حضرت امام بصریؒ کو سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے دی۔اب قرائن (حالات) بتائے جا رہے ہیں کہ صوفیاء نے اگر مدار رکھا ہے تو کس بنیاد پر رکھا ہے۔''گھٹی دیتے وقت حضرت عمر فاروقؓ نے دعا دی ''اے اللہ اس کو دین کا تفکر اور تدبر عطا کر'' تو سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی حیات طیبہ میں دو برس تک رہے۔اس کے بعد سیدنا عثمانؓ کا دور شروع ہو گیا اور ان کا دور خلافت 12 سال رہا (نومبر 644ء تا جولائی 656ء) امام حسن بصریؒ وہیں پر رہے۔مدینے سے باہر نہیں گئے۔جس دن سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت ہوئی۔اس دن حضرت امام حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ ان کی عمر مبارک کیا تھی فرمایا ''14 برس''۔ اب چونکہ والدہ ماجدہ کام کرتیں تھیں، حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں اور والد کرتے تھے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کے گھر۔تو والدہ بچے کو ساتھ ہی لے کر آتیں تھیں۔تمام کتب میں صوفیاء کی کتابوں میں نہیں محدثین کی کتابوں میں ہے اور سب نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ جب آپؒ کی والدہ کام میں مصروف ہوتیں اور آپؒ روتے اور چپ نہ ہوتے تو ام المومنین ام سلمہؓ حضرت حسن بصریؒ کو اٹھا کر سینہ اقدس سے لگا کر اپنا دودھ پلاتی تھیں۔اس طریق سے اب بات سمجھ میں آتی ہے کہ امام حسن بصریؒ کو تمام تابعین میں سے یہ شرف کیوں ملا کہ کل اولیاء اور کل صوفیاء کے طرائق اور سلاسل ان کے ذریعے سے شروع ہوں؟۔یہ شرف یہ امتیاز، ہزار ہا تابعین میں سے ان ہی کے حصے میں کیوں آیا؟ کیونکہ

تمام تابعین میں سے یہ صرف امام حسن بصریؒ ہی کا شرف تھا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کا دودھ پیا اور اس رضاعت کے ذریعے حضرت حسن بصریؒ خود حضرت محمد (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رضاعی بیٹے بن گئے اور امام حسنؓ اور حسینؓ کو آقا (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنا بیٹا کہا اسی ناطے سے حضرت حسن بصریؒ ان کے رضاعی بھائی بن گئے اور یہی وہ امر ہے کہ جس کا انکار کسی مورخ اور کسی محدث نے نہیں کیا۔صوفیاء نے تو لکھا ہی ہے مگر حوالے احادیث اور آئمہ تعدیل کے بھی موجود ہیں۔

امام المِزّیؒ نے تہذیب الکمال میں روایت کیا کہ حضرت اُم سلمٰیؓ حضرت حسن بصریؒ کو لے کر دیگر صحابہؓ کے پاس، جہاں جہاں حضرت اُم اسلمہ کو دعوت دی جاتی تھی، دودھ پلاتیں اور اٹھا کر ساتھ لے جاتی تھیں تو اسی عمر سے وہ اہل بیت کے گھروں میں جاتے تھے، جملہ ازواج مطہرات کے گھروں میں جاتے تھے، حضرت ام عائشہ ؓ کی گود میں گئے اور وہی اٹھا کر حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے پاس لے کر گئیں تھیں اور جب حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت ہوئی تو عمر مبارک 14 سال تھی۔35 ہجری میں جب حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت حسن بصریؒ کا یہ پندرھواں سال تھا۔حضرت عثمان غنیؓ نماز پڑھا رہے ہیں، حضرت علی ؓ نماز پڑھ رہے ہیں، کُل صحابہؓ وہیں نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت حسن بصری ؒ بھی نماز پڑھ رہے ہیں، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی مسجد میں 15 سال کی عمر تک نماز پڑھی (مسجد نبوی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں) اور ملاقات نہ ہوئی اور سماع نہ ہوا۔پھر جب سیدنا حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے تو حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے، تو جب خلیفہ ہوئے تو بطور خلیفہ جمعہ مبارک کا خطبہ بھی وہ دیتے تھے۔تو 2 سال تک جمعہ کا خطبہ مسجد نبوی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حضرت علی المرتضٰیؓ نے دیا۔اور امام حسن بصریؒ ادھر ہی رہے۔تو کیا دو سال کے جمعہ مبارک میں حضرت علیؓ نے خطبے دیئے اور حضرت حسنؒ بصری نے ان کا خطبہ نہیں سنا؟ یہ وہ قرائن (حالات) شواہد اور دلائل ہیں جن کو عقل سلیم رد نہیں کر سکتی۔محدثین بھی رد نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ رد کرتے تھے۔ان کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ ثبوت مانگتے تھے۔علم حدیث میں روایت اور سند کے طور پر کہ پھر حضرت علی المرتضٰیؓ سے کوئی حدیث روایت کیوں نہیں کی؟ یہ ایک تعجب کی بات ہے، محدثین کے لیے ہم نے تو اس تعجب کو ختم کر دیا ہے اور جب حضرت علی المرتضٰیؓ کوفہ منتقل ہوئے اور آپؓ نے دارالخلافہ کوفہ بنایا (آخری تین سالوں میں) تو 37 ہجری میں وہ کوفہ گئے اور حضرت امام حسن بصریؒ بصرہ چلے گئے، یہ امام حسن بصریؒ 17 سال کی عمر کے بعد بصری بنے ہیں، اس عمر سے پہلے بصرہ کبھی دیکھا بھی نہ تھا مدنی تھے۔16 سال تک مدنی تھے، تقریباً 4 ہزار تابعین حضرت علیؓ کے ساتھ کوفہ چلے گئے تھے، تقریباً 1500 صحابہ کرامؓ بھی کوفہ چلے گئے تھے، تو مراکز علم وہاں منتقل ہو گئے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 16 سال کی عمر تک مدینہ میں رہے تو کیا حضرت علی المرتضٰیؓ اس عرصے میں حضرت ام سلمہؓ کے گھر کبھی نہ آئے ہوں گے؟ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو حضرت ام سلمہ ؓ گود میں لے کر اٹھاتی تھیں، کھلاتی تھیں۔واقعہ کربلا کی خبر حضرت ام سلمہؓ دینے والی ہیں، روایت کرنے والی ہیں، انہی کی گود میں حضرت حسن بصریؒ بھی پلے ہیں، ایک روز 16 سال کی عمر میں حضرت حسن بصریؒ باہر خطاب کر رہے تھے اندر آواز حضرت عائشہؓ کے کانوں میں پڑی، سنا تو کسی کو بلا کر پوچھا یہ کون خطاب کر رہا ہے؟، اس کا کلام انبیاء علیہ السلام کے خطاب سے مشابہت رکھتا ہے تو بتانے والے نے عرض کیا، ام المومنینؓ یہ حسن بن یسارؒ ہیں (ابھی بصری تو نہیں تھے) اور صحابہؓ کہتے ہیں کہ کلام اور حکمت میں حسن بصری جیسا انداز کسی کا نہیں تھا۔بعض محدثین نے لکھا ہے کہ یہ اس دودھ اقدس اور آقا (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نسبت کا فیض تھا۔یہ وہ قرائن اور شواہد تھے جس کی وجہ سے اس کا رد کرنا ممکن نہ تھا۔اسی وجہ سے محدثین چپ کر گئے بلکہ ایک جملہ لکھ کر آگے کوئی طوفان کھڑا نہیں کیا ''کہ قرائن اور شواہد بڑے قوی ہیں، لیکن ثابت نہیں ہے''۔لقا، رَوایت اور سَماع، یہ ایک خلیج رہی۔

اب امام بخاریؒ سے اوپر کوئی سند نہیں۔ایک اعتراض یہ بھی ہوا کہ حضرت حسن بصریؒ کی عمر اس وقت کم تھی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو مفسرین صحابہؓ ہیں اور سب سے زیادہ احادیث جن صحابہ کرامؓ نے روایت کی ہیں ان میں ان کا نام ہے، حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے وقت ان کی عمر 13 برس کی تھی۔اب نکال دیں صحیح بخاری سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی احادیث۔تو اگر 16 برس کی عمر تک کیا ہوا۔سماع، خلافت جائز نہیں تو پھر کل کتب احادیث کی روایات کو نکالنا پڑے گا۔اب سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسینؓ کی طرف آجایئے۔امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے آقا (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فیض لیا۔جب آقا (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وصال ہوا تو حضرت امام حسنؓ کی عمر مبارک 7 برس کی تھی۔آپؓ 3 سن ہجری میں پیدا ہوئے اور امام حسینؓ کی عمر 6 برس کی تھی۔آپؓ شعبان 4 سن ہجری میں پیدا ہوئے۔لیکن آج تک آئمہ حدیث میں سے کسی بڑے چھوٹے امام حدیث کا یہ قول نہیں ہے کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے براہ راست روایت کریں۔تو نوعمری کی وجہ سے قبول نہ ہو گی۔لہٰذا امام حسن بصریؒ کو نوعمر کہنا یہ سوچ اتنی غلط ہے کہ اگر اس کو مدار بنا لیا جائے تو سلاسل کیا؟ خود سلسلہ علم وحدیث منقطع ہو جائے گا اور آج جو ہر ایک کے ہاتھ میں صحیح بخاری ہے۔اس کی سند ختم ہو جائے گی تو صوفیاء کے منکرین کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہیے۔کہ سودا بڑا سیدھا ہے کہ اگر علم تصوف کا، صوفیاء کا، ان کے سلاسل کا، ان کے طرائق کا خلاف دین کہہ کر رد کرنا ہے تو صحیح بخاری کی سند ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح امام مسلم کے راوی بھی صوفیاء ہیں، امام نووی تک 6 کے 6 صوفیاء ہیں۔ لہٰذا اگر معاذ اللہ صوفیاءِ کرام کو بدعتی سمجھا جائے تو بخاری و مسلم کی جو روایت منسوب ہیں اور آج تک جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں وہ سب منقطع ہو جاتی ہیں، کیونکہ جو 6 محدثین واسطہ ہیں ہم تک پہنچانے کے وہ تو خود صوفیاء ہیں۔ اب جب اتنی باتیں طے ہوگئیں اور دل و عقل نے مان لیا کہ سماع کیا، واضح طور پر کیا اور 16 برس رہے۔ اب سوال وہی کہ پھر حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ کا نام لے کر روایت کیوں نہیں کیا؟ امام جمال الدین المزنی کی ''تہذیب الکمال'' نے جواب دیا اور امام جلال الدین سیوطیؒ نے ''التقریب نبوی'' کی شرح ''التدریب'' کے اندر بھی لکھا۔ پہلے بنیادی بات سمجھتے ہیں، امام حسن بصریؒ 16 سال تک مدینہ میں رہے اور پھر بصرہ گئے، یعنی 16 سال مدنی پھر بصری ہوگئے، اب جب یہ بصری ہوگئے تو 2 سال کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ شیر خدا شہید کردیئے گئے اور جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت راشدہ کے شروع ہوتے ہی دمشق میں ایک متوازن حکومت کا اعلان کر دیا گیا تھا (بنوامیہ کی) یعنی بنوامیہ نے حضرت علیؓ کی خلافت راشدہ کو 5 سال تک تسلیم ہی نہیں کیا تھا اور انہوں نے اس خلافت راشدہ کے خلاف ایک متوازی حکومت قائم کر لی تھی۔ یعنی 35 ہجری میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت ہوئی، حضرت علیؓ نے خلافت راشدہ 35 ہجری میں سنبھالی 37 ہجری میں آپؓ کوفہ تشریف لے گئے 3 سال بعد 40 ہجری میں آپؓ بھی شہید ہوگئے۔ اور سن 40 میں اس پورے علاقے میں اقتدار بنوامیہ کے پاس آگیا۔ کیونکہ 6 ماہ امام حسنؓ خلیفہ راشد رہے۔ صحابہ کرامؓ اجمعین اور شوریٰ مدینہ کے انتخاب کے مطابق اور آپؓ نے امت کی تفریق کو ختم کرنے کے لیے خلافت سے دستبرداری کا اعلان فرما دیا۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ اجتماعی طور پر خلیفہ ہوگئے اور ایک ہی حکومت پورے عالم اسلام پر قائم ہوگئی اور خلافت راشدہ ختم ہو گئی۔

اب بنوامیہ کے دور میں چونکہ مسلسل ان کی جنگیں ہوئیں، جنگ صفین سمیت حضرت علیؓ کے خلاف پھر اُمراء اور ان کے رکھے ہوئے خطیب اور علماء گورنرز اور تمام افسران برسرِ منبر سیدنا مولا علی المرتضیٰؓ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے لگے۔ اور زبان درازی عام ہوگئی اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے فضائل اور مناقب تمام Ban کردیئے گئے۔ حتیٰ کہ ان کا نام لینا اور ان کے نام سے روایت کرنا بھی Ban کر دیا گیا۔ وہاں وہ شخص زیادہ سخت اور مقبول تصور ہونے لگا جو جتنا زیادہ حضرت علیؓ سے عناد ظاہر کرتا تھا۔ اب صحیح مسلم کی ایک حدیث پیش ہے جس سے یہ Establish کرتے ہیں کہ مرسلاً کیوں روایت کیا۔ (یعنی ڈائریکٹ یا براہِ راست نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) سے کیوں روایت کیا؟)۔ امام مسلم، الجامع الصحیح، میں روایت کرتے ہیں، حضرت سعید بن المسیبؓ سے مروی ہے اور وہ عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کرتے ہیں (کتاب المناقب اٹھا کر دیکھیے، کتاب فضائل صحابہؓ باب من فضائل علیؓ ابن ابی طالب اور حدیث نمبر 2404 بیان کی جا رہی ہے (صحیح مسلم)

حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے روایت کیا کہ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا حضرت علیؓ کو کہ ''علی تیرا درجہ میرے نزدیک ایسے ہی ہے جو درجہ، رتبہ اور نسبت حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھی، سوائے اس کے کہ حضرت ہارونؑ بھی نبی ہوئے مگر میرے بعد نبوت نہیں ہوگی نہ کوئی نبی ہوگا''۔ اب حضرت سعید بن المسیبؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ سے سنی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ابھی زندہ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ حدیث میں نے عامر بن سعدؓ سے سنی ہے اور ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (جنہوں نے حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) سے سنا تھا)۔ وہ تو ابھی زندہ ہیں مجھے یہ خواہش ہوئی کہ یہ حدیث میں براہ راست جا کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے میں خود کیوں نہ سنوں؟۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں پھر سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس گیا۔ ان سے ملاقات کی اور ان کے بیٹے نے جو حدیث روایت کی تھی یہ میں نے ان کو سنائی اور سنا کر ان سے پوچھا ''کیا یہ حدیث آپؓ نے روایت کی اور خود حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) سے سنا''؟ اب یہ کیوں سوال پیدا ہوا؟ دراصل بنوامیہ کے دور کا Propaganda اتنا زیادہ، اتنا مشہور تھا اور اتنا موثر تھا کہ وہ عام لوگ جنہوں نے وہ دور نہیں پایا انہیں خبر اور احساس ہی نہ تھا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کا مقام عالی کیا ہے؟ اور اُن کے مناقب و درجات کیا ہیں؟ اور جب سٹیجوں پر ان کے خلاف ہرزہ سرائی برائیاں کی جانے لگیں تو ذہن خود بخود پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا تعجب ہوا کہ اتنی بڑی بات آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمائی۔ تو جا کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پوچھا کہ آپ نے خود سنا کہ آقا (خاتم النبیین ﷺ) نے ایسا کہا تھا؟

مفہوم: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جواب دیا "ہاں میں نے خود سنا آقا (خاتم النبیین ﷺ) کی زبان اقدس سے " آگے حضرت سعید ابن مسیبؓ روایت کرتے ہیں کہ " کیا واقعی آپ نے خود سنا ہے "؟ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) سے''؟ اس پوری حدیث کے مفہوم سے ہمیں اس Environment اس فضا اور

اس Atmosphere کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ کیوں دوبارہ پوچھا گیا؟ یہ دوبارہ پوچھنا پورے ماحول، پورے پس منظر کو واضح کر رہا ہے۔ بنوامیہ کا زمانہ تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں پر رکھ دیں اور کہا ہاں میں نے خود آقا (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا اور انگلیاں کانوں پر رکھیں۔ جیسے کسی کو کہتے ہیں ''بس چپ کر جا اب حالات نہیں اس بات کو کھولنے کے'' (کیونکہ حضرت حسینؓ کا سر مبارک قلم ہوسکتا ہے تو اور باقی کیا رہ سکتا ہے؟) اور منبروں پر اگر گالیاں نکالی جا سکتی ہیں؟ تو کس کو بچایا جا سکتا ہے؟ کون بچ سکتا ہے؟ یہ صحیح مسلم کی حدیث Quote کی گئی ہے۔ اب اس باب میں حدیث نمبر 2409 ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث: اس کو روایت کیا حضرت سہیل بن سعدؓ نے، فرماتے ہیں کہ بنوامیہ کے ایک قبیلے آل مروان میں سے (مروان بن حکم کی اولاد) ایک شخص مدینہ کا گورنر مقرر ہوا اور اس نے حضرت سہیل بن سعدؓ کو بلایا اور حکم دیا، حضرت سہیل بن سعدؓ کو کہا کہ علیؓ کو گالی دو (نعوذ باللہ) وہ صحابیؓ تھے۔ حضرت سہیل بن سعدؓ نے کہا ''جان جاتی ہے تو سو بار جائے مگر حضرت علیؓ شیر خدا کو گالی میں نہیں دے سکتا'' اچھا اس نے پھر کہا۔ اگر تو علیؓ کو گالی نہیں دے سکتا تو صرف یہ کہہ دے کہ ''ابوتراب پر خدا کی لعنت ہو'' (معاذ اللہ)۔ یہ تھا حضرت علیؓ کے خلاف ان لوگوں کا بغض اور یہ تھا اس وقت کا (Atmosphere) چونکہ وہ مٹی میں لیٹے ہوئے تھے اور مٹی میں لتھڑے ہوئے دیکھ کر تاجدار کائنات نے خود حضرت علیؓ کو لقب دیا تھا ''ابوتراب'' اور اس کے بعد ابوتراب سے بڑھ کر حضرت علیؓ کو کوئی نام محبوب نہیں تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ''میں ابوتراب کا نام لے کر گالی دوں یہ بھی نہیں کروں گا''۔ تو یہ ہے اس زمانے کا حال کہ بنواُمیہ کے دور میں حضرت علیؓ کے حق میں بات کہنا کس قدر مشکل اور سخت تھا۔ اب بنوامیہ کا دور گزر گیا اور ابن عباس کا دور آ گیا۔

اس دور میں امام نسائی ہوئے (صحاح ستہ کے ایک امام) دمشق میں مقیم تھے کہ برسرِ منبر حضرت علیؓ کو گالیاں دی جاتیں ہیں ان کا دل دکھا، بہت دکھی ہوئے اور غمگین ہو کر فلسطین کے ایک گاؤں میں چلے گئے اور آپؒ نے جرأت کی اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے خصائل ومناقب پر ایک حدیث کی کتاب لکھی۔ یہ پہلی کتاب تھی جو آئمہ صحاح ستہ میں سے کسی ایک نے حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہؓ میں سے یا اہل بیت میں سے کسی ایک پر پوری ایک کتاب لکھی۔ ورنہ اس سے پہلے ہر ایک نے اپنی اپنی کتابوں میں صحابہ کرامؓ کے مراتب ومناقب درج کئے تھے۔ ایک مستقل کتاب نہیں لکھی تھی۔ انہوں نے 194 احادیث (مرفوع اسناد کے ساتھ) حضرت علی المرتضیٰؓ کے شان میں تخریج کیں ''خالص علی ابن ابی طالب'' کے نام سے حدیث کی کتاب مرتب کردی۔

6 جو آئمہ صحاح ستہ ہیں ان میں ہماری ناقص رائے کے مطابق جرد تعدیل میں امام نسائیؒ، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے بعد آتے ہیں۔

(1) امام بخاریؒ (2) امام مسلمؒ (3) امام نسائیؒ (4) امام ابوداؤدؒ (5) امام ترمذیؒ (6) امام ابن ماجہ۔ لہٰذا ان کا بہت اونچا درجہ ہے کتاب مکمل کی واپس آئے، ایسا غم وغصہ تھا جوش تھا کہ رہا نہ گیا۔ واپس دمشق آئے اور منبر پر کھڑے ہو کر آپؒ نے اپنی پوری کتاب کی روایت کی۔ جمعہ کے دن اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے مناقب میں 194 احادیث۔ سند کے ساتھ سنائیں (حالانکہ بنوعباس کا دور تھا) مگر دمشق میں اب تک حالات جو بنوامیہ نے پیدا کئے تھے موجود تھے۔ آپؒ نے جب یہ احادیث روایت کے ساتھ پیش کیں تو خوارج (خارجی) کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ اس طرح کی فضیلتیں اور مناقبات آپ حضرت امیر معاویہؓ کی شان میں بھی ہمیں سنائیں۔ اب یہ ان کا کہنا کوئی حضرت امیر معاویہؓ کی محبت کی وجہ سے نہیں تھا وہ صرف فتنہ چاہتے تھے۔ آپؒ نے جواب دیا کہ ''ایسے مناقب وفضائل آقا (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے لیے فرمائے ہی نہیں ہیں۔ تمہیں کہاں سے سناؤں''؟ امام نسائیؒ کا یہ کہنا تھا کہ خارجیوں نے آپؒ کو مار مار کر شہید کر دیا۔ تو امام نسائیؒ شہید حُب علیؓ ہوئے۔ یہ ماحول تھا جس میں امام حسن بصریؒ حضرت علیؓ سے مرسلاً روایت کرنے پر مجبور تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ خالی نام کی وجہ سے اگر دین کا فروغ ہی رک جائے تو بہتر ہے کہ میں اپنے اعتماد پر مرسلاً روایت کروں تاکہ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات تو امت تک پہنچ جائے۔ باقی جس کا بھی نام لیتے تھے کوئی مخالفت نہ تھی۔ حضرت علیؓ کا نام لیتے تھے تو مخالفت ہوتی تھی۔

چنانچہ امام نسائیؒ کی روح جب پرواز کرنے کے قریب ہوئی تو آپؒ نے تلامذہ سے کہا کہ مجھے چار پائی پر لے کر چلو اور صفا مروہ کے درمیان دفن کرنا۔ تو روح کو جیسا انتظار تھا اسی مقام پر قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپؒ شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ اب چونکہ حضرت علیؓ کے مناقب پر شہید کئے گئے تھے تو صفا مروہ کے درمیان باہر کی طرف حضرت علیؓ کا گھر تھا۔ وہی محلہ بنی ہاشم تھا۔ وہیں حضرت خدیجہؓ کا گھر تھا۔ چنانچہ اُس جگہ پر آپؒ کو دفن کیا جہاں حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہل بیت بنوہاشم کا آنا جانا تھا۔ جس زمین پر ان کے قدم لگتے تھے۔ وہی قبر بن گئی۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اصول حدیث کی کتاب التدریب میں بیان کرتے ہیں کہ اور دوسرا حوالہ امام جمال الدینؒ المزنی جو کُل محدثین کے امام ہیں وہ روایت

کرتے ہیں کہ امام ابونعیمؒ سے اور وہ روایت کرتے ہیں پوری سند کے ساتھ امام یونس عبیدؒ سے کہ امام یونس بن عبیدؒ نے فرمایا کہ میں نے امام حسن بصریؒ سے پوچھا ''اے ابوسعید آپ جب بھی حدیثیں ہمیں سناتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اور آپؒ کی تو حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات نہیں ہوئی۔ آپؒ تو صحابی نہیں ہیں تابعی ہیں تو ہمیں یہ تو بتائیں کہ آپ کو یہ روایتیں کس نے سنائیں؟ درمیان میں کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا ''تم نے مجھ سے ایک ایسی بات پوچھی ہے جو آج سے پہلے کسی نے مجھ سے نہیں پوچھی۔ میں نے جو روایت کی ہر ایک نے قبول کر لی۔ اگر میرا تمہارے ساتھ قدر و منزلت کا رشتہ نہ ہوتا تو کبھی بھی تمہیں راز کی بات نہ بتاتا''۔ پھر فرمایا ''میں ایک ایسے دور میں زندہ رہ رہا ہوں جو آپ بھی دیکھ رہے ہیں (بنوامیہ کے دور میں حجاج بن یوسف کی گورنری کے تحت بصرہ میں مقیم تھے) آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہر وہ حدیث اور روایت جو تم میری زبان سے سنو کہ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اور درمیان کا نام نہ بتاؤں تو جان لیا کرو کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی روایت ہے۔ میں نے ان سے سنا ہے۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ ہم ایسے دور اور زمانے میں رہ رہے ہیں کہ حضرت علیؓ کا نام نہیں لے سکتے''۔ تو وہی راستے تھے حضرت حسن بصریؒ کے پاس یا حدیث ان کے نام سے روایت کرتے تو اگلے جمعہ کو 10 سرکاری خارجی کھڑے کر دیئے جاتے جو زور زور سے کہتے، جھوٹ کہا، جھوٹ کہا، جھوٹی روایتیں شروع ہو جاتیں۔ یا جیل میں ڈال دیئے جاتے اور پھر شہید کر دیئے جاتے۔ تو امام حسن بصریؒ کے سینے میں اس مبارک دودھ کا جو فیض تھا اور جو خزانہ تھا تو آپؒ نے سوچا کہ چلو نام چھوڑ دیتا ہوں آقا (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیثیں مرسلاً روایت کیں تاکہ دین امت کو پہنچتا رہے۔ بعد میں کتب احادیث کو کھنگالنے پر 35 احادیث ایسی بھی مل گئیں جن میں حضرت حسن بصریؒ نے نام لے کر روایت کیا تھا اور یہ کارنامہ ہے ڈاکٹر طاہر القادری کا کہ 35 احادیث نکال دیں۔ سارا اعتراض ختم ہو گیا۔

خود محدثین کی بات محدثین کے طریق پر ثابت ہوگئی۔ امام بخاری اپنی تاریخ میں ''التاریخ الصغیر'' جلد 2 صفحہ 199 روایت نمبر 2295 سلمان بن سالم ابوداؤد القرشی القطان سے روایت کرتے ہیں۔ علی بن زیدؒ نے خود امام حسن بصریؒ سے سنا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو دیکھا، حضرت زبیرؓ کو بھی دیکھا اور انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو بھی دیکھا۔ لہٰذا جب 35 احادیث ثابت ہو گئیں تو عند المحدثین جو اعتراض صدیوں سے تھا وہ رد ہو گیا اور بات وہی درست اور صحیح نکلی جو صوفیا اور اولیاء کہتے آ رہے تھے اور جو آئمہ تصوف کہتے آ رہے تھے۔ (ڈاکٹر طاہر القادری)

****

سماع اور اس کے آداب

واضح ہو کہ جیسے لوہے اور پتھر میں آگ مخفی رہتی ہے یا جیسے پانی کے نیچے مٹی چھپی ہے اسی طرح نیک باطن کے جواہر اور اسرار دلوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں اور ان کے اظہار کی تدبیر راگ سے بہتر کوئی نہیں۔ دل کا حال بھرے برتن کا سا ہے جب چھلکاؤ گے تو وہی نکلے گا جو اس میں بھرا ہے۔ اسی طرح راگ دلوں کے حالات کو جانچنے کے لیے ایک بہترین اور سچی کسوٹی ہے۔ جب اس سے دلوں کو حرکت ہوگی تو ان سے وہی باتیں ظاہر ہوں گی جو ان پر غالب ہیں۔ کیونکہ دل بالطبع راگ کے مطیع ہیں اس کے سامنے اپنی برائی اور بھلائی سب ظاہر کر دیتے ہیں۔ اول راگ ہوتا ہے اور اس سے دل پر ایک حالت ہوتی ہے۔ جس کو **وجد** کہتے ہیں اور اس وجد کے سبب سے اعضاء میں حرکت ہوتی ہے۔ وہ اگر غیر موزوں ہوتی ہے تو اس کو **اضطراب** کہتے ہیں اور اگر موزوں ہوتی ہے تو اس کو **ناچ** کہتے ہیں۔

ممشادؒ دینوری نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اس راگ کے بارے میں آپ (خاتم النبیین ﷺ) کچھ برا جانتے ہیں؟۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ ''میں کچھ برا نہیں جانتا مگر ان سے کہہ دینا کہ اس سے پیشتر قرآن پڑھا کریں اور ختم کے بعد قرآن ہی پر ختم کیا کریں''۔

طاہر بن بلال ہمدانیؒ وراق جو علماء میں سے تھے کہتے ہیں کہ میں جدہ کی جامع مسجد میں سمندر کے کنارے پر معتکف تھا کہ ایک روز ایک جماعت کو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشے میں کچھ گا رہے تھے اور سنتے تھے میں نے دل میں برا جانا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں شعر پڑھتے ہیں پس اسی رات میں نے آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) کو خواب میں دیکھا کہ اسی گوشہ میں بیٹھے ہیں اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے برابر حضرت صدیق اکبرؓ ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ کچھ شعر پڑھتے ہیں اور آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) سنتے ہیں اور وجد کی سی حالت میں ہو کر اپنا دست مبارک سینہ شریف پر رکھتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ کو نہیں مناسب تھا کہ جو لوگ اشعار سن رہے تھے ان کو برا جانوں یہاں تو خود

آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) سنتے ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ سنا رہے ہیں۔ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ''ہذا حق بحق'' یا یوں فرمایا کہ ''حق من حق'' مجھ کو صحیح یاد نہیں رہا کہ کون سا لفظ فرمایا۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا اس جماعت پر تین جگہوں میں رحمت اترتی ہے ایک کھانے کے وقت اس لیے کہ یہ لوگ بدون فاقہ کے کھاتے نہیں، دوئم باہم ذکر کرنے کے وقت کیونکہ بجز صدیقوں کے مقاموں کے اور کسی چیز کا ذکر نہیں کرتے، سوئم راگ سننے کے وقت اس وجہ سے کہ اس کو وجد کے ساتھ سنتے ہیں اور حق کے سامنے ہوتے ہیں''۔

کسی بزرگ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ان سے پوچھا کہ آپ اس راگ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس میں ہمارے اصحاب اختلاف کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ''وہ بے کدورت اور صاف ہے اور بجز عالموں کے قدم کے اس پر کوئی نہیں جمتا''۔ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی تعریف میں فرمایا:

''لقد اعطی مزمارا من مزامیر آل داود''

''دیئے گئے ہیں ابوموسیٰ ایک نغمہ آل داؤد علیہ السلام کی خوش آوازیوں میں سے''

یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو آل داؤد علیہ السلام کی طرح خوش آوازی عطا کی گئی ہے۔ کیونکہ آپ قرآن پاک کو انتہائی خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ اس مفہوم سے آواز خوش کی مدح پر دلالت ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آواز خوش مباح (جائز) اس شرط سے ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت میں ہو اس کو یہ کہنا ضرور ہوگا کہ آواز بلبل کا سننا حرام ہے کیا؟ کیونکہ وہ بھی قرآن خوانی نہیں اور اگر بلبل کو سننا درست ہے تو جس آواز خوش میں حکمت اور معنی صحیح پائے اس کا سننا کیوں جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ بعض اشعار سراسر حکمت ہوتے ہیں۔ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے سامنے شعر پڑھا گیا اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:

''ان من الشعر لحکمۃ'' ترجمہ: ''بعض شعر البتہ حکمت ہیں''۔

عمر بن شریدؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) کے سامنے سو قافیہ کے شعر پڑھے ہر بار آپ (خاتم النبیین ﷺ) یہی فرماتے کہ اور پڑھو پھر آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ ''یہ شاعر تو اپنے اشعار میں گویا مسلمان ہے''۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سفر میں آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) کے لیے حدی پڑھی جاتی تھی اور حدی خوانی اونٹوں کے پیچھے آنحضرت (خاتم

النبیین ﷺ) اور صحابہؓ کے زمانہ میں ہمیشہ رہی اور وہ اشعار ہی ہوتے ہیں کہ خوش آوازی اور موزوں نغموں سے پڑھے جاتے ہیں اور صحابہؓ میں کسی سے ان کا انکار منقول نہیں بلکہ بعض اوقات اس کی التجا کیا کرتے تھے۔ یا تو اونٹوں کی حرکت کے واسطے (کہ حدی سنتے ہوئے اونٹ تیز بھاگتے ہیں) یا خود لذت حاصل کرنے کے لیے۔ پس راگ اس جہت سے بھی حرام نہیں ہوسکتا کہ وہ ہمدم لذیذ مفہوم ہے اور آواز خوش اور نغمہ موزوں سے ادا کیا جاتا ہے۔

4۔ چوتھی بات راگ میں یہ ہے کہ دل کو حرکت دیتا ہے اور جو چیز اس پر غالب ہوتی ہے اس کو ابھارتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہے کہ موزوں نغموں کی روحوں کے ساتھ تو مناسبت رکھی ہے یہاں تک کہ یہ ارواح میں عجیب تاثیر کرتے ہیں۔ مثلاً بعض نغمات سے سرور ملتا ہے، بعض سے غم ملتا ہے کسی سے نیند آتی ہے، کسی سے ہنسی، کسی میں یہ اثر ہوتا ہے کہ اس سے موزونیت کی حرکتیں ہاتھ اور پاؤں اور سر وغیرہ اعضاء میں پیدا کر دیتا ہے اور یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب اشعار پورے سمجھ میں آتے ہوں بلکہ تاروں کے نغمات سے بھی یہی حال ہوتا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جس شخص کو بہار اور اس کے شگوفے اور ستار اور اس کے نغمے حرکت نہ دیں وہ مزاج کا خراب ہے۔

چنانچہ ابوبکر بن محمدؒ داؤد نقل کرتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا کہ ایک قبیلہ عرب کا مجھ کو ملا اس میں سے ایک شخص نے میری دعوت کی اور اپنے خیمہ میں لے گیا، خیمہ میں کسی نے ایک غلام مقید دیکھا اور دیکھا کہ چند اونٹ دروازے پر مرے پڑے ہیں اور ایک اونٹ بیمار مرنے کے قریب پڑا ہے۔ اس مقید غلام نے مجھے کہا کہ تم مہمان ہو اور میرا آقا مہمانوں کی بڑی عزت افزائی کرتا ہے تم میری سفارش میرے آقا سے کر دو، تمہاری سفارش میرے حق میں رد نہ کرے گا اور مجھ کو قید سے چھوڑ دے گا۔ جب وہ شخص کھانا لایا تو میں نے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک تم اس غلام کے بارے میں میری سفارش قبول نہ کرو گے میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس شخص نے کہا کہ اس غلام نے مجھ کو محتاج کر دیا ہے۔ میرا سارا مال مار ڈالا ہے میں نے پوچھا کہ اس نے کیا کیا اس نے کہا کہ میری گزران اونٹوں کے کرائے پر تھی اس نے ان پر بہت سا بوجھ لاد دیا، اسکی آواز اچھی ہے جب اس نے حدی پڑھی تو تین دن کی راہ یہ اونٹ ایک دن میں طے کر گئے، جب ان کے بوجھ اتارے گئے تو سب مر گئے صرف یہ ایک رہ گیا ہے اور یہ بھی قریب المرگ ہے۔ مگر تم میرے مہمان ہو، تمہاری خاطر میں نے یہ اونٹ اور غلام تم کو دیا۔ میں نے چاہا کہ اس کی آواز سنوں، صبح کو اس شخص نے غلام سے کہا کہ حدی پڑھ اس وقت وہ کنویں سے پانی کا ایک اونٹ لیے ہوئے آیا تھا اس نے حدی پڑھنی شروع کی تو آس پاس کے تمام اونٹوں نے اپنی رسیاں توڑ ڈالیں اور میں بھی منہ کے بل گر پڑا مجھ کو گمان نہیں ہوتا کہ میں نے اس سے عمدہ آواز کبھی سنی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ راگ کی تاثیر دلوں میں محسوس ہوتی ہے اور جس شخص کو راگ سے حرکت نہ ہو وہ ناقص اور اعتدال سے ہٹا ہوا ہے وہ روحانیت سے دور ہے، وہ اونٹوں، پرندوں بلکہ تمام جانوروں سے طبیعت میں کثیف ہے اس لیے کہ موزوں نغموں سے سب کو اثر ہوتا ہے۔

5۔ پنجم خوشی کے اوقات میں سرور کے لیے نغمہ مباح (جائز ہے) جیسے عید، شادی، ولیمہ، ختنہ، حفظ وغیرہ، تو جن مواقع پر سرور جائز ہے ان پر سرور کا ابھارنا بھی جائز ہوا۔ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے جب مدینہ طیبہ کو اپنے قدموں سے رونق بخشی تو مدینے کی عورتیں چھتوں پر دف بجا کر گیت گا رہی تھیں۔

6۔ عاشقوں کا راگ شوق کی تحریک اور عشق کو دوبالا کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ عشق کیا چیز ہے تو کہا ''ایک دھواں ہے جو آدمی کے دماغ میں چڑھ جاتا ہے، جماع سے جاتا رہتا ہے اور سماع سے بڑھتا ہے''۔

7۔ ان لوگوں کا سماع جو اللہ تعالیٰ کے عاشق اور اس کے دیدار کے مشتاق ہوں کہ جس چیز پر نظر کریں اس میں اُس کو دیکھیں اور جو آواز سنیں اُس کو اُسی سے یا اس کے باب میں جانیں تو ایسے لوگوں کے حق میں راگ ان کے شوق کو ابھارتا ہے اور عشق و محبت کو پختہ کرتا ہے اور یہ دل پر کام چقماق کا کرتا ہے۔

لذت ایک قسم کا ادراک ہے جو قوت مدرکہ کی وجہ سے ہوتی ہے تو جس کی قوت مدرکہ کامل نہ ہوگی اس کو لذت کیسے معلوم ہوگی؟ مثلاً اگر کسی شخص میں قوت ذائقہ نہ ہوگی وہ مزہ کیسے معلوم کرے گا؟، جو بہرا ہوگا وہ آوازوں کی لذت کیسے معلوم کرے گا؟ جس کو عقل نہ ہوگی وہ عقلی چیزوں کا ادراک کیسے کرے گا؟۔ اس طرح کان میں آواز پہنچنے سے راگ کا خط دل کے اندر کی حس باطنی سے معلوم ہوتا ہے تو جس میں وہ حس نہ ہوگی اس کو راگ کی لذت بھی نہیں ہوگی۔

عشق حقیقی کی تعریف یہ ہے کہ شرکت کو قبول نہیں کرتا اس کے علاوہ جتنے عشق ہیں وہ شرکت قبول کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو محبوب ہے اس کا نظیر ممکن ہے خواہ وجود میں یا امکان میں مگر اُس (اللہ کے) جمال کا نشان نہ امکان میں ہوسکتا ہے نہ وجود میں اور جو شخص کم عقل ہوتے ہیں وہ عشق سے طلب وصال ہی سمجھتے ہیں جس کے معنی اجسام ظاہری ملنے کے ہیں تو ان جیسے لوگوں کے سامنے الفاظ، عشق، شوق وصال کے بول فضول ہیں۔ کیونکہ چوپایوں کے سامنے نرگس اور ریحان کا ذکر نہیں ہوتا فقط گھاس پھوس، شاخ اور پتے رکھے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ان الفاظ کا بولنا جائز ہے جس سے سننے والوں کو ایسی باتوں کا وہم نہ ہو جن سے اللہ تعالیٰ کو

منزہ کہنا واجب ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عشق میں مبتلا ہیں وہ صفات الٰہی پر وجد میں مبتلا ہو جاتے ہیں بلکہ عجیب نہیں کہ صفات الٰہی کے سنتے ہی دل پر وہ وجد غالب ہو جس کے سبب سے دل پھٹ جائے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ ''بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پہاڑ پر تھا اس نے اپنی ماں سے پوچھا کہ آسمان کس نے پیدا کیا، اس نے کہا اللہ عزوجل نے، اس نے کہا کہ زمین کو کس نے پیدا کیا؟، اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے، پھر پوچھا کہ پہاڑوں کو کس نے بنایا؟ اس کی ماں نے کہا اللہ جل شانہ نے، اس نے پوچھا کہ بادل کس نے پیدا کیے؟ کہا اللہ تعالیٰ نے، اس لڑکے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے اور یہ کہہ کر اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دیا اور پاش پاش ہو گیا اور اس کا سبب غالباً یہی معلوم ہوتا ہے'' جب اس نے یہ باتیں سنیں جو اللہ تعالیٰ کے جلال اور قدرت کامل کی دلیل ہیں تو اس نے وجد کی حالت میں اپنے آپ کو گرا دیا۔

سماع حرام ہونے کے عوارض :- حرام ہونے کے عوارض پانچ ہیں۔

1۔ اول یہ کہ گانے والی عورت ہو جس کی طرف دیکھنا حلال نہ ہو کیونکہ اس کے راگ سے فتنہ کا خوف ہوا کرتا ہے

2۔ دوئم یہ کہ آلات سماں اچھے نہ ہوں مثلاً میخواروں اور مخنثوں کے اشعار ہوں۔

3۔ سوئم یہ کہ نظام میں خرابی ہو یعنی شعروں میں فحش پن اور بے ہودگی ہو۔ چنانچہ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں جس شخص پر مخلوق کا عشق غالب ہو اس کو چاہیے کہ راگ نہ سنے۔

4۔ چہارم یہ کہ سننے والے میں خرابی ہو یعنی شہوت غالب اور عین بہار جوانی میں ہو اور یہ صفت اور صفات کی نسبت اس پر غالب ہو اس کو راگ سننا حرام ہے۔

دل کے اندر شیطان کے لشکر یعنی شہوات اور اللہ تعالیٰ کے لشکر یعنی نور عقل میں ہمیشہ لڑائی رہا کرتی ہے، بجز اس دل کے کہ جس میں ایک لشکر کی فتح ہو گئی ہو اور دوسرا بالکل مغلوب ہو گیا ہو کہ ان میں جنگ موقوف ہو جاتی ہے اور آج کل تو اکثر دل ایسے ہی ہیں جن کو لشکر شیطان نے جیت لیا ہے اور ان پر وہی غالب ہو رہا ہے اس قسم کے لوگوں میں راگ شیطانی لشکر کے ہتھیار تیز کر دیتا ہے۔

5۔ وہ عورت جس سے باتیں کرنے سے اس کی آواز کے باعث فتنے کا خوف ہو، اس سے کلام کرنا اس سے تلاوت سننا اور راگ سننا جائز نہیں۔ حرام ہے۔

جو لوگ سماع کو حرام کہتے ہیں اول کے دلائل اور ان کے جوابات:-

1۔ اول حجت یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے حرام کیا گانے والی لونڈی کو، اس کی فروخت کو اور اس کے دام کو اور اس کی تعلیم کو'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''حدیث میں گانے والی لونڈی سے وہ لونڈی مقصود ہے جو شراب کی مجلس میں مردوں کے سامنے گائے، پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اجنبی عورت کا گانا فاسقوں کے اور ایسے لوگوں کے سامنے جن سے فتنہ کا خوف ہو حرام ہے اور عرب والے گانے والی لونڈی سے ممنوع گانے گواتے تھے۔ (جو نفس کی شہوت کو ابھارنے کے لیے گائے جاتے تھے)۔

2۔ دوئم حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ "سب سے پہلے شیطان نے نوحہ کیا اور اسی نے ہی اول راگ گایا''۔ اس حدیث میں راگ اور نوحہ کو اکٹھا کر دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں جس طرح نوحہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ اور گناہ گاروں کا اپنی خطاؤں پر توجہ مستثنیٰ ہے اس طرح راگ میں سے وہ راگ مستثنیٰ ہے جسمیں سرور اور حزن اور شوق کی تحریک مباح (جائز) چیزوں کی طرف مراد ہو جیسے عید کے روز آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) کے گھر میں دونوں لڑکیوں کا گانا اور جس روز آپ (خاتم النبیین ﷺ) مدینہ طیبہ آئے عورتوں کا گانا۔

3۔ سوئم حجت یہ ہے کہ حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ "جب کوئی شخص اپنی آواز راگ میں بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو شیطان اس کے مونڈھوں پر بھیج دیتا ہے کہ دونوں اپنی ایڑیاں اس کے سینہ پر مارتے ہیں جب تک خاموش ہو" تو اسکا جواب ہے کہ یہ حدیث راگ کے بعض قسم پر محمول ہے یعنی جس راگ سے شیطان کی داد کو حرکت ہو یعنی شہوت، اور مخلوق کا عشق اُبھرے لیکن جس راگ سے شوق الی اللہ یا عید کی خوشی یا لڑکا ہونے کی مسرت یا کسی غائب کے آنے کی فرحت پائی جائے تو یہ سب امور شیطان کی مراد کے مخالف ہیں۔

4۔ چہارم حُجت یہ ہے کہ عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ "جتنی چیزیں کہ تو جن سے کھیلتا ہے باطل ہیں مگر اپنے

گھوڑوں کو پھیرنا اور تیر پھینکنا اور اپنی بی بی سے چہل کرنی ؟ یعنی ہنسی مذاق کرنا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ باغوں کی لذت اور سیر پرندوں کی آوازیں اور ان کا سننا اور دوسرے ہنسی ٹھٹھے جن سے آدمی کھیلتا ہے ان میں سے بھی کوئی حرام نہیں"۔

5۔ پنجم حُجت یہ ہے کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے احرام باندھے ہوئے گزرے اور ان میں ایک شخص راگ گاتا تھا آپؓ نے فرمایا" خداوند تعالیٰ تمہاری دُعا نہ سنے "اور حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک راستے میں تھا آپؓ نے ایک چرواہے کی بانسری سنی اور دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں دے لیں اور اس راہ سے دوسری طرف ہو لیے اور مجھ سے پوچھتے جاتے تھے کہ نافعؒ وہ آواز سنتا ہے کہ نہیں؟ یہاں تک کہ جب میں نے کہا اب آواز نہیں آتی تو آپؓ نے انگلیاں کانوں میں سے نکال لیں اور فرمایا کہ راگ زنا کا عنصر ہے'۔ اب اس کا جواب یہ ہے کہ راگ احرام کی حالت میں برا ہے اس وجہ سے حضرت ابن عمرؓ کا فرمانا کہ خدا تمہاری دعا قبول نہ کرے اس سے حرمت (حرام ہونا) معلوم نہیں ہوتی بلکہ چونکہ وہ لوگ احرام باندھے ہوئے تھے اس لیے عورتوں کا ذکر مناسب نہ تھا۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ انگلیوں کا کانوں میں لینا اس وجہ سے تھا کہ اپنے دل کو سرِ دست ایسی آواز سننے سے پاک رکھا کہ عجب نہیں کہ ایسے امر کی محرک ہو جس فکر میں آپؓ تھے اس سے مانع ہو، اس لیے اپنے کانوں میں انگلیاں دیں اگر حرام ہوتا تو ان کو بھی کان بند کرنے کے لیے کہتے۔

سماع کے آثار اور آداب:-

1۔ اول تو یہ ہے کہ سننا صرف طبعی ہو یعنی بجز نغمات اور الحان کی لذت کے اور کچھ سماع کی کیفیت نہ جانے۔

2۔ دوسری حالت یہ ہے کہ سمجھ کے ساتھ سنے مگر مضمون کو کسی مخلوق سے پڑھائے۔

3۔ تیسری حالت یہ ہے کہ جو کچھ سنے اس کو خدائے تعالیٰ کے معاملے میں جو اس کے حالات بدلتے ہیں انہیں پر ڈھالتا جائے۔ یہ سماع مریدوں کا خصوصاً مبتدیوں کا ہوتا ہے۔

حضرت خضر علیہ اسلام سے جو کسی نے خواب میں راگ کا حال پوچھا تو آپؑ نے فرمایا کہ' وہ صاف ستھرا ہے اس پر بجز علماء کے قدموں کے اور لوگوں کے قدم نہیں جمتے'' اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ راگ دلوں کے اسرار مخفی کو تحریک کرتا ہے اور جیسے نشہ مدہوش کرنے والا آدمی کو پریشان کر دیتا ہے اور ادب کا عقدہ کھول دیتا ہے اسی طرح راگ بھی دلوں کو پریشان کرتا ہے اور کچھ عجب نہیں کہ ادب باطنی بالائے طاق ہو جائے مگر جس کو خدائے تعالیٰ اپنے نور ہدایت سے بچائے۔

4۔ چوتھی حالت یہ ہے کہ راگ سننے والا احوال مقامات کو طے کر کے ماسوائے اللہ کے سمجھنے سے جاتا رہا ہو۔

سماع اور وجد:-

1۔ حضرت ذوالنون مصریؒ سماع کے لیے فرماتے ہیں کہ' وہ حق کا وارد ہے اس لیے آتا ہے کہ دلوں کو تحریک حق کی طرف کرے تو جو کوئی اس کو حق کے سبب سے سنے گا وہ محقق ہے اور جو نفس کے باعث سنے گا وہ زندیق ہے'' تو گویا ان کے نزدیک سماع میں وجد یہی ہے کہ دلوں کا مَیل حق کی طرف ہو۔ (دلوں کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو)

2۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ' سماع کا ظاہر تو فتنہ ہے اور باطن عبرت تو جو کوئی اشارے کو پہچانتا ہے اس کو عبرت کا حال سننا حلال ہے ورنہ وہ بلا میں پڑنا چاہتا ہے''۔

3۔ ابوسعید بن اعرابیؒ فرماتے ہیں کہ وجد یہ ہے کہ حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا اور فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا اور راز قلبی سے گفتگو کرنا، پس واضح ہو کہ وجد اس حالت کا نام ہے جو سماع کا ثمرہ ہوتا ہے یعنی راگ سننے کے بعد سننے والا ایک نئی حالت اپنے نفس کے اندر پاتا ہے۔ پس اگر سماع ایسا ضعیف ہو کہ نہ تو ظاہر بدن کو حرکت یا سکون دے، نہ کوئی سننے والے کی حالت بدلے کہ خلاف عادت ہلنے لگے یا گردن جھکا لے یا دیکھنے اور بات کرنے سے ساکن ہو جائے تو ایسی حالت کو وجد نہیں کہیں گے اور اگر ظاہر بدن پر حال کا تغیر ہونا معلوم پڑے گا تو اس کو وجد کہیں گے اور جس قدر اس کا ظہور اور ظاہر حالت کو بدلنا ہو گا اس نسبت سے وجد مذکور ضعیف یا قوی ہو گا اور اس کی تحریک اسی قدر زور سے ہو گی جس قدر قوت سے وہ حالت آئے گی اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وجد باطن میں قوی ہوتا ہے مگر ظاہر میں تغیر نہیں آتا کہ وجد لینے والا قوی ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ کوئی یہودی مسلمان کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ اس حدیث کے کیا معنی ہیں کہ'' ڈرو مومن کی فراست سے کہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''، لوگ اس کے معنی بیان کر دیتے لیکن یہودی کی تشفی نہ ہوتی، ایک بار وہ کسی صاحب باطن کے پاس گیا اور اس سے بھی وہی سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ' اس کے یہ معنی ہیں کہ تیرے کپڑوں کے اندر کمر میں جو زنار بند باندھ رکھا ہے تو اس کو توڑ دے'' اس نے کہا آپ نے سچ کہا اس کے یہی معنی ہیں اور فوراً مسلمان ہو گیا۔

اسی طرح ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ جامع بغداد میں چند درویشوں کے ساتھ میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک جوان خوبصورت اچھی خوشبو لگائے ہوئے آیا میں نے اپنے یاروں سے کہا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص یہودی ہے کچھ دیر کے بعد وہ شخص چلا گیا اور پھر واپس آکر دوستوں سے دریافت کیا کہ شیخ میرے بارے میں کیا کہتے تھے؟ لوگوں نے پہلے تو ٹال مٹول کیا لیکن پھر بتادیا کہ یوں کہا تھا کہ تم یہودی ہو پھر وہ شخص میرے پاس آیا میرے ہاتھوں پر جھکا اور سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہوگیا اور کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں یہ مضمون لکھا ہوا دیکھا تھا کہ ''صدیق کی فراست خطا نہیں کرتی'' تو میں نے دل میں کہا کہ مسلمانوں کا امتحان لوں پھر میں نے سوچا کہ اگر مسلمانوں میں صدیق ہوتا ہوگا تو درویشوں کے خرقہ میں ہوگا کہ یہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اس نظر سے تمہارے مجمع میں صورت بدل کر آیا جب شیخ نے فراست سے میرا حال دریافت کیا تو میں نے جانا کہ وہ صدیق ہیں"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے دیدار کا شوق اور اسکی خفگی کا خوف اور دوسرے احوال شریعہً اگر آدمی میں نہ ہوں تو چاہیے کہ ان کے حاصل کرنے کی تدبیر کرے اس طرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہیں ان کے پاس بیٹھے۔ان کے احوال دیکھے ان کی صفات کو دل میں اچھا کہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ حالت مجھ کو بھی مرحمت کردے اور اس کے سامان میرے لیے مہیا کرے اور ان احوال کے سامانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ راگ سننے ،نیک بخت بندوں ،خوف کرنے والوں ،مجنوں ،مشتاقوں کے پاس بیٹھے اس لیے کہ جو شخص جس طرح کے شخص کے پاس بیٹھتا ہے اس کی صفات اس کے اندر بھی سرایت کرجاتی ہیں۔قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہے۔

الا بذکر اللہ تطمعین القلوب ''بے شک اللہ کا ذکر دلوں کے اطمینان کے لیے ہوتا ہے''

یعنی اہل دل قرآن سننے کے وقت بھی وجد سے خالی نہیں ہوتے ،گو قرآن مجید کا سننا باعث وجد ہے لیکن وجد کا جوش سماع سے بڑھ جاتا ہے۔

سماع کے آداب:- اول ادب: وقت، جگہ اور یاران جلسہ کا لحاظ

دوسرا ادب:

(ا)۔ یہ ہے کہ شیخ کو حال مریدین کو دیکھ لینا چاہیے ،یعنی اگر اس کے مریدوں کو سماع سے ضرر ہوتا ہو تو ان کے سامنے راگ نہ سنے اگر سنے بھی تو ان کو کسی اور شغل میں لگادے اور جس مرید کو سماع سے ضرر ہوتا ہو وہ تین طرح کے اشخاص میں سے ایک ہوتا ہے اور جو سب میں کم رتبہ وہ مرید ہے جس نے طریق سلوک میں بجز اعمال ظاہری کے اور کچھ معلوم نہیں کیا ہے تو اس کو سماع کا مزہ ہی نہیں ہے تو ایسے مرید کا سماع میں مشغول ہونا بے فائدہ ہے اس لیے کہ نہ تو وہ کھیل والوں میں ہے کہ کھیل ہی کھیلے اور نہ ذوق والوں میں ہے کہ سماع کے ذوق سے مزہ پائے تو ایسے شخص کو ذکر میں مشغول رکھنا چاہیے ورنہ راگ میں مفت وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔

(ب)۔ دوئم وہ کہ اس کو سماع کا شوق تو ہے اور ذوق بھی ہے مگر ابھی تک اس میں کچھ خط نفس اور شہوات اور صفات بشری کی طرف التفات باقی ہے تو بعض اوقات عجب نہیں کہ سماع اس کے حق میں مقتضی شہوت کا ہوجائے اس لیے اس کو باز رکھے۔

(ج)۔ وہ مرید ہے کہ اس کی شہوت ٹوٹ گئی ہے کہ اور شہوت کی آفتوں سے محفوظ ہوگیا ہے دل پر محبت الٰہی غالب ہے مگر اس نے علم ظاہر کی تحصیل بخوبی نہیں کی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات سے واقفیت ہے تو ایسے شخص کے سامنے جب سماع ہوگا تو جو کچھ سنے گا اس کو خدائے تعالیٰ کے حق میں ڈھالے گا خواہ واقع میں جائز ہو یا ناجائز، پس اس طرح راگ سے فائدہ کے بجائے نقصان زیادہ ہوگا کیونکہ اکثر باتیں جو لائق جناب کبریائی نہیں ان کے ڈھالنے سے کافر ہوجائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ سماع قدم کی لغزش کرنے کی جا ہے۔ضعیفوں کو اس سے الگ رکھنا واجب ہے۔حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تیرا ہمارے یاروں پر بھی قابو چلتا ہے اس نے کہا کہ ہاں دو وقتوں میں ایک سماع کے وقت دوم نظر کے وقت کہ ان دونوں میں مجھ کو ان پر دخل مل جاتا ہے۔آپؒ نے جو اس خواب کو بیان کیا تو کسی بزرگ نے فرمایا کہ ''اگر میں اس کو دیکھتا تو یوں کہتا کہ تو بڑا احمق ہے بھلا جو کوئی سننے کے وقت خدا تعالیٰ ہی سے سنے اور دیکھنے کے وقت اس کی طرف دیکھے تو اس پر کیسے جیتے گا''؟ آپؒ نے فرمایا کہ تم نے درست کہا۔

تیسرا ادب: یہ ہے کہ قوال جو کچھ کہے اس کو خوب دل لگا کر سنے ادھر ادھر توجہ نہ کرے اور سننے والوں کو نہ دیکھے اور جو کچھ ان پر وجد کی کیفیت ظاہر ہو اس کو نہ دیکھے بلکہ اپنی طرف دھیان دے اور دل کی نگرانی کرے اور دیکھے کہ خدائے تعالیٰ میرے باطن میں اپنی رحمت سے کیا چیز ڈال رہا ہے اور حرکت کو روکے رکھے جو یاران جلسہ کے دل کو پریشان کرتی ہے۔

ابو عمروؒ نے فرمایا کہ ''راگ میں غور کرنا یعنی جو حالت اپنے اندر نہ ہوا اس کو ظاہر کرنا تیس برس کی غیبت کرنے سے بھی بُرا ہے''۔

چوتھا ادب: یہ ہے کہ جب اپنے نفس کو روک سکتا ہو تو نہ کھڑا ہو اور نہ ہی آواز بلند کرے، چنانچہ حضرت جنیدؒ شروع سماع میں کچھ حرکت کیا کرتے تھے اور آخر کو بالکل جنبش نہ کرتے تھے کسی نے جو اس کا سبب پوچھا تو آپؒ نے ایک آیت پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ ''دل تڑپ رہا ہے اور ملکوت میں جولانیاں کرتا ہے اور ظاہر میں اعضاء ساکن اور ٹھہرے ہوتے ہیں''۔ 　　　　　　تفصیل گزشتہ سے یہ ثابت ہوا کہ سماع چار قسم کا ہوتا ہے

(1) حرام 　　　(2) مباح 　　　(3) مکروہ 　　　(4) مستحب

حرام:- سماع حرام ان لوگوں کے لیے جو جوان ہوں اور جن پر دنیا کی شہوت غالب ہو، تو سماع ان میں کسی قسم کی تحریک نہ کرے گا، بجز اس کے کہ جو بری صفتیں ان کے دل پر غالب ہوں گی وہ حرکت میں آجائیں گے۔

مکروہ:- مکروہ ان لوگوں کے لیے جو سماع کو مخلوق کی صورت پر تو نہیں ڈھالتے مگر اکثر اوقات اس کو عادت ٹھہراتے ہیں۔

مباح:- مباح ان لوگوں کے حق میں جن کو سماع سے مزے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا

مستحب:- مستحب ان لوگوں کے لیے جن پر خدائے تعالیٰ کی محبت غالب ہے اور سماع سے بجز صفات محمودہ کے اور کسی چیز کی تحریک ان میں نہیں ہوتی۔

قاضی حمید الدینؒ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ تھے انہیں شیخ سے خرقہ بھی ملا تھا، اولیائے چشت سے بھی آپؒ نے فیض پایا اور حضرت خواجہ حسن سنجریؒ کی آپؒ پر خاص نظر تھی وہ کہا کرتے تھے کہ میں اب پسران چشت کے زیر سایہ اور خاندان ءِ چشتیہ کے زیر سایہ ہوں اور ان کے طفیل ہی مجھے تمام دینی برکتیں ملی ہیں لہٰذا ان کا ہر فعل میرے لیے بہتر ہے۔ آپؒ ایک مرتبہ بغداد گئے اور اپنے ایک مرید کے گھر ٹھہرے جو خود بھی اللہ والے بزرگ تھے ان کے مکان کے چالیس کمرے تھے جن میں لوگ ٹھہرتے تھے انہوں نے انتالیس کمروں کی چابیاں اپنے پیرومرشد کے حوالے کر دیں اور عرض کیا کہ آپ جس کمرے میں چاہیں ٹھہریں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ ایک کمرے کی چابی کیوں نہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اس کمرے میں ایک بانسری بجانے والا چھپا ہوا ہے۔ خلیفہ بغداد کے خوف سے اس کو یہاں بند کر لیا ہے کیونکہ خلیفہ کا حکم ہے کہ اگر کسی کے گھر محفل سماع ہو تو اس کو فوراً گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا جائے۔ قاضی صاحب نے کہا بھئی میں تو سماں کا عاشق ہوں اسے بلاؤ میں کچھ سنوں اور سکون قلب حاصل کروں، مرید نے یہ سن کر کمرہ کھولا اور بانسری بجانے والے کو آپؒ کے پاس لایا گیا۔ آپؒ نے بانسری بجانے کا حکم دیا اور کہا کہ کوئی نغمہ سناؤ اس نے اتنی اچھی بانسری بجائی کہ قاضی صاحب کو بہت ہی لطف آیا اور ان پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی پھر یہ خبر شہر کے قاضی تک پہنچ گئی اور اس نے آپ کو عدالت میں بلوا بھیجا کہ یا تو آ کر سماع کی صحیح وجہ پیش کریں۔ ورنہ سولی دے دی جائے گی۔ آپ نے کہلوا بھیجا کہ تمام مفتی اور علماء کو جمع کر لو، پھر میں آجاؤں گا اگر میں نے سماع کو جائز ثابت کر دیا تو خیر ورنہ جہاں اتنے بزرگوں کو انہوں نے سولی دلوائی ہے مجھے بھی دلوا دیں۔

دوسرے دن آپ نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ قوال تو ڈر کے مارے آئیں گے نہیں تم ایسا کرو کہ جتنے ساز مل جائیں منگوالو، پھر تمام علمائے دین کو آنے کی دعوت دے دو، وہ مرید بہت دولت مند تھے انہوں نے کوشش کر کے بیشتر قسم کے ساز جمع کر لیے اور تمام علماء کو بھی دعوت دے دی۔ صحن میں فرش پر بیٹھنے کا انتظام کیا اور چاروں طرف وہ ساز رکھ کر کپڑے سے اچھی طرح چھپا دیا کہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ کیا چیز رکھی ہے جب سب لوگ جمع ہو گئے، شہر کے قاضی بھی آگئے تو شہر کے قاضی نے آتے ہی سوال کیا کہ قاضی حمید الدینؒ کہاں ہیں؟ جنہوں نے قوالی کو جائز کہہ کر شہر میں ایک فتنہ پھیلا رکھا ہے۔ بولے میں ہی حمید الدین ہوں اور بلاشبہ سماع کو اپنے لیے جائز سمجھتا ہوں۔

1۔ 　کیونکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ ''اگر کسی پیاسے کو پانی نہ ملے اور پیاس سے اس کی جان جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے شراب پینا حلال ہے''۔

2۔ 　حضرت امام شافعیؒ نے کہا تھا کہ ''اگر کوئی شخص اپنا غم غلط کرنے کے لیے گانا سنے تو جائز ہے''۔

میں تو مریض عشق ہوں، غم محبت میرے دل پر چھایا ہوا ہے وصال کی تشنگی (پیاس) مجھے ہلاک کئے دے رہی ہے ایسے میں کون ایسا عالم ہے جو میرے لیے سماع کو ناجائز قرار دے گا۔ اس کے بعد اور کئی دلیلیں پیش کیں جن کو سن کر سب قائل ہو گئے۔ قاضی صاحب بولے کہ یہ سچ ہے آپؒ اللہ کے ولی ہیں کشف و کرامت آپؒ کی مشہور ہیں اس وقت کوئی ایسی کرامت دکھلایئے کہ ہم سب سماع کے قائل ہو جائیں۔ یہ سن کر آپؒ نے سازوں کی طرف اشارہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ تمام سازوں سے خود بخود نغمے نکلنے لگے اور قاضی حمید الدین ناگوریؒ پر وجد طاری ہو گیا اس حالت میں آپؒ نے فرمایا نادانوں دیکھتے کیا ہو تم بھی شریک ہو جاؤ یہ سنتے ہی ان سب پر وجد طاری ہو گیا جب ہوش میں آئے تو آپؒ نے فرمایا، چشتیوں کی کرامت دیکھی یا کچھ اور چاہتے ہو۔ تمام لوگ اور علماء شرمندہ ہوئے آپ سے معافی مانگی اور وہاں سے چلے گئے۔

روحانیت میں عورت کا مقام

جب کسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے تفکر کیا جاتا ہے تو بہت سی باتیں شعور کی سطح پر ابھرتی آتی ہیں۔ اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو بعض اوقات بہت تلخ حقائق بھی سامنے آتے ہیں۔ مثلاً عفت وعصمت کا تذکرہ آتا ہے تو وہاں عورت اور صرف عورت زیر بحث آتی ہے۔ کیا مرد کو عفت وعصمت کے جوہر کی ضرورت نہیں ہے؟ عورت کے تقدس کو یہ کہہ کر پامال کیا گیا ہے کہ وہ کمزور ہے۔ عقل وشعور سے اسے کوئی واسطہ نہیں۔

علم وہنر کے شعبے میں عورت کو اب تک عضو معطل بنا کر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ ہمارے دانشور، واعظ، گدی نشین حضرات کچھ ایسے تاثرات بیان کرتے ہیں۔ جن سے عورت کا وجود بہرحال مرد سے کم تر معلوم ہوتا ہے۔

مذہبی حلقہ کہتا ہے کہ عورت کو مرد کی اداسی کم کرنے---اس کی تنہائی دور کرنے اور اس کو خوش کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

دنیاوی علوم سے آراستہ دانشوروں کا یہ وطیرہ کم عقلی پر مبنی قرار دیا جا سکتا ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ روحانی علوم کے میدان میں بھی عورتوں کو نظرانداز کیا گیا ہے تو اعصاب پر موت کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

سینکڑوں سال کی تاریخ میں مشہور ومعروف اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی فہرست پر اگر نظر ڈالی جائے تو صرف ایک عورت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اور اسے بھی آدھا قلندر کہہ کر اس کی بے حرمتی کی گئی ہے۔

بلاشبہ یہ کھلی ناانصافی اور فراموشی ہے۔ فراموشی اور ناانصافی کا یہ ردعمل اس قدر بھیانک اور المناک ہے کہ تاریخ اس سے لرزہ براندم ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرد اور عورت کے اندر الگ الگ روحیں کام کرتی ہیں؟ کیا روح میں تخصیص کی جا سکتی ہے؟ کیا روح بھی کمزور اور ضعیف ہوتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر عورت کے روحانی اقدار کو کیوں محجوب (چھپا کر) رکھا گیا ہے؟ اور مردوں کی طرح ان خواتین کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا جو اللہ کی دوست ہیں؟

وہ کون سی ایسی صفحات ہیں جو قرآن میں مردوں کے لئے بیان ہوتی ہیں اور عورتوں کو ان سے محروم رکھا گیا ہو؟

قرآن پاک میں فرمان الٰہی ہے: (سورہ النساء، آیت نمبر 1)

ترجمہ: -''اے لوگو اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا- اور ان دونوں سے پھیلائے بہت سے مرد اور عورتیں- اور اسی سے ڈرتے رہو''-

سورہ الاحزاب، آیت نمبر 35 میں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: -'' تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں، قرآن پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والی عورتیں، سچ بولنے والے اور سچ بولنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں، خیرات کرنے والی اور خیرات کرنے والیاں، روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں، نگہبانی کرنے والے اپنی شرم گاہوں کی اور نگہبانی کرنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں، تیار کیا ہے اللہ نے ان کے واسطے اجر بڑا اور بخشش''۔

کچھ لوگوں نے عورت کو مرد سے کمتر درجہ اس لئے دیا ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ چونکہ قرآن پاک میں ایک مرد کی گواہی کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی قبول کرنے کے لئے کیا ہے۔ اس لئے ان کے خیال میں عورت کو مرد کے مقابلے میں آدھی عقل دی گئی ہے- گویا قرآن عورت کو آدھا انسان کہتا ہے-

اس کی وضاحت کے لئے بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن پاک میں انسان چاہے مرد ہو یا عورت دونوں کی زندگی کا مقصد آزمائش بتایا گیا ہے۔ اور دونوں کے لئے ایک ہی جزاء یعنی جنت اور دونوں کو ایک ہی سزا یعنی جہنم تجویز کی گئی ہے۔

چونکہ عورتوں کو جو کے گھروں میں رہتی ہیں۔ پنچایت، جرگہ یا عدالت یا اس قسم کی جگہوں پر بوقت گواہی جانا گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتا ہے اس لئے انہیں ابہام واضطراب سے بچانے کے لئے ایک دوسری عورت کا سہارا لینے کی ہدایت کی گئی ہے۔

موجودہ زمانے میں انسان کے دماغ پر بہت زیادہ ریسرچ کی گئی ہے اور نئے نئے حقائق دریافت ہوئے ہیں۔

اس موضوع پر امریکی ماہرین کی ایک ٹیم کی سروے رپورٹ جس کا مقصد یہ جاننا تھا کہ جب انسان کو کچھ بتایا جائے یا پڑھایا جائے تو اس کے دماغ میں کس قسم کی اعصابی حرکات ہوتی ہیں۔

اس ریسرچ کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ اگر مرد اپنے دماغ کے صرف ایک جانب سے سنتے ہیں جبکہ عورتیں اپنے دماغ کی دونوں سمتوں کو استعمال کرتی ہیں۔اس ریسرچ میں دس مردوں اور دس عورتوں پر تجربات کئے گئے۔اس ریسرچ سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورتیں کے دماغ یقینی طور پر یکساں نہیں ہیں۔ یہ ریسرچ انٹرنیٹ پر موجود ہے اور اسے لاس انجلس ٹائمز نے 29 نومبر 2000 کو شائع کیا۔

یہ ریسرچ بتاتی ہے کہ مرد اور عورت کے اس دماغی فرق کے بنا پر دونوں کے دیکھنے اور سننے میں فرق ہے۔مرد اپنی دماغی بناوٹ کی بنا پر ایک وقت میں ایک چیز پر توجہ مرکوز کر سکتا ہے۔اس کے برعکس عورت اپنے دماغ کی بناوٹ کی بنا پر ایسا نہیں کرتی بلکہ اس کا فوکس پھیل جاتا ہے اور وہ بیک وقت مختلف چیزوں کو دیکھتی اور سنتی ہے۔گویا مرد کی مرکز توجہ ایک چیز ہوتی ہے اور عورت کا مرکز کئی چیزیں۔عورت اور مرد کے دماغ کا یہ تخلیقی فرق بہت اہم ہے۔

اس ریسرچ سے اس بات کا حتمی سائنٹفک جواب ملتا ہے کہ اسلام میں مرد اور عورت کی گواہی کے درمیان فرق کیوں رکھا گیا ہے؟اس فرق کا سبب یہ ہے کہ دونوں کے دماغ کی بناوٹ میں فرق ہے-

مرد کا دماغ یک ارتکازی Unifocal mind ہے-اس کے مقابلے میں عورت کا دماغ کثیر ارتکازی Multifocal mind ہے۔اس فرق کی بنا پر ہمیشہ یہ امکان رہے گا کہ جس دستاویز پر گواہی دینی ہے اس کو مرد کے دماغ نے اس کی پوری صورت میں ذہن نشین کر لیا ہے جبکہ عورت کے معاملے میں یہ امکان ہے کہ مختلف فطری بناوٹ کی بنا پر اس کے دماغ نے کسی بات کو تمام اجزاء کے ساتھ ذہن نشین نہ کیا ہو۔

ایسی حالت میں مرد کی جگہ دو عورتوں کو گواہ بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اگر واقعہ کا ایک پہلو ایک عورت سے چھوٹ جائے تو دوسری عورت اس کی تلافی کر دے۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کی بنا پر ایک مرد کے مقابلے میں قرآن پاک نے دو عورتوں کی گواہی کے لئے کہا ہے۔اور سائنسی تحقیق نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ قرآن پاک کا ہر حکم ایسی ہستی کی ہدایت ہے جو انسان کے رگ رگ اور نس نس اور خلیہ خلیہ سے واقف ہے اور وہ ہستی یہ بھی جانتی ہے کہ انسان کے لئے کیا مناسب اور کیا نامناسب ہے؟ اس لیئے قرآن عورت کو آدھی عقل والا یا آدھا انسان نہیں کہتا۔ بلکہ مرد اور عورت کو برابر کہا گیا ہے۔

سورہ الحجرات، آیت نمبر 13 میں فرمان الہیٰ ہے:

ترجمہ: ''اے انسانو! تم سب کو اللہ نے ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو قبیلوں اور خاندانوں میں اس لئے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔ یقیناً''اللہ تعالٰی کے نزدیک تم میں سے بہتر وہ ہے جو تقویٰ میں (پرہیز گاری میں) اعلیٰ ہے- اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔اور یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے''۔

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالی نے باعزت اور بہتر ہونے میں مرد اور عورت کی تخصیص نہیں کی۔ بلکہ واضح کیا ہے کہ اگر مرد تقویٰ میں اعلیٰ ہے تو وہ باعزت اور بہتر ہے اور اگر عورت تقویٰ میں اعلیٰ ہے تو وہ اللہ کے نزدیک باعزت اور بہتر ہے۔

پھر کچھ لوگ قرآن پاک سورہ النساء کی آیت نمبر 34 اَلرِّجَالُ قَوّٰامُونَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعضَھُم عَلٰى بَعضٍ

ترجمہ: ''مرد نگران ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں''۔

مفہوم: مرد محافظ ہیں عورتوں کے۔اس لئے اللہ تعالی نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے **یعنی حفاظت کی ذمہ داری بھی آدمی کی ہوئی اور معاشی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری بھی آدمی کی ہوئی- یہاں اب فضیلت سے مراد درجہ میں فضیلت نہیں ہے بلکہ نگرانی میں ایک درجہ اوپر ہے۔**

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قوام کا مطلب ہے درجہ بندی میں ایک درجہ اوپر لیکن دراصل ''قوام'' کا مادہ ہے ''اقامہ'' سے۔جس کے معنی ہیں کھڑے ہو کر جانا پس قوام کا مطلب ہوا ذمہ داری میں ایک درجہ بلند-

تفسیر ابن کثیر میں بھی لفظ قوام کا یہی مطلب بتایا گیا ہے کہ ذمہ داری میں ایک درجہ اوپر نہ کہ حاکمیت میں اور یہ ذمہ داری خاوند اور بیوی کی باہمی رضامندی سے پوری کی جاتی ہے۔سورہ بقرہ کی آیت نمبر 187 میں ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: '' تمہاری (عورتیں) بیویاں تمہارا لباس ہیں۔اور تم ان کا لباس ہو''

لباس سے مراد کیا ہے؟ اسے ستر پوشی اور جسم کو چھپانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔خاوند اور بیوی کو ایک دوسرے کے عیوب اور کمزوریوں کی پردہ پوشی کرنے کی طرف

اشارہ ہے۔

قرآن پاک میں ہے کہ اگر تمہیں تمہاری بیویاں پسند نہ ہوں تب بھی ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ''۔

سورہ النساء، آیت نمبر 19 میں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اور اگر وہ تمہیں ناپسند بھی ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھی ہو''۔

سورہ توبہ، آیت نمبر 71 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''مومن مرد اور عورت ایک دوسرے کے معاون، مددگار اور دوست ہیں''۔

اسلام نے مرد اور عورتوں کو برابری کے حقوق دیئے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اکثر عورتوں کا تذکرہ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر کیا ہے چنانچہ سورہ النسا، سورہ انبیاء، سورہ آل عمران میں حضرت مریم علیہ السلام کا ذکر خیر موجود ہے۔ سورہ طٰہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا ذکر اس انداز میں کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی خوش تدبیری سے اپنی والدہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کے لئے شاہی محل میں پہنچایا۔ (توریت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بہن کو نبیہ (نبی) قرار دیا ہے) اسی طرح سورہ القصص، سورہ التحریم میں حضرت آسیہ علیہ السلام کا ذکر، سورہ ہود میں حضرت سارہ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہل بیت اور سورہ النساء میں حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کی ازواج مطہرات کو قرآن نے خود مخاطب کیا ہے۔

آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ) نے عورت کی عظمت کا برسر عام اعلان کیا تھا اور اسے ہر جگہ اور ہر لحاظ سے مرد کے برابر اور مساوی حقوق دار ٹھہرایا تھا۔

نبی آخر الزماں (خاتم النبیین ﷺ) کی رسالت پر حق کے سلسلے میں سب سے پہلے ایک عورت حضرت خدیجہؓ کی گواہی کو معتبر مانا گیا۔ مسلمانوں کو تیمم کی سہولت حضرت عائشہؓ کی بدولت حاصل ہوئی۔ واقعہ افک میں خود اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی پاک بازی میں آیت نازل فرمائی۔ اسلام کی پہلی شہید خاتون حضرت سمیہؓ تھیں۔

یہ ایک بڑی تاریخی حقیقت ہے کہ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) پر اترنے والے قرآن نے تاریخ کی مظلوم ترین عورت والدہ یسوع مسیح، حضرت مریم علیہ السلام کو وہی تقدس عطا فرمایا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا۔ اور جس طرح ان کے تذکرے سے مزین سورتیں ان کے نام سے منسوب ہوئیں اس طرح جس سورۃ میں حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے اس کا نام بھی سورہ مریم رکھا گیا ہے۔

اگر قرآن مجید کے نزدیک عورت کا مقام مرد سے کم ہوتا اور عورت کی بزرگی اور عظمت مرد کے مساوی نہ ہوتی تو قرآن مجید کی یہ سورۃ حضرت مریم علیہ السلام کی بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کی جاتی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا غار حرا کی کیفیات و واردات میں اگر حضور کریم (خاتم النبیین ﷺ) کی دل جوئی نہ کرتیں تو کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس گھبراہٹ کی کیا صورت ہوتی (باری تعالیٰ ہی ہے جو واقعات سے پہلے اسباب بنا دیتا ہے) خولہ رضی اللہ عنہا بنت ازدرہ عورت تھیں جن کی شمشیر نے بڑے بڑے جیالوں پتے پانی کر دیئے۔

پھر یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ دنیاوی معاملات میں تو عورت مرد کے برابر ہوسکتی ہے لیکن روحانی صلاحیتوں اور ماورائی علوم میں وہ مردوں سے کم تر ہے؟

حدیث: حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:۔

'' ابدال چالیس مرد اور چالیس عورتیں ہیں جو کوئی مرد ان میں سے مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قائم مقام مرد کر دیتا ہے۔ اور جب کوئی عورت ان میں سے مرتی ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ عورت کو قائم مقام کر دیتا ہے''۔ (روایت کیا اس کو خلال نے کرامات اولیاء میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں وسیلہ جلیلہ، صفحہ نمبر 133 پر)

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ نے عورت کے معاملے میں انتہائی ظلم و بخل سے کام لیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہے کہ قلم اور کاغذ پر ہمیشہ ہی مردوں کی اجارہ داری قائم رہی ہے۔

عورت مرد کا وہ نصف ہے جس کے خون کا ایک ایک قطرہ مرد کا ایک ایک عضوء بناتا ہے یہ عورت ہی ہے جو اپنے اندر تخلیقی فارمولوں سے دماغ کے بارہ کھرب خلیوں کو جنم دیتی ہے۔

یہ عورت ہی پیغمبروں کی ماں ہے۔ یہ عورت یہ ہے جو مرد کی روح کے لئے زندگی میں کام آنے والی انرجی کے تانے بانے سے جسمانی خدوخال کا لباس تیار کرتی ہے۔ یہ عورت وہ ماں ہے جو نو ماہ اور پھر دو سال تک اپنا خون جگر بچے کے اندر انڈیلتی رہتی ہے۔

یہ کیسی بدنصیبی اور ناشکری ہے کہ وہی مرد جسکی رگ رگ میں عورت کی زندگی منتقل ہوتی ہے وہی مرد اس کو محض تفریح کا ذریعہ سمجھیں اور اس عورت کو مردوں کے مقابلے میں کمتر ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں۔ یہ کیسی بے حرمتی ہے اس عورت کی جس نے سب کچھ دے کر مرد کو پروان چڑھایا؟

اسلام مرد اور عورتوں میں برابری کا یقین رکھتا ہے۔لیکن برابری کا مطلب یکسانت نہیں ہے۔اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔

تمثیل:-

فرض کیا کہ ایک کمرہ امتحان میں دو طالب علم A اور B امتحان دے رہے ہیں- پھر دونوں 80% نمبر حاصل کرتے ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ پرچے میں 10 سوال ہیں۔اور ہر سوال کے نمبر 10 ہیں۔سوال نمبر 1 میں طالب علم A نے 10 میں سے 9 حاصل کیے۔اور طالب علم B نے 10 میں 7 نمبر حاصل کیے۔سوالنمبر 2 میں A طالب علم نے 10 میں سے 7 نمبر اور B نے 10 میں سے 9 سوالنمبر 3 میں A طالب علم نے 10 میں سے 8 نمبر اور B نے 10 میں سے 8 نمبر-اس طرح جب ہم 10 سوالوں کے نمبروں کو جمع کرتے ہیں تو A اور B دونوں طالب علموں کے نمبر 100 میں سے 80 آتے ہیں۔

یعنی کسی سوال میں طالب A نے نمبر زیادہ لئے اور کسی میں B نے نمبر زیادہ لے لئے۔لیکن آخر میں دونوں برابر ہوگئے۔یعنی مجموعی طور پر دونوں طلبا کے نمبر برابر ہوئے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے آدمی کو زیادہ قوت دی ہے۔اگر گھر میں چور گھس آتا ہے۔تو فوری طور پر آدمی عورتوں کو پیچھے کر دیتے ہیں۔اور فوراً آگے بڑھ کر مقابلہ کرتے ہیں۔اس طرح رات کو ذرا سے کھڑکے پر آدمی باہر نکل کر دیکھتا ہے کہ آواز کہاں سے آئی ہے؟ (یہاں مرد بلند ہوگیا)

بچے کی پیدائش پر مدد کے لئے آنے والی عورت کے ساتھ عورت جاتی ہے۔مرد پیچھے رہ جائیں گے (عورت بلند ہوگئی)۔

جہاں والدین کے احترام کی بات آتی ہے کہ بچوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ماں کا احترام کریں اور مرد خود کرواتے ہیں۔ بچے ماں کا احترام کرتے ہیں اور مرد خوش ہوتے ہیں۔ (یہاں پر عورت کی نسبت ایک درجہ بلند ہوگئی) چنانچہ اگر کسی اولاد نے باپ سے گستاخی کی تو ماں لال پیلی ہوجاتی ہے۔اور باپ کے 100 احسان اولاد کو یاد دلا کر غیرت دلاتی ہے۔اور معافی منگواتی ہے (یہاں باپ کی نسبت بلند ہوگئی) **اس لئے اسلام برابری پر یقین رکھتا ہے یکسانیت پر نہیں۔کچھ کام ایسے ہیں جہاں مرد آگے بڑھتے ہیں۔کچھ میں عورتیں آگے بڑھ جاتی ہیں۔**

قرآن پاک کے ارشادات، نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث مبارکہ ظاہری اور باطنی مشاہدات اور تجربات کی بنیاد پر یہ بات سورج کی طرح ظاہر ہے کہ جس طرح مرد کے اوپر روحانی واردات مرتب ہوتی ہیں اور وہ غیب کی دنیا میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا مشاہدہ کرتا ہے- اس طرح عورت بھی روحانی دنیا میں ارتقائی منازل (ابتدائی راستے) طے کر کے مظاہر قدرت کا مطالعہ اور قدرت کے ظاہری و باطنی اسرار و رموز سے اپنی بصیرت اور تدبر کی بنا پر استفادہ کرسکتی ہے۔

رب ہی جب تک علم نہ بخشے، بات سمجھ میں آئے کیسے؟

جب تک ہم ہی دھیان نہ دیں، کوئی ہمیں سمجھائے کیسے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نکاح

شادی اور نکاح سنت انبیاءعلیہ سلام ہے اور اس لئے اسلام نے اسے صرف معاملے کی حد تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ عبادات کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:''نکاح آدھا دین ہے آدمی کو چاہیے کہ بقیہ آدھا دین تقویٰ سے حاصل کرے''۔(طبرانی،مستدرک حاکم،شعب الایمان)

نکاح ہی ہے جس کے ذریعے،عفت، پاکدامنی اور خیالات کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے آدمی حرام سے بچتا ہے اور حلال کے دائرہ میں محدود رہتا ہے۔یہ نکاح ہی ہے جس کے ذریعے اتحاد باہمی اور قبائل اور خاندانوں کے باہمی تعلق وتعاون کی بنیاد پڑتی ہے۔کتنے ہی اجنبی باہم مربوط ہوجاتے ہیں اور پہلے بیگانے ہوں تو یگانگت بڑھ جاتی ہے اور باہمی حقوق قائم ہوجاتے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں آبائی اور جدی نسب کو محل نعمت میں شمار فرمایا ہے وہیں سسرالی رشتہ کو بھی نعمت ظاہر فرمایا ہے ارشاد خداوندی ہے۔(سورہ الفرقان،آیت نمبر 54)

ترجمہ:''اور اللہ وہ ہے جس نے ایک قطرہ پانی سے بشر کو پیدا کیا اور پھر اس کے نسب آبائی اور سسرالی رشتہ پیدا فرمایا''۔

پس جیسے نصیب کو نعمت ظاہر فرما کر اپنا احسان جتلایا ہے اسی طرح سسرالی رشتہ کو بھی نعمت ظاہر فرمایا ہے کہ اجنبی دلوں کو اس طرح باہم ملا دینا بھی اس کا کام ہے۔اور یہ کسی مخلوق کے بس کی بات نہیں۔اس لئے حق تعالیٰ نے نکاح کی غرض وغایت ظاہر فرماتے ہوئے اسے اپنی قدرت کی نشانی قرار دیا ہے۔کیا یہ قدرت ہی کا کرشمہ نہیں کہ نکاح سے ایک منٹ پہلے مرد اور عورت باہم اجنبی ہیں۔ایک دوسرے کا دکھ درد ان کے آپس کا دکھ درد نہیں ہے اگر کبھی کوئی اجنبی عورت کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو سوائے انسانی ہمدردی کے آدمی کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں کرتا کہ بے چینی ہوجائے اور اپنے دکھ درد کو بھول جائے۔لیکن نکاح سے ایک منٹ کے بعد اگر عورت کے دکھ درد کی بات اس کے کان میں پڑے تو وہ متفکر بے چین اور پریشان ہوجاتا ہے۔اور اپنے دکھ درد کو بھول کر منکوحہ کے دکھ درد میں مستغرق ہوجاتا ہے۔یہی صورت عورت کی بھی ہوتی ہے۔یہ دلوں کا ملاپ اور قلوب کی وحدت کیا محض قدرت کا ہی کرشمہ نہیں کہ دلوں کی دنیا یکدم بدل ڈالی اور دونوں طرف کے دلوں میں انقلاب عظیم رونما فرمادیا۔اس لئے اگر اسے نشانی فرمایا گیا ہے تو یہ واقعی ایک حقیقت ہے محض ایک نظریہ نہیں ہے ظاہر ہے کہ دو کا یہ ملاپ فریقین کے متعلقین کا بھی قدرتی ملاپ ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ لڑکی والے اور لڑکے والے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک نہ ہوں۔

اس لئے نکاح جیسے خود ایک آیت اور قدرت کے کرشموں کی ایک عظیم نشانی ہے ویسے ہی وہ باہمی اتحاد و یگانگت کا بھی ایک معجزانہ وسیلہ ہے۔اس لئے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے متعدد نکاح فرما کر قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اس لئے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو نکاح کے تعلق کی پختگی اور مضبوطی کا اہتمام تھا۔طلاق جو قاطع نکاح ہے باوجود جائز ہونے کے اللہ کے نزدیک اس کو مبغوض قرار دیا۔چنانچہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:''جائز چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے''(سنن ابی داؤد ،حدیث نمبر 2177)

چونکہ طلاق قاطع نکاح ہے۔اس لئے یہ باہمی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا ذریعہ بھی بنتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نکاح کے تعلق میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف کو بھی کیسے گوارہ کرسکتا ہے؟اس لئے نکاحی تعلق مضبوط سے مضبوط اور ذریعہ اتحاد بنانے کا جو راستہ شریعت الٰہی نے طے فرمایا ہے وہ بنیادی طور پر دو چیزیں ہیں۔ایک شفقت اور ایک اطاعت جس سے معاشرے کی گاڑی چلتی ہے۔خاوند کو حکم دیا کہ وہ بیوی کے ساتھ انتہائی شفقت اور دلداری سے پیش آئے اور بہترین اخلاق سے اس کے دل کو موہ لینے کی کوشش میں لگا رہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ

ترجمہ:"عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو"۔(مشکوۃ المصابیح،حدیث نمبر 3250)

حتیٰ کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:''کھانا کھاتے وقت اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے دینا بھی صدقے کے حکم میں ہے۔جس پر اجر دیا جاتا ہے اور اسے عبادت میں شمار کیا جاتا ہے''۔(صحیح بخاری ،حدیث نمبر 5668)

خود آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ انتہائی شفقت اور محبت اور دل جوئی کا برتاؤ فرمایا کرتے تھے۔اس لئے بیویوں کی دل جوئی اور ان پر لطف وکرم اور شفقت اور محبت کے برتاؤ سے جہاں نکاح کی حقیقی غرض وغایت نکلتی ہے۔وہیں اس سے قلوب میں سکون اور باہمی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔(سورہ الروم، آیت نمبر 21)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم میں سے تمہارے جوڑے بنائے تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تم میں آپس میں محبت اور رحمت پیدا ہو۔ بلاشبہ اس میں فکر کرنے والوں کے لئے قدرت کی نشانیاں ہیں'' (کہ بے تعلق قلوب میں وہ ذات کس طرح تعلق خاص اور محبت خاص پیدا کر دیتا ہے)اور یہ اس لئے کہ بیوی خاوند کی وجہ سے اپنا گھر بار، ماں باپ،عزیز و اقارب کو چھوڑ کر خاوند کے گھر آتی ہے اور اس کی بن کر رہنے کا عزم لے کر آتی ہے اور اگر خاونداس سے بے رحمی اور ایذا رسانی کا برتاؤ کرے گا تو وہ بے چاری غریب عورت کہاں جائے گی؟ ماں باپ،عزیز و اقارب خاوند کی وجہ سے چھوٹے اور خاوند بھی اپنا نہ رہا تو اس کا ٹھکانہ کہاں ہوا۔بس یہ ہے کہ غم میں گھل گھل کر اپنی زندگی ختم کر دے۔

دوسری طرف بیویوں کو حکم دیا گیا ہے کہ خاوند کی اطاعت اور اتباع میں سرگرمی دکھلائیں۔کوئی حرکت ایسی نہ کریں جس سے خاوند کا دل ٹوٹے اور وہ اس سے بیزار ہو جائے۔جس سے اس تعلق کی غرض وغایت ہی فوت ہو جائے جیسے بدمزاجی، درشت کلامی، سرکشی، نافرمانی اور شوہر کے مال میں خیانت یا مال کو بجائے شوہر کے گھر بار پر خرچ کرنے کے اس کی اجازت کے بغیر اپنے میکے والوں پر خرچ کرنے لگے جو بلاشبہ خیانت ہے اور خاوند کے لئے بیزاری کا باعث ہوگا۔جس سے یقیناً اس تعلق کی خوشگواری پر اور آخر کار اس تعلق کی بقاء میں خلل پڑ جائے گا جس کے اثرات پورے گھرانے پر پڑنا ایک قدرتی امر ہے۔

اس لئے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انتہائی بات فرما دی ''اگر میں غیر اللہ کے لئے کسی کو سجدے کا حکم دیتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ وہ شوہروں کو سجدہ کریں''۔(السلسۃ الصحیحۃ ،حدیث نمبر 1971)

کیونکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک اور قطعی حرام ہے۔اس لئے یہ حکم نہیں دیا مگر اس سے اطاعت شوہر کی انتہائی تاکید برآمد ہوتی ہے کہ حرام اطاعت کے سوا اور کوئی بھی اطاعت ایسی نہیں ہے جس کے لئے بیوی مامور نہ ہو۔

****

طلاق

طلاق کا مطلب قاطع نکاح ہے۔

قرآن پاک سورۃ البقرہ، آیت نمبر 237 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ

ترجمہ: "نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے"۔

یعنی طلاق کا اختیار خاوند کو ہے کسی دوسرے شخص کو یہ حق حاصل نہیں۔

نکاح کا قائم رہنا باہمی محبت اور خاندانی تعلقات کے فروغ کا ضامن ہے جبکہ طلاق اختلافات، خاندانی جھگڑوں اور اس کے علاوہ بے شمار خرابیوں کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے طلاق صرف اور صرف شدید ضرورت کے وقت ہی دی جائے اور وہ بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونی چاہیئے۔ لیکن ہمارے ہاں طلاق دینے کے سلسلے میں جذباتیت اور لاعلمی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور اس بات نے بہت سی پریشانیوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

طلاق کے سلسلے میں ہمارے ہاں بنیادی طور پر تین خرابیاں پائی جاتی ہیں:

۱۔ غصے کی حالت میں جذبات پر قابو نہ پاتے ہوئے فوراً طلاق دے دینا۔

۲۔ طلاق دیتے وقت اس قدر جذباتی ہو جانا کہ بیک وقت تین طلاقیں دے دینا۔

۳۔ طلاق دیتے ہوئے عام فہم اور معروف الفاظ کی بجائے الٹے سیدھے الفاظ استعمال کرنا۔

چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ اس اقدام کے بعد جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جذبات کی آگ بجھ جاتی ہے تو ایسے لوگ اب پریشانی کے عالم میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اب یا تو وہ ساری زندگی کف افسوس ملتے رہتے ہیں یا ایسے لوگوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں جو تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیں۔ یوں یہ لوگ ان حضرات کے عمل پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ مسلسل گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔

طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔

چونکہ طلاق کے ذریعے صرف میاں بیوی کے درمیان جدائی ہی نہیں ہوتی بلکہ دو خاندانوں کے درمیان نفرت کی دیوار بھی کھڑی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات باہمی جھگڑوں کا نہ ختم ہونے والا ایسا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں کتنی ہی قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ اور آئندہ کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ اس لیے طلاق کو جائز ہونے کے باوجود ایک ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

مَا أَحَلَّ اللّٰهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے"۔ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2177)

اگر کوئی عورت کسی اشد مجبوری کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو سے محروم ہو جاتی ہے۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ

ترجمہ: "جو عورت کسی اشد مجبوری کے بغیر اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو سے محروم ہو جاتی ہے"۔ (جامع ترمذی، حدیث نمبر 1187)

طلاق سے پہلے:

گھروں میں معمولی نوعیت کے جھگڑے اور اختلافات ہوتے رہتے ہیں اور بعض اوقات کوئی بڑا جھگڑا بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اگر خاوند اور بیوی دونوں برداشت سے کام لیں۔ اور دوسرے افراد بھی قابل تعریف کردار ادا کریں تو طلاق کی نوبت نہیں آتی۔ اگر عورت خاوند کی نافرمانی پر اتر آئے تب بھی طلاق دینے

سے منع کیا گیا ہے۔اس سلسلے میں قرآن پاک نے جو طریقہ بتایا ہے وہ اس طرح ہے۔ارشاد خداوندی ہے:(سورہ النساء،آیت نمبر 34)

وَالّٰتِی تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهجُرُوهُنَّ فِی المَضَاجِعِ وَاضرِبُوهُنَّ

ترجمہ:"اور وہ عورتیں جس کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو تو انہیں پہلے نرمی سے سمجھاؤ اور خواب گاہوں سے انہیں الگ کر دو۔(اور پھر بھی باز نہ آئیں) تو انہیں مارو"۔

اس آیت میں اصلاح کا طریقہ بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔یعنی نافرمان عورتوں کو پہلے زبان سے سمجھایا جائے۔ٹھیک ہو جائیں تو بہتر ورنہ گھر کے اندر ہی ان کا سوشل (سماجی) بائیکاٹ کیا جائے۔ہو سکتا ہے کہ اب وہ سمجھ جائیں اور اگر اب بھی باز نہ آئیں تو ان کو ہلکی پھلکی سزا دو۔یعنی ایسی سزا دی جائے جو اصلاح کا باعث ہو -اذیت ناک نہ ہو۔کیونکہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ

ترجمہ:"عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو"۔(مشکوۃ المصابیح،حدیث نمبر 3250)

ایک اور روایت میں اس طرح سے ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ

ترجمہ:"نہ تو عورت کے چہرے پر مارو اور نہ ناشتہ کلام کرو اور بائیکاٹ بھی گھر کے اندر کرو"۔(مشکوۃ المصابیح،حدیث نمبر 3259)

اگر مندرجہ بالا صورتوں کو اپنانے کے بعد عورت راہ راست پر آجاتی ہے تو اب طلاق دینے جیسے ناپسندیدہ عمل سے بچنا ضروری ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:(سورۃ النساء،آیت نمبر 34)

فَاِن اَطَعنَکُم فَلَا تَبغُوا عَلَیهِنَّ سَبِیلًا

ترجمہ:"پس اگر عورتیں تمھاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار نہ کرو"۔

مطلب یہ کہ اگر عورت خاوند سے بغاوت نہیں کرتی اور اب اطاعت گزار ہو چکی ہے اور گھر کا سکون بحال ہو چکا ہے تو اب طلاق دے کر پریشان نہ کیا جائے۔

مصالحتی کمیٹی:

اگر مندرجہ بالا تین طریقے بھی مفید ثابت نہ ہوں اور اتفاق و اتحاد کی کوئی راہ نہ نکلے بلکہ میاں بیوی کے درمیان عداوت اور اختلاف کی دیوار کھڑی ہو جائے تو اب ذمہ دار حضرات مثال کے طور پر حکومتی افراد یا علاقے کا کونسلر یا محلے یا گاؤں کے قابل اعتماد بزرگ افراد کا فرض ہے کہ وہ دو آدمیوں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کریں-جن میں سے ایک عورت کے خاندان سے ہو اور دوسرا مرد کے خاندان سے تعلق رکھتا ہو،کیونکہ رشتہ داری کی بنیاد پر یہ لوگ اندرونی حالات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں-یہ حضرات مصالحت کی کوشش کریں-

نوٹ: مصالحتی کمیٹی میں حسب ضرورت دوسرے مناسب افراد کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے،نیز کمیٹی دو سے زیادہ آدمیوں پر بھی مشتمل ہو سکتی ہے-

اگر ان لوگوں نے خلوص نیت سے کام لیا تو انشاء اللہ تعالیٰ حالات ٹھیک ہو جائیں گے-

قرآن پاک سورۃ النساء،آیت نمبر 35 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِن خِفتُم شِقَاقَ بَینِهِمَا فَابعَثُوا حَکَمًا مِّن اَهلِهٖ وَحَکَمًا مِّن اَهلِهَا اِن یُّرِیدَا اِصلَاحًا یُّوَفِّقِ اللهُ بَینَهُمَا اِنَّ اللهَ کَانَ عَلِیمًا خَبِیرًا

ترجمہ:"اگر تمہیں ان کے درمیان ناچاقی کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد کے خاندان سے اور ایک پنچ عورت کے خاندان سے مقرر کر لو۔اگر وہ دونوں ان کے درمیان صلح کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ (میاں بیوی) کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے"۔

طلاق کی نوبت:

اگر ان تمام طریقوں کو اپنانے کے باوجود حالات بہتر نہ ہو سکیں اور خاوند بیوی کے درمیان صلح کی کوئی صورت پیدا نہ ہو بلکہ اب ان کا اکٹھا رہنا ناممکن ہو جائے تو سخت مجبوری کی تحت طلاق دے دی جائے لیکن طلاق دیتے وقت یہ بات پیش نظر رہے کہ اگر کسی وقت حالات بدل جائیں اور ان دونوں کے درمیان صلح ہو جائے تو کسی قسم کی پریشانی اٹھانا نہ پڑے۔لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم طلاق کی اقسام،طلاق دینے کے طریقوں اور طلاق کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ سے مکمل طور پر

آگاہ ہوں اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ طلاق دینے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

طلاق کے الفاظ:

طلاق دینے کے لیے دو قسم کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں:

1- صریح   2- کنایہ

طلاق کا لفظ استعمال کرنا صریح ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہوئے یوں کہے: "طلقتک" - "میں نے تجھے طلاق دی"۔ اس صورت میں نیت بھی شرط نہیں ہے- یہ نیت کرے یا نہ کرے ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور یہ طلاق رجعی کہلاتی ہے، یعنی عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے۔ عدت کی مدت تین ماہ ہے۔ لیکن اگر عدت کے بعد دوبارہ اکٹھا ہونا چاہیں تو نئے سرے سے نکاح کرنا ہوگا۔

لفظ طلاق کے علاوہ جو الفاظ طلاق دینے کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں وہ کنایہ کہلاتے ہیں، ان میں سے کوئی لفظ استعمال کرے اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے کہے "میرے گھر سے چلی جا" تو اس سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ بائن کا مطلب ہے کہ اگر دوبارہ رکھنا چاہے تو از سرِ نو نکاح کرنا ہوگا۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے)۔

صریح طلاق کی اقسام:

ا۔ طلاق احسن   2۔ طلاق حسن   3۔ طلاق بدعت

1- طلاق احسن:

طلاق دینے کا سب سے اچھا طریقہ "طلاق احسن" کہلاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب عورت کے مخصوص ایام یعنی ایام حیض (ماہواری) ختم ہو جائے اور وہ پاک ہو جائے تو اب اگر طلاق دینا چاہتا ہے تو اس سے صحبت نہ کرے اور ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔

یہ طلاق، طلاق رجعی ہے اگر عدت کے دوران رجوع کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے اور وہ پہلے کی طرح میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتے ہیں۔ اور اگر عدت کا ٹائم گزر گیا تو اب صرف دوبارہ نکاح کر کے اسے دوبارہ بیوی بنا سکتا ہے- (حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی)۔

(حلالہ اور عدت کی وضاحت آگے آ رہی ہے-)

2- طلاق حسن:

یہ طریقہ بھی اچھا ہے اور اسے "طلاق سنت" بھی کہتے ہیں۔ لیکن پہلا طریقہ اس سے بہتر ہے۔ طلاق حسن کی صورت یہ ہے کہ طُہر (پاکیزگی) کی حالت میں ایک طلاق دے پھر حیض (ماہواری) گزارنے کے بعد دوسرا طُہر (پاکیزگی) آئے تو اس میں دوسری طلاق دے اور پھر حیض ماہواری آنے کے بعد جب ختم ہو جائے تو تیسری طلاق دے۔ جب تک دو طلاقیں تھیں، یہ رجعی تھیں- رجوع ہو سکتا تھا اب (تین طلاقوں کے بعد) یہ طلاق مغلظہ بن گئی ہے۔ لہٰذا نہ تو رجوع کر سکتا ہے اور نہ ہی نکاح سے کام بن سکتا ہے۔ اب دوبارہ بیوی بنانے کا ارادہ ہو تو حلالہ ضروری ہوگا۔

طلاق حسن کا فائدہ یہ ہے کہ دوسرے یا تیسری طلاق دینے سے پہلے خاوند کو سوچنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ رجوع کرے۔ لیکن بیک وقت تین طلاقیں دینے کی صورت میں رجوع کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے (سورۃ بقرہ آیت نمبر 230-229)

ترجمہ: "طلاق دو بار ہے (اس کے بعد) یا تو اچھے طریقے سے روکنا ہے یا بہترین طریقے پر چھوڑ دینا ہے۔ پس اگر اسے (عورت کو تیسری) طلاق دے دے تو جب تک عورت کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے، پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں"۔

حلالہ:

مندرجہ بالا آیت میں حلالہ کا ذکر ہے یعنی جب عورت کو تین طلاقیں دے دیں، چاہے بیک وقت دیں یا الگ الگ کر کے۔ تو اب دوبارہ بیوی بنانے کے لئے حلالہ ضروری ہوگا۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے اور وہ اس سے حقوق زوجیت بھی پورا کرے۔ پھر اگر وہ دوسرا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دے تو اب عدت گزارنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔

نوٹ: کسی شخص سے حلالے کے لیے نکاح کرنا اور یہ شرط رکھنا کے نکاح کے بعد تم اسے طلاق دے دینا تا کہ پہلے خاوند سے اس کا نکاح ہو سکے حرام ہے-ایسے لوگوں کے بارے میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللہُ الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَهٗ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہو دونوں پر لعنت بھیجی ہے"۔(سنن ابی داؤد ،حدیث نمبر 2076-سنن ابن ماجہ،حدیث نمبر 1934-مسند احمد،حدیث نمبر 6996-مشکوۃ المصابیح،حدیث نمبر 3296)

اس لیے دوسرا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دے تو ٹھیک ہے ورنہ نہ تو اسے پابند کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی شرط رکھی جا سکتی ہے اور اگر شرط رکھی گئی تو نافذ نہ ہو گی۔

3-طلاق بدعت:

طلاق بدعت وہ طلاق ہے جو سنت کے طریقے کے خلاف ہو۔طلاق بدعت کی چار صورتیں ہیں۔

ا۔حالت حیض میں طلاق دینا

۲۔بیک وقت تین طلاق دینا

۳۔ایک طُھر (پاکیزگی) میں دو یا تین طلاقیں دینا

۴۔جس طُھر (پاکیزگی) میں جماع کیا اسی میں طلاق دینا بھی بدعت ہے۔

حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے،اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو رجوع کرنا ضروری ہو گا اس کے بعد جب عورت حیض سے پاک ہو پھر دوبارہ حیض آئے اور پاک ہو تو اب طلاق دینا چاہے تو پاکیزگی کی حالت میں طلاق دے۔حیض کی حالت میں طلاق دی اور رجوع نہ کیا تو گناہ گار رہو گا۔

حصرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔حصرت عمرؓ نے بارگاہ نبوی خاتم النبیین ﷺ میں عرض کیا تو حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "ان سے کہو کہ وہ رجوع کریں"۔(سنن ابی داؤد،صفحہ 296)

<u>ایک لفظ سے تین طلاقیں:</u>

طلاق بدعت کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دی جائیں۔مثال کے طور پر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں"۔یہ تینوں طلاقیں اسی وقت نافذ ہو جائیں گی۔اگرچہ وہ شخص گناہ گار ہو کیونکہ اس نے خلاف سنت طریقہ اختیار کیا۔

اس صورت میں نہ تو رجوع ہو سکتا ہے اور نہ ہی محض نکاح سے وہ عورت دوبارہ اسی کی بیوی بن سکتی ہے۔بلکہ حلالہ کے بعد ہی وہ دوبارہ اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

یا ر کھیں تین طلاقیں الگ الگ دیں یا ایک ہی بار تین طلاقیں دی جائیں مثلاً جیسے کہے کہ:

طلاق۔طلاق۔طلاق یا یوں کہے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں،دونوں صورتوں میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

حدیث کی مشہور کتاب موطا امام مالک میں ہے:

ترجمہ۔"ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عرض کیا" میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دی ہے آپ کا کیا خیال ہے"؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "اسے تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور ستانوے طلاقوں کے ذریعے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا ہے"۔

حضرت ابوسلمہؓ سے مروی ہے کہ حفص بن مغیرہؓ نے زمانہ رسالت میں اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے انہیں خاوند سے جدا کر دیا۔اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اسے معیوب قرار نہیں دیا۔(سنن دار قطنی جلد ۴ صفحہ ۲۱)

یہی وجہ ہے کہ فقہ کے چاروں معروف سلسلوں (حنفی،شافعی،مالکی،حنبلی) کے آئمہ کرام تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتے ہیں۔

لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی جذبات پر قابو نہ پاتے ہوئے کہ بیک وقت تین طلاقیں دے دیتے ہیں۔اور جب ہمارے علمائے کرام انہیں شرعی مسئلہ بتاتے ہیں کہ تینوں طلاقیں ہو گئی ہیں،تو وہ ایک ایسے فرقے کے پاس چلے جاتے ہیں جو نہ تو کسی امام کو مانتا ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کے مسلک اور مذہب کو تسلیم کرتے ہیں۔یہ لوگ سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے فتوے دیتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ہی طلاق ہوتی ہے۔چونکہ ضرورت مند اندھا ہوتا ہے اس

لیے ان کی بات پر عمل کر کے بعض افراد زندگی بھر حرام کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ یہ فرقہ اپنی مسلک پر ایک حدیث پیش کرتا ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔اس کے راوی طاؤس قابل اعتماد نہیں ہیں اور اس حدیث کے صحیح نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس ؓ ہیں ،حالانکہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ خود تین طلاقوں کو تین قرار دیتے ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے-تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ سے کوئی بات روایت کریں اور اس کے خلاف فتویٰ دیں۔اس لیے حلال اور حرام کے سلسلے میں احتیاط کا دامن ہاتھ میں تھامنے کی ضرورت ہے۔

(اگر اس سلسلے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہیں تو شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی، جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۸ تا صفحہ ۱۰۴۸ اور فقیہ العصر حضرت مولانا الحاج ابوالخیر مفتی محمد نوراللہ نعیمی قادری قدس سرہ العزیز کے فتاویٰ نوریہ، جلد ۳، کتاب الطلاق کا مطالعہ کریں-)

نوٹ: اگر کسی اشٹام نویس سے طلاق نامہ لکھوانا ہوتو اسے کہہ دیا جائے کہ ایک طلاق لکھیں پھر جب وہ لکھ چکےتو پڑھ کر دستخط کرے۔اگر اس نے تین طلاقیں لکھی ہوں تو دستخط نہ کریں۔

کنایہ کی الفاظ:

جن الفاظ سے طلاق دینے کے لئے نیت ضروری ہے، وہ کنایہ کہلاتے ہیں۔ان کی دو قسمیں ہیں:

1-وہ الفاظ جو طلاق کی نیت سے استعمال کئے جائیں تو طلاق رجعی واقع ہوگی۔یعنی عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے۔ وہ تین الفاظ یہ ہیں۔مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے یہ کہے:

۱۔تو عدت گزار   ۲۔اپنا رحم (بچہ دانی) صاف کر   ۳۔تو ایک ہے

مندرجہ بالا تینوں الفاظ میں سے کوئی لفظ بھی استعمال کیا اور طلاق کی نیت سے کیا تو طلاق رجعی واقع ہوگی۔اور اگر طلاق کی نیت سے نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

2-وہ الفاظ جن کے استعمال سے طلاق بائن واقع ہوگی۔اگر تین کی نیت کرے تو تین۔اگر دو کی نیت کرے تو دو۔اگر ایک کی نیت کرے تو ایک۔

وہ الفاظ یہ ہیں۔

1۔تو جدا ہے	2- تو حرام ہے	3۔تیری رسی تیری گردن پر
4-اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا	5- تو علیحدہ ہے	6۔میں نے تجھے تیرے گھر والوں کو ہبہ کردیا
7۔میں نے تجھے چھوڑ دیا	8۔میں نے تجھے جدا کردیا	9-اپنے آپکو اختیار کرو
10۔پردہ کرلے	11۔چادر اوڑھ لے	12۔اجنبی ہوجا
13۔نکل جا	14۔چلی جا	15۔اٹھ جا
16- تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔	17۔خاوند تلاش کرلے	

ان الفاظ سے طلاق تب واقع ہوگی جب یہ الفاظ طلاق کی نیت سے استعمال کیے جائیں۔

طلاق بائن کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے دوبارہ رکھنا چاہے تو صرف رجوع سے کام نہیں چلے گا بلکہ دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔البتہ تین طلاقوں کی نیت تھی تو اب حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا۔

****

خلع

خلع کیا ہے؟

خلع کا لغوی معنی ایک شے سے دوسری شے نکالنا ہے۔

قرآن پاک سورۃ البقرہ، آیت نمبر 229 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ

ترجمہ: "پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان پر کچھ حرج نہیں کہ عورت کچھ فدیہ دے کر جان چھڑا لے"۔

خلع کی صورت یہ ہے کہ عورت خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرتے ہوئے یوں کہے "میں تمہیں اتنی رقم دیتی ہوں تم مجھے طلاق دے دو" یا "جو مہر کی رقم ہے وہ تم رکھ لو اور مجھے طلاق دے دو"۔ اگر مرد اس بات کو تسلیم کر لے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔ اور عورت پر اس رقم کی ادائیگی یا مہر وصول نہ کرنا لازم ہوگا۔ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے کیونکہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"خلع ایک طلاق بائن ہے"۔ (ہدایہ اولین، صفحہ ۳۸۴)

کیونکہ خلع میں عورت مرد کے رشتۂ زوجیت سے باہر آ جاتی ہے اس لیے شرعاً خلع کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے مال لے کر ملکِ نکاح سے دستبردار ہو جائے یعنی مال کے عوض زوجیت کو زائل کر دے۔

امام ابن ہمام حنفی نے لکھا ہے:

"بدل کے ذریعے خلع کے لفظ کے ساتھ ملکِ نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں"۔ (ابن ہمام، فتح القدیر، 4:85)

خلع کو عورت کے اختیار میں رکھا گیا ہے جس طرح مرد کے اختیار میں طلاق ہے۔ چنانچہ جب عورت کو مرد کی طرف سے کوئی تکلیف ہو تو اس کے اختیار میں خلع ہے اور جب مرد کو عورت کی طرف سے تکلیف ہو تو شارع نے اسے طلاق کا اختیار دیا ہے۔

خلع کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ مرد عورت سے کچھ معاوضہ لے کر عورت کو چھوڑ دے۔ خلع عام حالات میں مکروہ ہے اور صرف اس حالت میں جائز ہے جب شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے اور اس سے مرد اور عورت کے درمیان حسن معاشرت ناپسندیدہ ہوگی یا اس وجہ سے کہ مرد کی صورت عورت کے نزدیک ناپسندیدہ ہو یا اس کے اخلاق عورت کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔

بغیر کسی جواز کے عورت کا خلع لینا ایک ناجائز عمل ہے۔ حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"جس عورت نے بھی اپنے شوہر سے بغیر کسی معقول عذر اور مجبوری کے خلع حاصل کیا، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے"۔ (جامع ترمذی، کتاب الطلاق، 3:493 رقم 187)

خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ طلاق بائن کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے دوبارہ رکھنا چاہے تو صرف رجوع سے کام نہیں چلے گا بلکہ دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔

خلع کے بعد رجوع:۔

عورت حاکم وقت کی عدالت سے خلع کا مطالبہ کرتی ہے اور حاکم پہلے مصالحت کی کوشش کرتا ہے اور ناکامی پر عورت سے مہر کی واپسی کا تقاضا کر کے زوجین کے درمیان تفریق کروا دی جاتی ہے۔ خلع کی یہ طلاق مکمل اور بائن واقع ہوتی ہے، البتہ یکطرفہ ڈگری کی صورت میں عورت کی رضامندی سے حیثیت رجعی رہتی ہے اور تجدید نکاح ہو سکتا ہے۔

تنسیخ نکاح:۔

جب خاوند بیوی کے حقوق بھی پورے نہ کرے یا حقوق پورے کرنے کے قابل ہی نہ ہو اور اس پر ظلم و زیادتی کرے، طلاق دے نہ بیوی بنا کر رکھے ان صورتوں میں بیوی بذریعہ عدالت تنسیخ نکاح کروا سکتی ہے۔

عورت درج ذیل وجوہات کی بنا پر تنسیخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے:-

1۔ اگر خاوند عورت پر تشدد کرنے والا ہو، اسے برائی کی طرف مائل کرنے والا ہو اور اللہ تعالی کے احکامات کی ادائیگی سے روکنے والا ہو اور طلاق بھی نہ دے تو اس صورت میں عورت تنسیخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

2۔ بیوی اگر اپنے شوہر کی سیرت، دین سے دوری یا جسمانی ضعف کی وجہ سے اسے ناپسند کرنے لگے اور یقین ہو کہ زوجین ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی نہیں کرسکیں گے۔

3۔ عورت کو شوہر سے جان و مال اور عزت کا خطرہ لاحق ہو۔

اگر شوہر بیوی کو مارتا پیٹتا ہے، نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ خبر گیری کرتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے تو اس صورت میں شوہر کے طلاق کے بغیر تفریق کا طریقہ کار بذریعہ عدالت تنسیخ نکاح کا ہے۔ اس صورتحال میں قاضی یا جج کو اختیار ہوتا ہے کہ ظلم کو ختم کرنے کے لئے میاں بیوی کے درمیان تفریق کردیں- اگر خاوند عدالت میں پیش نہ بھی ہو تو یک طرفہ فیصلہ کرسکتا ہے۔

بالغ شوہر کی نابالغہ یا بالغہ بیوی ولی کے ذریعے خلع لے سکتی ہے:-

خلع کی صورت میں شوہر کے ذمہ سے مہر ساقط ہوجائے گا کیونکہ خلع سے نکاح کے تمام حقوق ختم ہوجاتے ہیں- جبکہ بالغہ بیوی کا ولی کے ذریعے خلع لینا اس کی اجازت پر موقوف ہے۔ یعنی اگر بالغہ بیوی ولی کو خلع کا اختیار دے تو خلع درست ہوگا اور مال کی ادائیگی لازم ہوجائے گی- لیکن اگر اجازت نہ دے تو خلع لاگو نہ ہوگا اور نہ مال دینا لازم ہوگا۔ (جزیری، کتاب الفقہ، 399:4)

خلع یا طلاق کے کاغذات:-

خلع یا طلاق کے کاغذات مرد و عورت دونوں لکھ دیں اور بعد میں ان کاغذات کو پھاڑ دیں تو اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی۔ خلع یا طلاق باطل نہیں ہوگی، عورت اپنے شوہر کے نکاح سے خارج ہو کر مطلقہ ہوگئی۔ عدت گزرنے پر وہ جہاں چاہے دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔

اگر شوہر اپنی بیوی کو مہر یا زبردستی رقم کے عوض خلع کی شرط رکھتا ہے:-

اگر شوہر اپنی بیوی کو مہر یا زبردستی رقم کے عوض خلع کی شرط رکھتا ہے تو اس صورت میں خلع صحیح ہے اور عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔

امام محمد فرماتے ہیں:

"ہم اس بات کو اختیار کرتے ہیں اس کے لیے اس سے زیادہ لینا پسندیدہ نہیں۔ جس قدر اس نے (بطور مہر) دیا ہے۔ اگر زیادہ لے تو قانونی طور پر جائز ہے (لیکن دیانت داری کے خلاف ہے)"۔ (محمد الشیبانی، کتاب الآثار، 2:463، رقم 518)

ایک اور مقام پر امام محمد بن حسن شیبانی کہتے ہیں:

" عورت جس قدر مال پر بھی اپنے خاوند سے خلع لیتی ہے تو وہ از روئے قضا جائز ہے اور ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ خاوند اس سے زیادہ لے جو اس نے اسے دیا تھا، اگرچہ نافرمانی عورت کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو۔ اگر نافرمانی مرد کی طرف سے ہو تو ہم پسند نہیں کرتے کہ خاوند قلیل و کثیر کچھ بھی لے اور اگر لے لیتا ہے تو از روئے قضا جائز ہے لیکن اس مرد اور اللہ تعالی کے درمیان ناپسندیدہ ہے"۔ یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (محمد الشیبانی، الموطا 253)

لیکن عورت کے ذمہ رقم لازم نہیں- جیسا کہ درمختار میں ہے:

"شوہر نے اگر مال پر زبردستی اقرار کر کے خلع کیا تو وہ عورت بغیر مال واجب ہوئے مطلقہ ہوجائے گی۔ عورت کا مہر شوہر کے ذمہ ہے وہ ساقط ہوجائے گا کیونکہ خلع مہر کے بدلے ہوتا ہے"۔ (حصکفی، درمختار، 1:246)

ہر وہ شے جو شرعاً مہر ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے اور مہر میں دی جاسکتی ہے خلع کا معاوضہ ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے۔ (حصکفی، درمختار، 1:246)

خاوند کا عورت کی پیشکش قبول کرنے سے خلع ہوجاتا ہے:-

خاوند کا عورت کی پیشکش قبول کرنے سے خلع ہوجاتا ہے۔ جب تک

خاوند عورت کی پیشکش قبول نہ کرے خلع نہیں ہوسکتا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: (سورہ البقرہ آیت نمبر 229)

ترجمہ: " پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اندریں صورت) ان پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف بندھن سے) آزادی لے لے"۔

فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب میاں بیوی میں ناچاقی ہوجائے اور دونوں کو یقین ہوجائے کہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت مال دے کر خاوند سے جان چھڑا لے۔ پھر جب خاوند نے یہ کرلیا (مال قبول کرلیا) تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت کو مال دینا لازم ہوگا"۔ (مرغینانی، الہدایۃ 2:13)

لہذا خلع دو باتوں پر موقوف ہے:

1- پہلی یہ کہ عورت مال دے کر جان چھڑا لے۔

2- اور دوسری یہ کہ خاوند قبول کرلے۔

اگر عورت مال دینا چاہتی ہے اور خاوند قبول نہیں کرتا تو خلع ہوگا نہ طلاق۔ البتہ عورت عدالت سے مدد لے سکتی ہے کہ وہ خاوند کو اس بات پر راضی کرے کہ وہ مال لے کر اسے آزاد کردے۔ عورت اولاد کے نفقہ (یعنی بچوں کا خرچہ نہ دے) کے عوض بھی خلع لے سکتی ہے۔ اگر عورت خلع لینا چاہتی ہے تو اس صورت میں شوہر خلع کے عوض مکان یا جائیداد واپس لینے کی شرط عائد کرسکتا ہے جو اس نے بیوی کے نام کیا تھا۔

خلع کے بعد دوبارہ نکاح کے لیے حلالہ کی ضرورت نہیں:-

عورت کے خلع کے مطالبے پر شوہر نے تین طلاق دے دیں تو حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ امام محمد کہتے ہیں کہ ہمارا یہ عمل ہے کہ:-

"خلع طلاق بائنہ ہے اور اگر تین کا نام لے یا تین کی نیت کرے تو پھر خلع بطور تین طلاق شمار ہوگا"۔ (محمد الشیبانی، الموطا: 253)

خلع کا حکم ایک طلاق بائن کا ہے۔ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان خلوت ہوچکی اور خلع کی بنیاد پر شوہر نے بیوی کو ایک طلاق دی ہے تو اگر عورت نے عدت گزارنے کے بعد کسی اور سے شادی نہیں کی تو دونوں فریق باہم رضامندی سے حلالہ کے بغیر ازسرنو نکاح کرسکتے ہیں۔

خلع میں عدت:-

تنسیخ نکاح اور خلع میں عدت لازم آتی ہے کیونکہ عدالتی فسخ نکاح ہو یا زوجین کی باہمی رضامندی کے مالی بدل کے مقابل خلع، یہ دونوں ایک طلاق بائن کے حکم ہیں۔ بشرطیکہ ان میں تین طلاق کے الفاظ صریح استعمال نہ کیے گئے ہوں اور دونوں صورتوں میں وہ باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں اور ایسی صورت میں آئندہ شوہر کے پاس صرف دو طلاق کا حق باقی رہے گا اور کسی بھی وقت خدانخواستہ شوہر نے دوبارہ حق طلاق استعمال کیا تو یہ پہلی طلاق بائن اس کے ساتھ جمع ہوکر موثر ہو جائے گی۔

خلع والی عورت کی عدت بھی مطلقہ کی طرح تین حیض ہے۔ جس کی تائید مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" خلع والی عورت کی عدت بھی مطلقہ کی عدت کی طرح ہی ہے"۔ (عبدالرزاق، المصنف، 6:507، رقم 1860)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ " خلع والی عورت کی عدت تین حیض ہے"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نے فرمایا" فقہاء کرام کا یہی مسلک ہے"۔ (عبدالرزاق، المصنف، 6:507، رقم: 1861)

ابوسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ " خلع والی عورت کی عدت تین حیض ہے"۔ (عبدالرزاق، المصنف، 6:507، رقم: 1862)

مبارات:-

مبارات کے لفظی معنی ایک دوسرے سے بری ہونے کے ہیں۔مبارات میں شوہر یا بیوی دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے ایجاب ہوسکتا ہے اوراس کے قبول ہوجانے کے ساتھ ہی نکاح کی کامل تنسیخ عمل میں آجاتی ہے۔اس کے لئے کسی قاضی کے حکم کی ضرورت نہیں۔

مبارات اپنے اثر کے لحاظ سے خلع کی طرح طلاق بائن کا حکم رکھتی ہے۔

خلع ،مبارات اور طلاق میں فرق:-

خلع کا مطالبہ عموماًعورت کی جانب سے ہوتا ہے اور اگر مرد کی طرف سے اس کی پیشکش ہو تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہتی ہے۔عورت قبول کرلے تو خلع واقع ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

جبکہ طلاق دینے کا اختیار مرد کو ہے جب مرد نے طلاق دے دی تو طلاق ہوگئی اس میں عورت کا اختیار نہیں۔

اور مبارات طلاق کی ایک ایسی قسم ہے جس میں زوجین باہمی رضامندی سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجاتے ہیں۔اس میں عدالت سے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اسلام میں سب سے پہلے حق خلع کا استعمال:-

اسلام میں سب سے پہلے حق خلع حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالی عنہ کی بیوی نے استعمال کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ "حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئیں یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں کسی بات کی بنا پر ثابت بن قیس سے ناخوش نہیں ہوں، نہ انکے اخلاق سے اور نہ ان کے دین سے لیکن میں مسلمان ہوکر احسان فراموش بننا ناپسند کرتی ہوں-پس حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ میں فرمایا کہ " کیا تم ان کا باغ واپس دینا چاہتی ہو"۔وہ عرض گزار ہوئیں "جی ہاں" ۔رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ " ان کا باغ دے دو اور ان سے ایک طلاق لے لو"۔(صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، 5:2021،رقم:4971)

حدیث مبارکہ کے الفاظ" اسلام کے بعد کفر میں داخل ہونے کو ناپسند کرتی ہوں" سے مراد ہے کہ میں ایسی چیز ناپسند کرتی ہوں جو اسلام کے منافی ہو کہ میں اپنے خاوند کی نافرمانی کروں، اس کی اطاعت نہ کروں، اور اس کی خدمت نہ کروں وغیرہ۔

پاکستان میں تنسیخ نکاح پر قانون سازی:-

برصغیر پاک وہند میں پہلے عورتوں کے حقوق کے تحفظ کا کوئی قانون نہ تھا۔عورت کی قسمت کی باگ ڈور مرد کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔وہ جس طرح چاہتا اس کو ذلیل ورسوا کرتا۔عورت کو مرد سے جان چھڑانے کا کوئی قانونی راستہ نہ تھا۔اسی طرح کم سنی کی شادی وغیرہ بھی معاشرے کی مشکلات میں اضافہ کررہی تھیں۔بعدازاں 1939 میں مسلم تنسیخ نکاح ایکٹ قوانین میں ایوب خان کے دور میں ترامیم کی گئیں اور خواتین کو کچھ مزید تحفظات دیے گئے اور نکاح وطلاق کے کاموں کو باقاعدہ بنانے کے لیے قوانین وضع کیے گئے-انہیں مسلم عائلی قوانین 1961 کے نام سے یاد کیا جاتا ہے-

ان کے چیدہ چیدہ نکات یہ ہیں:-

1- کوئی مرد اٹھارہ برس سے کم اور عورت 16 سال سے کم شادی نہیں کرسکتے۔

2- پہلی بیوی کی موجودگی میں کوئی شخص اس بیوی کی تحریری اجازت کے بغیر شادی نہیں کرسکتا۔

3- بیوی اگر خاوند کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو وہ مقررہ اسباب یا وجوہات پر عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ کرسکتی ہے۔ان وجوہات میں خاوند کا ظالم ہونا، نان ونفقہ نہ دینا، نامرد ہونا اور بغیر اجازت دوسری شادی کرلینا شامل ہیں۔

4- نکاح کو نکاح خواں کے پاس رجسٹر کرانا ضروری ہے۔

5- طلاق سے یونین کونسل کے چیئرمین کو مطلع کیا جائے گا اور چیئرمین ایک ثالثی کمیٹی تشکیل دے گا۔طلاق کا نوٹس بیوی کو بھی رجسٹر ڈاک سے بھیجنا ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عدت

عدت کسے کہتے ہیں؟

عدت سے مراد وہ دورانیہ ہے جو عورت کو شوہر سے **خلع لینے یا طلاق واقع ہونے یا تنسیخ نکاح** کے بعد خاص مدت کے لئے گزارنا ہوتا ہے۔عدت کے لیے خلوت صحیحہ کا ہونا شرط ہے۔اگر خلوت صحیحہ کے بغیر کسی وجہ سے طلاق یا خلع ہوگی یا شوہر مر گیا تو اس صورت میں عورت پر عدت گزارنا لازم نہیں ہوتا۔

مدت عدت کی گنتی کا آغاز بوقت طلاق یا وفات سے کیا جائے گا اور عدت **تفریق، طلاق یا وفات** کے وقت سے واجب ہوگی-اگر عورت کو طلاق یا وفات کا علم نہیں ہوا اور عدت کی مدت گزر گئی تو عدت پوری سمجھی جائے گی۔

اگر کوئی عورت دوران عدت نکاح ثانی کر لے تو یہ جائز نہ ہوگا بلکہ یہ حرام ہے اور ایسا عقد باطل ہے کیونکہ عورت عدت کے دوران (طلاق رجعی یا بیوگی) کی دونوں صورتوں میں اپنے شوہر کے نکاح میں ہوتی ہے اور اسی حالت میں نکاح ثانی کرنے سے مراد نکاح پر نکاح کرنا ہوگا جو شریعت میں کسی صورت جائز نہیں۔

دوران عدت معاشرتی معاملات کے لئے دینی اور فقہی احکامات درج ذیل ہیں:

1- بیوہ کی عدت بغرض آسان معنی استبراءرحم اور شوہر کے سوگ کے لئے ضروری ہے۔

2- بیوہ شوہر کے گھر سے بلا ضرورت باہر نہ نکلے۔

3- بیوہ عورت عدت کے دوران زیب وزینت نہ کرے۔

4- بیوہ عورت کو گھر کے کام کاج کے لئے باہر نکلنے کی اجازت ہے لیکن رات گھر میں قیام کرے۔

5- بیوہ عدت کے دوران نکاح کا پیغام وصول نہ کرے۔

6- بیوہ یا طلاق والی عورت عدت کے دوران دوسرا نکاح نہ کرے۔

7- عدت کے فوراً بعد نکاح ثانی کے لئے عجلت کرے اور عارضی سہاروں کے ساتھ سمجھوتہ نہ کرے۔

کن صورتوں میں عدت واجب ہوگی؟

درج ذیل صورتوں میں عدت واجب ہوگی:

1۔ نکاح صحیح میں دخول یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی جائے یا تفریق ہوجائے۔

2۔ نکاح فاسد (نکاح فاسد میں زوجین میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی (ناکح، یا منکوحہ) کے بغیر نکاح ختم کر لینے کا حق ہے یعنی اس نکاح کو ختم کرنے کے لئے دوسرے کی موجودگی ضروری نہیں) میں بعد از دخول یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی جائے یا تفریق ہوجائے۔

3۔ نکاح صحیح یا فاسد میں شوہر انتقال کر جائے۔

بیوہ عورت کو اسی گھر میں عدت پوری کرنی چاہیے جس گھر میں عدت واجب ہوئی ہے یعنی جس گھر میں شوہر کی وفات کے وقت موجود تھی-مگر یہ کہ وہ مکان کسی دوسرے کا ہو اسے وہاں رہنے نہ دیا جائے یا وہ مکان منہدم ہوجائے یا منہدم ہونے کا خطرہ ہو یا اس گھر میں عورت کو اپنی جان و مال اور آبرو کے بارے میں خوف لاحق ہو یا ضروریات کا انتظام کرنے والا کوئی نہ ہو ضروریات زندگی آسانی سے پوری نہ ہو سکتی ہیں اور یہ بھی ممکن نہ ہو کہ کوئی بھائی یا دوسرے قریبی رشتہ دار اس کے پاس رہ کر اس کی حفاظت کر سکیں تو اس صورت میں وہ اپنے ماں باپ، بہن یا بھائی کے گھر میں رہ کر عدت پوری کر سکتی ہے۔

طلاق کی عدت کا وقت:-

بیوہ عورت اس دن سے عدت شروع کرے جس دن اس کا خاوند فوت ہوا اور مطلقہ عورت اس دن سے شروع کرے جس دن اس کو طلاق دی گئی۔

حاملہ بیوہ کی عدت:-

جس عورت کا خاوند وفات پا جائے اور وہ حاملہ ہو تو ایسی صورت میں اس کی عدت وضع حمل سے پوری ہوجاتی ہے-خواہ خاوند کی وفات کے چند لمحوں بعد ہی بچہ

پیدا ہو جائے۔ بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی عورت عدت سے فارغ ہو جائے گی۔اس کے لیے کسی اور سے شادی کرنا حلال ہوگا۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ

ترجمہ:"اور حاملہ عورتیں (تو) انکی عدت ان کا وضع حمل ہے"۔(سورہ طلاق، آیت نمبر 4)

حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں:

"ان کے والد نے عمر بن عبد اللہ بن ارقم ظاہری کو لکھا کہ حضرت سبیعہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس جائیں اور ان سے پوچھیں کہ جب انہوں نے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) سے فتویٰ طلب کیا تھا تو حضور نبی اکرم (خاتم النبیین ﷺ) نے ان سے کیا ارشاد فرمایا تھا"؟ حضرت عمر بن عبد اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عتبہ کو لکھا کہ میں نے حضرت سبیعہ سے جا کر دریافت کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ "ان کا نکاح حضرت سعد بن خولہ عامری سے ہوا تھا جو بنو عامر بن لوی سے تھے۔حضرت سعد جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور حجۃ الوداع میں ان کا انتقال ہو گیا۔اس وقت وہ حاملہ تھی اور ان کی وفات کے چند دنوں بعد ہی وضع حمل ہو گیا۔نفاس سے پاک ہونے کے بعد انہوں نے منگنی کرنے والوں کے لیے بناؤ سنگھار کیا۔اسی اثناء میں ان کے پاس بنو عبد الدار کے قبیلہ سے سے ابو السنابل بن بعکک نامی ایک شخص آیا اور کہنے لگا:"تم نے بناؤ سنگھار کیوں کیا ہے؟ شاید تم نکاح کرنے کا ارادہ کر رہی ہو۔بخدا! تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ تمہارے چار ماہ اور دس دن پورے نہ ہو جائیں۔ سبیعہ کہتی ہیں "جب حضرت ابو السنابل نے یہ کہا تو میں اپنے کپڑے سنبھال کر شام کو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) سے میں نے یہ مسئلہ دریافت کیا"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:"جیسے ہی میرا حمل وضع ہوا میری عدت پوری ہو گئی اور فرمایا اگر میں چاہوں تو دوسرا نکاح کر سکتی ہوں"۔ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ اگر کوئی عورت وضع حمل ہوتے ہیں دوسرا نکاح کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ اس وقت اس کا خون جاری ہو، البتہ اس کا شوہر پاک ہونے سے پہلے اس سے مقاربت نہیں کر سکتا"۔(مسلم الصحیح، کتاب الطلاق، 2:1122؛ رقم:1484)

اس طرح اسقاط حمل سے بھی عدت ختم ہو جاتی ہے۔

غیر حاملہ بیوہ کی عدت:-

بیوہ عورت حاملہ نہ ہو تو اس صورت میں مدت عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:(سورہ البقرہ، آیت نمبر 234)

ترجمہ:"اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت پوری ہونے کو آ پہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شریعت دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مواخذہ نہیں"۔

حائضہ وغیر حائضہ کی عدت:-

جب شوہر اپنی بیوی کو رجعی یا بائن طلاق دے یا دونوں میں طلاق کے علاوہ کسی دوسری صورت سے تفریق ہو جائے اور اس عورت کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض مقرر ہے۔جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَ الۡمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡٓءٍ

ترجمہ:"اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں"۔(سورہ البقرہ، آیت نمبر 228)

اسقاط حمل میں عدت:- اسقاط حمل سے عدت ختم ہو جاتی ہے۔

بدکار عورت کی مدت عدت:-

بدکار عورت کی عدت نہیں ہے کیونکہ بدکاری سے نسب کا قائم نہیں ہوتا۔عدت کا ایک مقصد نسب کی حفاظت بھی ہے، اس لیے بدکاری میں عدت نہیں ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

ترجمہ:"بدکار عورت پر عدت نہیں ہوتی خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ کیونکہ بدکاری کے ساتھ

ثبوت نسب کا تعلق نہیں ہوتا"۔

شہید کی بیوہ پر عدت:-

شہید کی بیوہ پر عدت لازم ہوگی اور عدت کے بعد وہ دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے۔ شہیدوں پر بھی دنیا میں وفات پانے والے لوگوں کے احکام جاری ہوتے ہیں اوران کی وراثت تقسیم ہوتی ہے۔ ان کی بیواؤں پر عدت لازم ہے اور عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا بھی جائز ہے۔

عدت کے دوران ملازمت:-

اگر خرچ کا کسی صورت انتظام نہ ہو تو عدت کے دوران ملازمت کرنا جائز ہے لیکن اگر خرچ کا کم انتظام ہو تو اس صورت میں ملازمت جائز نہیں۔ یعنی مجبوری کی صورت میں باہر جاسکتی ہیں۔ حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے کہ بیوہ دوران عدت کام کی وجہ سے گھر سے باہر جاسکتی ہے لیکن رات وہ واپس گھر آ کر گزارے۔

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے:

ترجمہ:"صائب بن خباب وفات پا گئے تو ان کی بیوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس آئیں اور انہیں اپنے خاوند کی وفات کا قصہ بتایا۔ یہ بھی کہا کہ ان کے سسرال والوں کی مقام قناۃ میں کچھ کھیتی باڑی ہے، تو کیا ان کے لئے جائز ہے کہ وہ رات وہاں گزاریں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اسے اس سے منع فرمایا۔ پس وہ بوقت سحر مدینہ سے نکلتی تھیں اور صبح تک ان کی کھیتی میں جا پہنچتیں تھیں۔ دن بھر وہاں رہتیں اور شام کو مدینہ میں داخل ہو جاتی تھیں اور اپنے گھر میں رات بسر کرتی تھیں"۔ (مالک، موطا، رقم:88)

عورت کا دوران عدت کسی خوشی، غمی میں شریک ہونا:-

عورت دوران عدت کسی خوشی یا غمی میں شریک نہیں ہوسکتی۔ دوران عدت عورت کا بلاضرورت گھر سے نکلنا درست نہیں ہے۔ بامر مجبوری کسی قریبی رشتہ دار کی وفات کی صورت میں عورت گھر سے باہر جاسکتی ہے (بشرطیکہ کہ کسی غیر محرم کے سامنے نہ آئے) لیکن رات واپس اپنے گھر آکر گزارے گی۔ (حصکفی، الدرالمختار، 1:320)

عورت دوران عدت شرعی یا اپنی ذاتی اور گھریلو ضروریات اور ضروری کام کی وجہ سے اپنے گھر سے باہر جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کی جان اور عزت محفوظ ہو اور کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں:

"میری خالہ کو طلاق دے دی گئی تھی، انہوں نے اپنے باغ کی کھجوروں کو توڑنے کا ارادہ کیا تو انہیں گھر سے باہر نکلنے پر ایک شخص نے ڈانٹا۔ وہ حضور نبی اکرم (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس گئیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" کیوں نہیں؟ تم اپنے باغ کی کھجوریں توڑلو۔ ہوسکتا ہے کہ تم اس میں سے صدقہ دو یا کوئی اور نیکی کرو"۔ (مسلم الصحیح کتاب الطلاق 2:1121، رقم:1483)

حضرت ابراہیم سے مروی ہے" اور بیوہ عورت لازمی حق کے لئے جاسکتی ہے لیکن رات دوسرے گھر میں ہرگز نہ گزارے"۔ (ابو یوسف، کتاب الآثار، رقم:645)

ہاں عدت کے دوران غیر ضروری بناؤ سنگھار سے پرہیز کرے اور غیر محرموں سے بلاضرورت شرعی ملاقات و گفتگو سے پرہیز کرے۔

اگر بیوہ کی طبیعت خراب ہو تو اس صورت میں ہسپتال میں داخل کروا کے علاج بھی کروایا جاسکتا ہے۔

بیوہ کا عدت کے دوران اپنے بیٹے کا نکاح کرنا:-

بیوہ عدت کے دوران اپنے بیٹے کا نکاح کرنا چاہتی ہو تو اس صورت میں وہ اپنے بیٹے کے نکاح کا مشورہ دے سکتی ہے۔ یہ ممنوع نہیں ہے البتہ شادی کی خوشی کے کاموں میں خود حصہ نہ لے اور عمدہ لباس نہ پہنے، نہ مہندی وغیرہ لگا کر زیب و زینت اختیار کرے، گھر سے باہر نہ نکلے تاکہ سوگ قائم رہے جب تک عدت کا زمانہ ہے اس وقت تک سوگ ضروری ہے۔ غیر محرموں سے بات چیت نہ کرے، نہ ان کے سامنے آئے۔

نابالغ لڑکے کا نکاح ہوا اور اس نے بالغ ہو کر طلاق دی:

اگر نابالغ لڑکے کا نکاح ہوا اور اس نے بالغ ہو کر طلاق دی تو اگر اس نے لڑکی کے ساتھ خلوت صحیحہ کر لی تھی۔ اگر چہ نابالغی کی حالت میں ہی کی ہو تو عدت گزارنا اس لڑکی پر لازم ہے۔ بغیر عدت گزارے دوسری جگہ شادی نہیں کر سکتی۔

خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہونے کی صورت میں عدت نہیں ہوتی۔

شوہراور بیوی نابالغ ہیں اور شوہر کی وفات ہوگئی:-

شوہراور بیوی نابالغ ہیں اور شوہر کی وفات ہوجائے تواس صورت میں عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔

خلوت صحیحہ سے قبل وفات:-

اگر کوئی شخص بغیر خلوت صحیحہ کے فوت ہوگیا لیکن بیوی سے تخلیہ ہوا ہوتوعورت پر عدت لازم ہوگی۔وہ پورے حق مہر کی حق دار ہوگی اوراسے عدت وفات گزارنی ہوگی۔لیکن اگر ابھی رخصتی نہیں ہوئی اورشوہر کی وفات ہوگئی توعورت پر پھرعدت اسی صورت آئے گی اگران میں خلوت صحیحہ ہوئی ہو یا تخلیہ ہوا ہو۔

ایک عورت سے دومردوں کی شادی کا دعوی:

اگرایک عورت سے دومرد شادی کا دعوی کرے اوردونوں میں سے کوئی بھی اپنے نکاح کی تاریخ نہ بتائے تو دونوں کا نکاح ساقط ہوجائے گا۔سونکاح کسی کا بھی ثابت نہ ہوا لہذا نکاح ثانی کے لیےعورت پرعدت لازم نہیں آئے گی۔

مسلمان مردنے عیسائی مذہب اختیار کرلیا:-

اس کا نکاح اس کی مسلمان بیوی سے باقی نہیں رہے گا کیونکہ شوہر یا بیوی میں سے کسی ایک کا مرتد ہوجانا فوری فسخ نکاح ہے۔عورت پرعدت لازم ہے اورشوہر کے مرتد ہونے کے وقت سے شمار ہوگی۔

ابوصباح روایت کرتے ہیں میں نے سعید بن المسیب سے پوچھا کہ "مرتد شخص کی بیوی کی عدت کتنی ہے"؟ آپ نے فرمایا" تین حیض ہے"۔میں نے کہا" اگروہ مارا جائے توکتنی عدت ہوگی"؟ آپ نے فرمایا" چار ماہ دس دن"۔(ابن ابی شیبۃ المصنف 4:155،رقم 18799)

اگرنومسلمہ کےشوہر کی وفات کوتقریبا تین ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا تو وہ عورت مسلمان ہونے کے دن سے نکاح کرسکتی ہے کیونکہ کافرہ پرعدت نہیں ہوتی۔

طلاق کی عدت کے دوران اگرشوہرانتقال کرجائے:-

اگرعورت طلاق کی عدت گزار رہی ہواوراس دوران شوہر کا انتقال ہوجا تواس کی درج ذیل تین صورتیں ہیں اورتینوں کا حکم الگ الگ ہے۔

1۔ ایک صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ ہواس کی عدت وضع حمل بچے کی پیدائش ہوگی، بچے کی پیدائش سے اس کی عدت ختم ہوجائے گی۔خواہ طلاق دینے والے خاوند کی وفات کے چندلمحوں بعد بچہ پیدا ہوجائے عورت کی عدت ختم ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے ترجمہ:" جب عورت اپنا وضع حمل کرلے تواس کی عدت مکمل ہوجاتی ہے"۔

یہی حدیث انصار میں سے ایک شخص نے بیان کی اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا" اگرعورت وضع حمل کرے اوراس کا شوہرابھی چارپائی پر پڑا ہوا ہے دفن بھی نہیں کیا گیا تو وہ دوسرے شوہر کے لیے حلال یعنی دوسرے شخص سے شادی کرسکتی ہے"۔(عبدالرزاق،المصنف،6:472،رقم 1719)

2- دوسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اورشوہر نے رجعی طلاق دی ہو اورعدت ختم ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہوجائے تواس صورت میں طلاق کی عدت کالعدم سمجھی جائے گی اورعورت نئے سرے سے وفات کی عدت گزارے گی یعنی چار مہینے دس دن۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں" جب کوئی شخص اپنی بیوی کوایک یا دوطلاقیں دے پھراس عورت کی عدت پوری ہونے سے قبل ہی اس شخص کی وفات ہوجائے توجس دن وہ آدمی فوت ہوا اسی دن سے عورت کی عدت دوبارہ شمار کی جائے گی اوروہ اس کے مال کی وارث بنے گی"۔(عبدالرزاق،المصنف،4:470،رقم:1709)

3- تیسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اورشوہر نے طلاق بائن دی ہو، پھرعدت ختم ہونے سے پہلے خاوندفوت ہوجائے تواس صورت میں دیکھا جائے گا کہ طلاق کی عدت زیادہ طویل ہے یا وفات کی۔ان دونوں میں سے جوزیادہ طویل ہوگی وہ عدت عورت کے ذمہ لازم ہوگی۔

جیسا کہ امام محمد فرماتے ہیں" ہم اس بات کواختیار کرتے ہیں، جب ایسی طلاق ہو جس میں وہ رجوع کا مالک ہو اوراگر طلاق بائن ہوتوعورت پروہ عدت واجب ہوگی جس کی مدت زیادہ ہو یعنی طلاق والے دن کے بعد تین حیض یا مرنے والے دن سے چار ماہ دس دن"۔(محمد الشیبانی، کتاب الاثار،2:434-433،رقم:468)

لہذا عورت ایسی صورت میں طلاق اور وفات دونوں کی عدت بیک وقت گزارے گی۔ان میں سے اگر ایک پوری ہوجائے اور دوسری کے کچھ دن باقی ہوں تو ان باقی دنوں کی عدت بھی پوری کرے گی۔

مفقود الخبر (لاپتہ) خاوند کی بیوی کی مدت عدت:

جس عورت کا خاوند مفقود الخبر (لاپتہ) ہو وہ مالکی مسلک کے مطابق چار سال تک انتظار کر کے کسی اور جگہ اپنی مرضی سے عقد نکاح کر سکتی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "جب (کوئی شخص لاپتہ ہوجائے اس کے بعد) چار سال گزر جائیں تو قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرے گا اور عورت عدت وفات گزار کر حسب منشا شادی کرے"۔(مرغینانی،الہدایۃ 2:181)

امام مالک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے درج ذیل قول سے استدلال کرتے ہیں:

ترجمہ:"جس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہوجائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ عورت چار سال انتظار کرے۔اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت گزارے تو عقد ثانی کے لئے حلال ہوجائے گی"۔(مالک،الموطا 2:57,5،رقم 52)

احناف کا فتویٰ آجکل اسی قول پر ہے-لہذا مفقود الخبر خاوند کی بیوی مجسٹریٹ کے روبرو پیش ہو کر اور اپنے خاوند کا مفقود الخبر ہونے کا ثبوت دے کر دوسری شادی کا اجازت نامہ حاصل کر سکتی ہے اور جب شادی کا حکم بھی معلوم ہوجائے اور مجسٹریٹ کا اجازت نامہ بھی مل جائے تو پھر اگر وہ شخص آ بھی جائے تو کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوگا کیونکہ شرعی مسئلہ کو حکومتی تحفظ حاصل ہوگا۔یہ عورت دوسرے خاوند کی ہی بیوی رہے گی پہلے سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔البتہ حق مہر یا چار سال کا خرچہ سابقہ شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے،عورت چاہے تو بذریعہ عدالت وصول کرے اور چاہے تو معاف کر دے۔

زمانہ جہالیت میں بیوہ عورت کی عدت:

عورت کی عدت کا معاملہ تاریخ سے وابستہ ہے-قبل از اسلام بھی عورت کو عدت گزارنا ہوتی تھی مرتے دم تک اس کی عدت قائم رہتی تھی-اس طرح قدیم ایام میں عدت کی گنتی محدود نہ تھی بلکہ موت ہی ایسی گنتی کو ختم کرنے کا موجب بنتی تھی-لہذا بیوہ یا مطلقہ عورت کو عدت کے لیے قید و بند میں ڈال دیا جاتا تھا اور دوسری شادی سے محروم رکھا جاتا اور انہیں معاشرے سے لاتعلق کر کے منحوس قرار دیا جاتا تھا۔

بیوہ عورتوں کے بال جو حسن کی علامت ہیں کاٹ دیے جاتے یا انہیں خاوندوں کے ساتھ زندہ جلا (ستی) دیا جاتا اور زندہ رہنے کی صورت میں عورت کو نئی شادی کے حق سے یکسر محروم کر دیا جاتا تھا-لہذا بیوی اپنی آئندہ زندگی کے عذاب سے محفوظ رہنے کے لیے خاوند کے ساتھ ستی ہوجانے کو ترجیح دیتی اور مرنے کے بعد ستی ساوتری کہلاتی۔یعنی معاشرتی نفرت کا مقابلہ کرنے کی بجائے مقدس عورت کہلوانا پسند کرتی تھیں۔

ستی نہ ہونے والی عورت کو ایسی خوراک دی جاتی جو ان کے جنسی احساس کے بیدار ہونے میں مانع ہوتی تھیں-انہیں ننگی چارپائی پر سونے کے لئے مجبور کیا جاتا اور آرام و آسائش کی ہر سہولت سے محروم کر دیا جاتا تھا-انہیں تمام عمر اپنے مرحوم شوہر کے گھر گزارنا ہوتی تھی۔ان عورتوں پر کہیں آنے جانے یا تقریبات میں شمولیت کی پابندی تھی-یہاں تک کہ اس کے والدین کے علاوہ کسی دیگر رشتہ دار کو ملنے کی اجازت بھی نہ ہوتی۔

مطلقہ عورت کے لئے قدیم رواج یہ بھی تھا کہ متعلقہ عورت کو عدت کے دوران اگرچہ مرد کے گھر میں رکھا جاتا تھا لیکن اس دوران عورت پر سختی روا رکھی جاتی اور عورت کو نان ونفقہ سے تنگ کیا جاتا تاکہ وہ گھر سے بھاگ جائے یا پھر عدت کے خاتمے کے نزدیک ان عورتوں سے رجوع کر لیا جاتا۔اس طرح طلاق اور رجوع کا یہ کھیل ایک عرصہ تک قائم رکھ کر عورت طلاق کے باوجود آزاد نہ کی جاتی اور وہ اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر پاتی کہ اس کی آئندہ زندگی کیا ہوگی؟

امام رازی نے (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ) کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس آ کر یہ شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کو بار بار طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے جس وجہ سے اسکو ضرر ہوتا ہے۔اس موقع پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:(سورہ البقرہ،آیت نمبر 229)

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمسَاکٌ بِمَعرُوفٍ اَو تَسرِیحٌ بِاِحسَانٍ

ترجمہ:"طلاق (صرف) دو بار (تک) ہے پھر یا تو (بیوی کو) اچھے طریقے سے (زوجیت میں) روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے"۔

عدت کے بارے میں سائنسی تحقیق

ڈاکٹر جیمز عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔اُن کی بیوی اُن سے مسلمان عورت کی عدت کا ذکر اکثر گھر میں کرتی رہتی تھی کہ یہ کیسا مذہب ہے جو عورت کو چار ماہ دس دن تک گھر میں قید رکھتا ہے۔ڈاکٹر جیمز کو سائنسی تحقیق کا شوق تھا۔انہوں نے مسلم عورت کے عدت کے دورانیہ کی تحقیق اسلامی مطالعے پر شروع کی اور اس دوران ان کے جسم میں ڈی این اے پر ریسرچ کی۔جوں جوں وہ تحقیق کرتے گئے اللہ تعالیٰ ڈاکٹر جیمز کے عقل کے پردے کھولتا گیا۔وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلم عورتیں دوسرے مذاہب کی عورتوں سے عدت کی وجہ سے پاکباز رہتی ہیں۔وجہ یہ کہ ایک مرد کا ڈی این اے عورت کے جسم میں چار ماہ دس دن تک موجود رہتا ہے۔جب عورت کا شوہر فوت ہوجاتا ہے یا عورت کو طلاق ہوجاتی ہے تو اسلام نے عورت پر چار ماہ دس دن عدت کو اس لیے لازمی قرار دیا ہے کہ جب بیوہ یا مطلقہ عورت دوسری شادی کرے تو اس کے جسم میں پہلے شوہر کے ڈی این اے کا وجود باقی نہ رہے۔جو مطلقہ یا بیوہ عورت چار ماہ دس دن کی عدت کے اندر دوسرے مرد سے شادی کرلیتی ہے وہ پاکباز نہیں ہوتی کیونکہ اس کے جسم میں پہلے شوہر کا ڈی این اے موجود ہوتا ہے۔جو کہ عدت کے اندر شادی کرنے والی مطلقہ یا بیوہ عورت کے دوسرے شوہر سے پیدا ہونے والی اولاد میں ٹرانسفر ہوجاتا ہے۔جس کی اسلام میں انتہائی ممانعت بیان کی گئی ہے۔یہ ریسرچ کرتے ہوئے ڈاکٹر جیمز نے اپنی بیوی اور تینوں بچوں کے ڈی این اے سیمپل اپنی لیب میں چیک کیے تو ان کی بیوی کے جسم میں چار مختلف لوگوں کے سیمپل پائے گئے اور ان کے بچوں میں سے سوائے ایک بیٹے کے باقی دو بچوں میں ڈاکٹر جیمز کے علاوہ دو اور لوگوں کے ڈی این اے کے سیمپل نکل آئے۔ڈاکٹر جیمز نے اپنا ایک بیٹا جس میں فقط ڈاکٹر اور اس کی بیوی کا ڈی این اے پایا گیا تھا اس کو اپنے پاس رکھا اور بیوی کے ساتھ دو بچوں کو چھوڑ کر مسلمان ہوگئے اور کینیڈا جا کر ایک مسلم عورت سے شادی کرلی۔ڈاکٹر جیمز عیسائی مذہب چھوڑ کر اسلام کے دائرے میں داخل ہوگئے اور اپنا نام ڈاکٹر جون رکھ لیا۔اُنہوں نے اپنی اس ریسرچ کو کینیڈا کے ایک اخبار میں اپنی رپورٹوں کے ساتھ شائع کروایا۔جب رپورٹ شائع ہوئی تو ڈاکٹر جون کے حلقہ احباب میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

یورپ میں ڈی این اے پر سائنسی تحقیق 1960 کے عشرے میں شروع ہوئی تھی۔جبکہ مذہب اسلام میں صدیوں پہلے عدت کی بنا پر انسانی ڈی این اے کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے سچ اور حق بتادیا۔ایمان والے تو اسی وقت ہر قول پر ایمان لے آئے تھے۔سائنس آج تحقیق و تجربات کرنے کے بعد اسلام کی بتائی ہوئی باتوں پر ایمان لا رہی ہے۔(سبحان اللہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

طب نبوی (خاتم النبیین ﷺ) سے علاج

زود ہضم غذا:

آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ حریرہ تمہارے شکم کو اس طرح صاف شفاف کر دیتا ہے۔ جیسے کوئی عورت اپنا چہرہ گرد و غبار سے صاف کر کے نکھار لیتی ہے"۔ (ابن ماجہ، رقم ۳۴۴۵، ۳۴۴۶۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۰۳۵)

تلبیس بھی حریرہ کی ایک قسم ہے جو دودھ اور شہد کے ساتھ تیار کیا جاتا ہے۔ حریرہ جو کا پکا یا ہوا بھی ہوتا ہے۔ آج کل سوجی سے بھی تیار کیا جاتا ہے۔

نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "حریرہ مریض کے لئے مقوی القلب ہے اور رنج و غم کو ختم کرتا ہے"۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3445)

عرق النساء کا علاج:

سنن ابن ماجہ میں محمد بن سیرینؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) کو فرماتے سنا کہ "عرق النساء کا علاج جنگلی بکرے کی ران کو مہرا کیا جائے پھر اس کی یخنی تین حصہ میں کر دی جائے اس کے بعد تین دن تک یخنی کا استعمال نہار منہ کیا جائے"۔ (روزانہ نہار منہ ہونا چاہیے)۔ (سنن ابن ماجہ)

مرگی کا علاج:

آیت الکریمہ کو بکثرت پڑھنا اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ سورہ مومنون کی آخیری 4 آیات اور آذان کا دونوں کانوں میں صبح شام 7,7 مرتبہ پڑھنا یا مریض کو پڑھ کر پھونکنا۔

آتش زدگی کو بجھانے کا طریقہ:

رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "جب تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو با آواز بلند تکبیر کہو اس لیے کہ تکبیر آگ کو بجھا دیتی ہے"۔ (اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و للہ الحمد) (تکبیر) (جامع الصغیر للسیوطی)

تندرست جسم اچھی نعمت ہے۔

1- نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے عطا کردہ نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور یوں کہا جائے گا کہ ''کیا ہم نے تمہارے جسم کو تندرست نہیں بنایا تھا اور آب سرد (ٹھنڈے پانی) سے ہم نے تمہیں سیراب نہیں کیا تھا؟'' (جامع ترمذی، جلد 3، حدیث نمبر 3358)

2- مسند احمد میں حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا" میں نے پیغمبر خدا (خاتم النبیین ﷺ) خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''اللہ سے یقین اور عافیت طلب کرو، اس لیے کہ کسی کو یقین کے بعد جو سب سے بڑی دولت ملی ہے وہ عافیت ہے "۔ (جامع ترمذی، جلد 3، حدیث نمبر 3558)

3- سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ سے فضل، عافیت اور صحت طلب کرو۔ اس لئے کہ کسی کو یقین کے بعد صحت مندی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں عطا کی گئی ہے"۔ (سنن نسائی)

4- ترمذی میں مرفوعاً روایت ہے ''اللہ سے جس چیز کا سوال کیا جاتا ہے اس میں سب سے بہتر اس کے نزدیک پسندیدہ عافیت کا سوال ہے''۔ (ترمذی)

5- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس ایک اعرابی آیا اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) سے عرض کیا "5 وقت نماز کی ادائیگی کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے کس چیز کا سوال کروں"؟ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اللہ سے عافیت طلب کرو"۔ اس کو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے دوبارہ کہا اور تیسری مرتبہ فرمایا "دنیا اور آخرت دونوں میں عافیت طلب کرو"۔ (جامع ترمذی، جلد 3، حدیث نمبر 3514)

☆ کھانا کھا کر فوراً سونے سے آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے منع فرمایا۔ اس لئے اطباء کھانے کے بعد کم از کم سو قدم چلنے کو کہتے ہیں۔

☆ مسلمان اطبا نے کھانے کے بعد نماز پڑھ لینے کو بھی انسان کی بہترین ورزش قرار دیا ہے۔

☆ شام کے وقت کا کھانا ضروری قرار دیا۔ شام کے وقت کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپے کو دعوت دینا ہے۔

☆ گرم اور سرد کھانے کے بعد اور حمام میں داخل ہونے کے بعد پانی پینے سے پرہیز کریں۔

☆ اگر اس سے صحیح معنوں میں پرہیز کر لیا تو جب تک زندہ رہیں گے۔ بیماری کا خطرہ نہیں رہے گا۔

☆ اسی طرح ورزش، تھکن، اور جماع کے فوراً بعد پانی کا استعمال اچھا نہیں ہے۔ اور کھانے کے بعد اور پھل کھانے کے بعد پانی کا استعمال مفید نہیں ہوتا۔

نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) شہد میں ٹھنڈا پانی ملا کر پیا کرتے تھے۔

☆ اطباء کا کہنا ہے کہ نہار منہ شہد استعمال کرنے سے بلغم پگھل کر خارج ہوتا ہے۔ معدہ صاف ہو جاتا ہے، فضلات دور ہو جاتے ہیں۔ معدہ میں ایک معتدل گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے سدے کھل جاتے ہیں۔

☆ ٹھنڈے پانی میں شہد، کشمش، یا کھجور یا شکر کی شیرینی آمیز ہو تو بدن میں جانے والی تمام چیزوں میں سے سب سے زیادہ فائدہ مند ہیں۔ باسی پانی آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو پسند تھا۔

☆ پانی تین سانس میں پینے میں بڑی حکمتیں ہیں چنانچہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے آسان الفاظ میں ان حکمتوں کو بیان فرمایا کہ:

یہ طریقہ بڑی آسودگی والا، پوری طرح نفع بخش اور شفا دینے والا ہے۔ یعنی معدہ پیاس کی شدت اور اس کی بیماریوں سے نجات دیتا ہے۔ اس طرح کہ تین مرتبہ درمیان میں سانس لینے سے بھڑکتے ہوئے معدہ پر پانی تین دفعات میں وارد ہوتا ہے۔ پہلی مرتبہ جو سکون نہیں ملتا تھا۔ دوسری مرتبہ اُسے مل جاتا ہے۔ اگر دوسری مرتبہ میں سکون نہ ہوا ہو تو تیسری دفعہ میں اس کی تلافی ہو جاتی ہے اور حرارت معدہ بھی باقی رہ جاتی ہے۔ اس لئے کہ ٹھنڈک اگر ایک ہی مرتبہ پہنچ جائے اور ایک ہی انداز میں ہو تو اس سے معدہ کے سرد پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

☆ جن برتنوں پر ڈھکن نہ ہو، جن مشکیزوں میں بندھن نہ ہوں۔ ان میں وبا کی بیماری گر پڑتی ہے۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے ڈھکن رکھتے وقت اور مشکیزہ باندھتے وقت ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھنے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم، جلد 5 حدیث نمبر 5246)

☆ جامع ترمذی میں آپ (خاتم النبیین ﷺ) سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو کہے اے اللہ اس میں برکت دے اور اس سے بہتر کھانا ہمیں کھلا اور جب دودھ پئے تو کہے۔ اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور اس میں زیادتی عطا فرما۔ اس لئے کہ دودھ کے سوا، کوئی چیز کھانے پینے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی"۔ (جامع ترمذی، جلد 3، حدیث نمبر 3455)

☆ ٹھنڈے پانی کے ایک گلاس میں ایک بڑا چمچہ شہد ملا کر پینے سے اچھی نیند آتی ہے۔

☆ ٹھنڈے پانی کے ایک گلاس میں ایک بڑا چمچہ شہد ملا کر پینے سے جسم کی گرمی دور ہوتی ہے

☆ گرم پانی کے ایک گلاس میں ایک بڑا چمچہ شہد، ایک لیموں ڈال کر پینے سے جسم کی صفائی ہو جاتی ہے اور رنگ نکھر آتا ہے۔

☆ جھریوں سے نجات کے لئے اور دماغ کی تقویت کے لئے غذا میں دودھ، مکھن اور شہد کا استعمال فائدہ مند ہوتا ہے۔

☆ ایک گلاس ٹھنڈے پانی میں شہد کا ایک چمچہ ڈال کر پینے سے جگر کی گرمی دور ہوتی ہے۔

☆ عمدہ خوشبو روح کی غذا ہے اور روح قوائے انسانی کے لئے سواری ہے۔ اور قویٰ میں خوشبو سے بالیدگی آتی ہے۔ دماغ دل اور باطنی اعضاء کو نفع پہنچتا ہے۔ قلب کو فرحت ملتی ہے۔ روح اور خوشبو کے درمیان قریبی تعلق پایا جاتا ہے۔

☆ انجیر میں تمام پھلوں سے زیادہ غذائیت ہوتی ہے۔ یہ حلق اور سانس کی نالی اور معدے سے بلغم کو نکالتی ہے۔ اخروٹ اور بادام کے مغز کے ساتھ انجیر کا استعمال بے حد مفید ہے۔

☆ سیدنا عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) سے اپنے ایک درد کی شکایت کی، جو ان کے بدن میں پیدا ہو گیا تھا جب سے وہ مسلمان ہوئے تھے۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ "تم اپنا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھو اور تین بار (بسم اللہ) کہو، اس کے بعد سات بار یہ کہو (اَعُوذُ بِاللّٰہِ وَ قُدْرَتِہِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ)" میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اس چیز کی برائی سے جس کو پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں"۔ (صحیح مسلم، حدیث

نمبر 5737)

****

فلسطین (ارض مقدس)

وہ ارض مقدسہ جسے انبیاء کرام علیہ السلام کا دین ہونے کا شرف حاصل ہے جس کے اردگرد برکت ہی برکت کا نزول ہے، جہاں سے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ) روح القدس کے ہمراہ سفر معراج کے لیے گئے۔ جس دھرتی پر سیدنا محمد (خاتم النبیین ﷺ) نے نبیوں کی امامت کرا کے امام الانبیاء کا لقب پایا، جی ہاں وہی پرعظمت و پرشوکت زیتون کے درختوں سے آراستہ و پیراستہ سرسبز وشاداب بقعہ ارضی، جہاں اسلام کی عظمت رفتہ اور جنت گم گشت کا نشان قبلہ اول کی صورت میں موجود ہے جس کے فاتح اول فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے جس کے درودیوار نے ایوبی کی تکبیر سنی تھی، جہاں خیر کا نور پھیلانے والوں اور شر کی تاریکی میں اضافہ کرنے والوں کے درمیان آخری مگر عظیم معرکہ بپا ہونے کا میدان سج چکا ہے، آج طاغوتی قوتوں کے زیرنگیں وقبضہ ہے۔ ''مغضوبین''، ''ضالین'' کے زیر سایہ انتظام گزشتہ چھ عشروں سے مسلمانان فلسطین کا جانی مالی اور اقتصادی استحصال میں مصروف عمل ہیں۔

محل وقوع کے اعتبار سے فلسطین براعظم ایشیاء کے مغرب میں بحر متوسط کے جنوبی کنارے پر واقع ہے اس علاقے کو آج کل مشرق وسطی بھی کہا جاتا ہے۔ شمال میں لبنان اور جنوب میں خلیج عقبہ واقع ہے جنوب مغرب میں مصر اور مشرق میں شام اور اردن سے اس کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں۔ جبکہ مغرب میں بحر متوسط کا طویل ساحل ہے فلسطین کا رقبہ حنفہ اور غزہ سمیت ۲۷ ہزار کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ فلسطین کے طبعی جغرافیائی علاقوں میں فلسطین کا طویل ساحل جو ناقورہ سے لے کر رفح تک جنوب میں پھیلا ہوا ہے سرفہرست ہے۔ جس کا عرض ۱۶ سے ۱۸ کلومیٹر تک ہے۔

الاقصی مسجد کیا ہے اور کہاں واقع ہے؟

الاقصی یروشلم کے پرانے شہر میں واقع ہے۔ الاقصی اسلام کا تیسرا مقدس مقام ہے یہ ایک سے زیادہ اندرونی علاقوں کے ساتھ کھلی جگہ ہے جہاں پر نماز ادا کی جاتی ہے۔ لیکن پورے احاطے کو الاقصی کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

پرانا شہر بنیادی طور پر بڑے پیمانے پر قلعہ کی طرح ایک بہت بڑا منسلک شہر ہے۔ جس میں اندر اور باہر جانے کے لئے صرف مٹھی بھر دروازے ہیں۔

اس میں رہائش، بازار، گلی محلے اور مذہبی جگہیں ہیں۔ پرانا شہر چار حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصے میں یہودی، دوسرے حصے میں امریکی، تیسرے میں آرمینیائی اور چوتھا مسلمانوں کا حصہ ہے۔ الاقصی مسجد مسلمانوں کے حصہ میں موجود ہے۔

الاقصی پر قبضہ:۔

بین الاقوامی قانون کے مطابق یروشلم کو مشرق اور مغرب یروشلم میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مغربی یروشلم اسرائیل سے تعلق رکھتا ہے اور مشرقی یروشلم فلسطین سے تعلق رکھتا ہے۔ الاقصی اور مسلمانوں کا علاقہ مشرقی یروشلم میں ہے تو قانونی طور پر الاقصی فلسطینیوں کی ملکیت ہے لیکن 1967 میں اسرائیل نے مشرقی یروشلم اور فلسطینی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ جس میں الاقصی مسلمانوں کا علاقہ اور پرانے شہر کے باہر کے تمام قریبی علاقے شامل ہیں۔ شیخ جراح (شہر کا نام) کی طرح۔

کیونکہ اسرائیل نے مشرقی یروشلم پر قبضہ کر لیا ہے اس لیے فلسطینی الاقصی تک نہیں پہنچ سکتے۔ انہیں الاقصی جانے کے لیے اسرائیل سے اجازت لینی پڑتی ہے اور زیادہ تر اسرائیل اس درخواست کو قبول نہیں کرتے۔ بہت سے لوگ جو الاقصی سے 30 منٹ کی دوری پر رہتے ہیں وہ بھی وہاں نہیں جاسکتے۔

یہ ظلم صرف فلسطینی مسلمانوں کے لیے روا نہیں رکھا جاتا ہے بلکہ کرسچن فلسطینی لوگوں کو بھی یروشلم کے اندر اپنی عبادت گاہوں میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اسرائیل نے غیر قانونی طور پر پرانے شہر کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے جبکہ تمام مذہبی جگہیں اسی پرانے شہر میں واقع ہیں۔

جو لوگ سید الانبیاء (خاتم النبیین ﷺ) کے علم حدیث کے دریا میں غوطہ زن ہیں، ان کے نزدیک اب امن نہیں بلکہ ایک طویل خونریزی اور بہت بڑی جنگ ہماری راہ دیکھ رہی ہے۔ یہ دور فتن ہے۔ رسول اکرم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا ''تم پر چار فتنے آئیں گے۔ پہلے فتنے میں خونریزی کو حلال سمجھا جائے گا، دوسرے فتنے میں خون اور مالوں کو حلال سمجھا جائے گا، تیسرے فتنے میں خون، مال اور شرمگاہوں کو حلال سمجھا جائے گا، اور چوتھا فتنہ بہرا، اندھا اور سب پر چھا جانے والا

ہوگا، وہ سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارے گا حتی کہ لوگوں میں کسی ایک کے لیے بھی اس فتنے سے بچنے کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔ یہ فتنہ ملک شام میں پھرے گا اور عراق کو ڈھانپ لے گا اور جزیرہ عرب کو اپنے ہاتھ اور پاؤں سے روند ڈالے گا''۔ (کتاب الفتن نعیم بن حماد: 89)

یہ ہے وہ ترتیب جو ہمارے نبیؐ کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دورِ فتن کے دوران آنے والے فتنوں کے بارے میں بتائی۔ اس دورِ فتن کے آخر میں ایک بہت بڑی جنگ ہے جس میں حق کی فتح اور اسلام کا غلبہ ہے۔

یہ وہ عالمی جنگ ہے جس کی تمام تیاری دوسری جانب سے مکمل ہے۔ لیکن اس جنگ سے قبل مسلم امہ ایک بہت بڑے دورِ فتن سے گزرے گی، یہ وہی فتنے ہیں جو اندھے گونگے اور بہرے ہیں۔ یہ فتنے چار سو ہیں، اور اس وقت ہر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

فلسطین اسرائیل تنازعہ نہیں ہے---- تنازعہ طاقت کی ایک قسم کی توازن کا ذکر کرتا ہے جو وہاں نہیں ہے۔ یہ اسرائیل کا غیر قانونی قبضہ ہے--- یہ فلسطینیوں پر ظلم ہے--- یہ نسلی منافرت ہے۔ فلسطینیوں کے انسانی حقوق کا انکار ہے۔ یہ نسلی صفائی ہے۔ جو معصوم فلسطینیوں کو گولیاں مار رہا ہے جبکہ وہ اپنی مقدس مسجد میں عبادت کر رہے ہیں۔ تو یہ تنازعہ نہیں ہے۔ یہ اس سے بھی اوپر ہے۔

فلسطین (ارض مقدس) کی اہمیت مسلمانوں کی نظر میں:-

1- فلسطین انبیاء علیہ السلام کا مسکن اور سرزمین رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت لوط علیہ السلام کو اس عذاب سے نجات دی جو ان کی قوم پر اسی جگہ نازل ہوا تھا۔

2- حضرت داؤود علیہ السلام نے اسی سرزمین پر سکونت رکھی اور یہیں اپنا ایک محراب بھی تعمیر فرمایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی ملک میں بیٹھ کر ساری دنیا پر حکومت فرمایا کرتے تھے۔ چیونٹی کا وہ مشہور قصہ جس میں ایک چیونٹی نے اپنی باقی ساتھیوں سے کہا تھا" اے چیونٹیو، اپنے بلوں میں گھس جاؤ" یہیں اس ملک میں واقع عسقلان شہر کی ایک وادی میں پیش آیا تھا جس کا نام بعد میں" وادی النمل" (چیونٹیوں کی وادی) رکھ دیا گیا تھا۔

3- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی ملک کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اس مقدس شہر میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے اس شہر کو مقدس اس شہر کے شرک سے پاک ہونے اور انبیا علیہ السلام کا مسکن ہونے کی وجہ سے کہا تھا۔

4- اس شہر میں وقوع پذیر ہونے والے قصوں میں سے ایک قصہ طالوت اور جالوت کا بھی ہے۔

5- اس شہر میں کئی معجزات وقوع پذیر ہوئے جن میں ایک کنواری بی بی حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت مبارکہ بھی ہے۔ ولادت کے بعد جب عورت اپنی جسمانی کمزوری کی انتہاء پر ہوتی ہے ایسی حالت میں بی بی مریمؑ کا کھجور کے تنے کو ہلا دینا بھی ایک معجزہ الٰہی ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا محراب بھی اسی شہر میں تھا۔

6- حضرت عیسٰی علیہ السلام کو جب اُن کی قوم نے قتل کرنا چاہا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اسی شہر سے آسمان پر اُٹھا لیا تھا۔

7- قیامت کی علامات میں سے ایک حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زمین پر واپس تشریف اسی شہر کے مقام سفید مینار کے پاس ہوگا

8- اسی شہر کے ہی مقام بابِ لُد پر حضرت عیسٰی علیہ السلام مسیح دجال کو قتل کریں گے

9- فلسطین ہی ارض محشر ہے۔ اسی شہر سے ہی یاجوج وماجوج کا زمین میں قتال اور فساد کا کام شروع ہوگا۔

10- فلسطین کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے یہاں پر پڑھی جانے والی ہر نماز کا اجر 500 گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے۔

11- حضور اکرم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) معراج کی رات آسمان پر لے جانے سے پہلے مکہ مکرمہ سے یہاں بیت المقدس (فلسطین) لائے گئے۔ سرکار دو عالم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اقتداء میں انبیاء علیہ السلام نے یہاں نماز ادا فرمائی۔ اس طرح فلسطین ایک بار پھر سارے انبیاء کا مسکن بن گیا۔

12- سیدنا ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ ''زمین پر سب سے پہلی مسجد کونسی بنائی گئی''؟ تو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ''مسجد الحرام'' (یعنی خانہ کعبہ)۔ میں نے عرض کیا کہ ''پھر کونسی''؟ (مسجد بنائی گئی تو) آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ''مسجد الاقصیٰ'' (یعنی بیت المقدس)۔ میں نے پھر عرض کیا کہ ''ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ تھا''؟ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ''چالیس برس کا اور تو جہاں بھی نماز کا وقت پالے،

وہیں نماز ادا کر لے پس وہ مسجد ہی ہے''۔

13- وصال حضرت محمد (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ارتداد کے فتنہ اور دیگر کئی مشاکل سے نمٹنے کیلئے عسکری اور افرادی قوت کی اشد ضرورت کے باوجود بھی ارض شام (فلسطین) کی طرف آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تیار کردہ لشکر بھیجنا بھی ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے۔اسلام کے سنہری دور فاروقی میں دنیا بھر کی فتوحات کو چھوڑ کر محض فلسطین کی فتح کیلئے خود سیدنا عمر کا چل کر جانا اور یہاں پر جا کر نماز ادا کرنا اس شہر کی عظمت کو اجاگر کرتا ہے۔

14- بیت المقدس کا نام قدس قران سے پہلے تک ہوا کرتا تھا،قرآن نازل ہوا تو اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھ گیا۔قدس اس شہر کی اس تقدیس کی وجہ سے ہے جو اسے دوسرے شہروں سے ممتاز کرتی ہے۔اس شہر کے حصول اور اسے رومیوں کے جبر واستبداد سے بچانے کیلئے 5000 سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جام شہادت نوش کیا۔اور شہادت کا باب آج تک بند نہیں ہوا،سلسلہ ابھی تک چل رہا ہے۔یہ شہر اس طرح شہیدوں کا شہر ہے۔

15- مسجد اقصیٰ اور بلاد شام کی اہمیت بالکل حرمین الشریفین جیسی ہی ہے۔جب قران پاک کی یہ آیت--- سورہ التین ،آیت نمبر 3-1 (والتِّينِ والزَّيْتُونِ وطُورِ سِينِينَ وهَذا البَلَدِ الأمِينِ) نازل ہوئی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ'' ہم نے بلاد (شہر) شام کو''التین'' انجیر سے، بلاد فلسطین کو''الزیتون'' زیتون سے اور الطور سینین کو مصر کے پہاڑ کوہ طور سے جس پر جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ پاک سے کلام کیا کرتے تھے سے استدلال کیا''۔اور قرآن پاک کی یہ آیت مبارک--- سورہ الانبیاء،آیت نمبر 105 (وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ) سے یہ استدلال لیا گیا کہ امت محمد یہ حقیقت میں اس مقدس سرزمین کی وارث ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مُجدِد

مجدد سے مراد وہ خاص شخص جو ایک صدی کے شروع میں اپنے علمی وفکری کارناموں سے دین اسلام کو تازگی عطا کرتا ہے۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق مجدّد کا کام یہ ہے کہ شرعی احکام جو مٹ چکے ہیں، سنتوں کے آثار جو ختم ہو گئے ہیں اور دینی علوم (ظاہری ہوں یا باطنی) جو پردۂ اخفا میں چلے گئے ہیں، ان کا اِحیا کرے (دوبارہ زندہ کرے)۔

حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالی اس امت کے لئے ہر سو سال کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا فرماتا رہے گا جو اس کے لئے دین کی تجدید کرے گا"۔(سنن ابو داوٗد، 4:109، الرقم:4291)

گویا ہر صدی کے آخیر میں کوئی ایک فرد یا گروہ ایسا آتا رہے گا جو دین اسلام کے چہرہ اقدس سے بے علم، دبدعمل علماء، نام نہاد مشائخ، سرمایہ داروں اور فاسق حکمرانوں کی (بدولت) ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے آنے والے گرد و غبار کو جھاڑ کر اس کے اصل نورانی چہرے کو دنیا کے سامنے رکھے گا۔

اصل میں پہلے دنیا کی آبادی کم اور ذرائع وسائل بھی کم تھے۔ اس لئے انسانی معاشرے کے مسائل بھی کم تھے۔ اس کے باوجود ایک ایک بستی میں کئی انبیاء کرامؑ کی بعثت ہوتی رہی۔

اللہ تعالی نے سورہ یسین آیت نمبر 14-13 میں فرمایا:

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ - إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ

ترجمہ: "اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) ان کے لئے ایک بستی (انطاکیہ) کے باشندوں کی مثال (حکایۃً) بیان کریں۔ جب ان کے پاس کچھ پیغمبر آئے جبکہ ہم نے ان کی طرف (پہلے) دو (پیغمبر) بھیجے تھے۔ تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا تھا۔ پھر ہم نے (ان کو) تیسرے (پیغمبر) کے ذریعے قوت دی۔ پھر ان تینوں نے کہا بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں"۔

ان آیات میں اللہ تعالی نے ایک ہی بستی میں تین رسولوں کے مبعوث ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے متعدد انبیاء کرام علیہ السلام اور رسل عظام کو ایک ہی زمانے میں مبعوث فرمایا جن میں سے حضرت موسی علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام اور اسی زمانے میں حضرت شعیب علیہ السلام۔۔۔۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے دو فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔۔۔۔۔ پھر سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام۔۔۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے دور میں حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر آتا ہے۔

گویا کم آبادی، کم وسائل اور کم علمی کے دور میں ایک وقت میں کئی رسولوں کو مبعوث فرمایا۔

اب آبادی میں بے تحاشہ اضافہ، علم وحکمت کی فراوانی، مسائل و وسائل بے حساب اور ساری دنیا کی ہدایت کے لئے ایک رسول حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ)۔ پھر گزشتہ انبیاء کرام علیہ سلام کی طویل عمر اور یہاں کل 63 سال عمر مبارک۔۔۔ اللہ تعالی نے رسولوں کا کام نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کے علمائے راسخین کے سپرد فرمایا اور خود اپنے حبیب حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ) کی زبانی اقدس سے یہ اعلان کروایا:

اَلعُلَماءُ وَرَثَةُ الاَنبِیَاء

ترجمہ: "بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں"۔(جامع ترمذی، 5:48، الرقم 2682)

اللہ تعالی نے حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کو معلم بنا کر بھیجا۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے فیض سے صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک۔۔۔ اور آج سے لے کر

قیامت تک ہر دور میں ایک سے ایک بڑھ کر عالم اللہ پاک نے پیدا فرمایا اور فرماتا رہے گا۔ جن کی مخلصانہ کوششوں کی وجہ سے دین اسلام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا اور پھیلا۔

ان علماء میں جہاں بڑے بڑے آئمہ و مجتہدین ہوئے وہاں بے شمار دوسرے علماء بھی ہیں۔ جو حسب استطاعت دین کی نشر و اشاعت میں کوشاں رہتے ہیں۔ لیکن ان تمام میں **مجدد** معاصر علماء و آئمہ میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔

مجدد طوفان جاہلیت کے مقابلے میں اٹھتا ہے اور اسلام کو اس کی اصلی صورت اور روح کے مطابق از سر نو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ کی کوئی صدی ایسے اولوالعزم آئمہ دین سے خالی نہ تھی اور نہ ہی ان شاء اللہ خالی ہو گی۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رہے کہ ضروری نہیں ہے کہ ایک صدی میں صرف ایک ہی مجدد ہو اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ تمام دنیا میں ایک ہی مجدد ہو۔ ایک بھی ہو سکتا ہے اور متعدد بھی۔ ایک جگہ میں بھی ہو سکتے ہیں اور متعدد مقامات پر بھی۔

کسی شخصیت کے کام، خدمات، کلمتہ اللہ کو بلند کرنے کی کوشش اور ہمہ جہتی اثرات اس کے مجدد ہونے کا تعین کرتے ہیں۔ محققین، تحقیق کے بعد ان کے تجدیدی کارناموں پر انہیں مجدد قرار دیتے ہیں۔

چند مجددین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

<u>پہلی صدی :-</u>

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م 101ھ مطابق 719ء)

امام الاعظم ابو حنیفہؒ (80ھ، م 150ھ)

امام محمدؒ (م 187ھ)

امام مالکؒ (م 199ھ)

<u>دوسری صدی :-</u>

امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م 204ھ بمطابق 819ء)

امام احمد بن حنبلؒ (164ھ-241ھ)

امام حسن بن زیاد حنفیؒ (م 204ھ)

<u>تیسری صدی :-</u>

امام ابو جعفر طحاویؒ (239ھ)

امام ابو جعفر طبریؒ (224ھ-310ھ)

امام ابو منصور ماتریدیؒ (م 333ھ)

امام محمد بن جریر طبریؒ (م 311ھ بمطابق 944ء)

امام ابوالحسن اشعریؒ (م 330ھ بمطابق 941ء)

<u>چوتھی صدی :-</u>

امام ابو حامد الاسفرائینیؒ (م 471ھ بمطابق 1080ء)

امام باقلانی احمد بن طیبؒ (م 403ھ)

<u>پانچویں صدی :-</u>

امام محمد بن محمد غزالیؒ (450ھ، بمطابق 505ھ)

چھٹی صدی :-

سیدنا غوث الاعظمؒ (471ھ-561ھ)

امام فخر الدین رازیؒ (م 544ھ-606ھ)

ساتویں صدی :-

حضرت شیخ عمر شہاب الدین سہروردیؒ (536ھ-632ھ)

آٹھویں صدی :-

حضرت خواجہ نظام الدین محبوبؒ الٰہی (ولادت 636ھ)

حافظ زین الدینؒ عراقی (م 806ھ، بمطابق 1462ء)

امام سراج الدین بلقینیؒ 868ھ، بمطابق 1462ء)

امام شمس الدین الجزریؒ (م 833ھ، بمطابق 1428ء)

نویں صدی :-

امام جلال الدین سیوطیؒ (911ھ، بمطابق 1505ء)

امام شمس الدین سخاویؒ (903ھ، بمطابق 1494ء)

دسویں صدی :-

محدث کبیر علامہ علی القاری حنفیؒ (م 911ھ، بمطابق 1494ء)

علامہ شمس الدین شہاب الرملی

گیارہویں صدی:-

شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی سرہندیؒ (971ھ-1032ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (958ھ، بمطابق 1551ء)

بارہویں صدی :-

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیرؒ (1027، بمطابق 1618ء)

محمد عبدالباقی الزرقانیؒ (م 1122ھ، بمطابق 1701ء)

امام عبدالغنی نابلسیؒ (م 1143ھ-1731ء)

تیرہویں صدی :-

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م 1239ھ-1824ء)

شاہ غلام علی دہلویؒ (1240ھ-1825ء)

علامہ سید محمد امین بن عمر عابدین شامیؒ (م 1252ھ-1836ء)

چودھویں صدی :-

امام احمد رضا خان قادریؒ بریلوی (1340ھ-1921ء)

شیخ علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانیؒ (م 1350ھ-1941ء)

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ (م 1346ھ، بمطابق 1938ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرض

قرض کیا ہے؟

کسی ضرورت مند کو اس کے مطالبہ پر خاص و مقررہ مدت کے لئے مال سامان یا جانور دینا کہ لینے والا اسے واپس کردے گا ''قرض'' کہلاتا ہے۔

جس قرض کو قرض خواہ (قرض دینے والا) اس احسان کے ساتھ دے کہ واپسی کے وقت اس پر کچھ فائدہ نہ لے گا اس کو ''قرض حسنہ'' کہتے ہیں۔

مجبوراً اور ضرورتاً قرض لینے میں کوئی حرج نہیں۔ بلا ضرورت قرض لینے اور اس کو وقت پر ادا نہ کرنے کی بڑی مذمت آئی ہے۔

حساب قرض تحریری طور پر کیا جائے:۔

مسلمان کو زندگی میں جب بھی ضرورتاً قرض لینا پڑے تو اس کا حساب ہمیشہ لکھ کر پاس رکھے۔ کیونکہ قرآن پاک میں لین دین پر شرعاً لکھت پڑھت کا حکم دیا گیا ہے۔

سورۃ بقرہ آیت نمبر 282 میں ارشاد الٰہی ہے۔

ترجمہ:۔ ''اور (قرض کو) جس کی مدت مقرر ہے۔ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو لکھنے میں کاہلی نہ کرو''۔

علاوہ ازیں، امانت، ادھار، واجب الادا حقوق جیسے حق مہر یا زکوٰۃ اگر وقت پر ادا نہیں کیے تو ان تمام کا حساب لکھ کر رکھا جائے اور اپنے اہل خانہ یا قریبی عزیز سے اس کا تذکرہ کر دیا جائے۔

ایک بات قرض دینے والے اور لینے والے کو خاص طور پر معلوم ہونی چاہیے کہ قرض کی مقدار اور قرض واپس کرنے کی مدت اتنی مناسب ہو کہ دینے والا بھی تنگی میں پڑ کر مطالبہ نہ شروع کردے اور لینے والا بھی اپنی زندگی ہی میں سہولت کے ساتھ اس کو ادا کر سکے۔

میت کا قرض:۔

اگر کوئی مسلمان مقروض تھا اور وہ مر گیا قرض ادا نہ کر سکا تو اس کے مال میں سے گور و کفن کا خرچہ پورا کر کے قرض کی ادائیگی کی جائے پھر قابل وصیت 1/3 حصہ ادا کر کے بقایا مال یا رقم وراثت کی تقسیم کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

اس سلسلے میں سورۃ النساء آیت نمبر 11 میں فرمان الٰہی ہے۔

ترجمہ:۔ ''اس وصیت کی تکمیل کے بعد جو مرنے والا کر گیا ہو۔ یا ادائے قرض کے بعد''۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں وصیت یا ادائے قرض کا حکم ایک ساتھ دیا گیا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ اس کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ ''علمائے جدید و قدیم نے اس بات پر اجماع کر لیا ہے کہ قرضہ وصیت پر مقدم ہے'' یعنی پہلے قرضہ کی رقم ادا کی جائے۔ پھر 1/3 حصہ کی وصیت پوری کی جائے۔ بعد ازاں وراثت تقسیم کی جائے۔

اس لیے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے میت کے قرض کی ادائیگی جلد از جلد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:۔ ''مومن کی روح قرض کی ادائیگی تک قرض کے ساتھ معلق رہتی ہے''۔ (صحیح بخاری)

قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں کسی کو بھی رعایت نہیں:۔

شہادت جیسا رتبہ حاصل کرنے والے کو بھی قرض سے بری الذمہ نہیں سمجھا گیا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:۔ ''شہادت کی وجہ سے شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض جب تک ادا نہ کیا جائے معاف نہیں ہوگا''۔ (مسلم)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کسی مقروض میت پر قرض کی ادائیگی تک نماز جنازہ نہیں پڑھایا کرتے تھے۔ اس کی دلیل میں یہ حدیث ملتی ہے کہ نبی کریم

خاتم النبیین ﷺ کے پاس نماز جنازہ پڑھانے کے لئے ایک میت کو لایا گیا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا اس پر کوئی قرض ہے۔لوگوں نے جواب دیا ''جی ہاں'' نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ کیا قرض ادا کرنے کے لئے اس نے کوئی مال چھوڑا ہے۔لوگوں نے جواب دیا ''جی نہیں''۔تب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''تم خود ہی اس کی نماز جنازہ پڑھ لو''۔حضرت علیؓ نے جواب دیا ''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اس کا قرضہ میں ادا کردوں گا''۔تب آپ خاتم النبیین ﷺ آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھائی۔(رواہ فی شرح السنت)

اس واقعہ کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتوحات نصیب فرمائیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:۔''میں دنیا اور آخرت میں مومنین کی اپنی ذات پر بھی مقدم ہوں اگر پسند کرو تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لو:۔

سورۃ الاحزاب آیت نمبر 6:

ترجمہ:۔ ''نبی تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے''۔

''لہٰذا جو مقروض وفات پا جائے اور برائے ادائیگی مال بھی نہ چھوڑے تو ادائیگی کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے ورثا کا ہے''۔(صحیح بخاری)

لہٰذا اب اگر کوئی مقروض میت اتنا مال نہ چھوڑ کر مرے کہ اس میں سے قرض ادا کیا جاسکے اور اس کے غنی ورثاء عزیز واقارب یا موقعہ پر موجود حاظرین میں سے کوئی اگر یہ ادائیگی بخوشی کردے تو قرض ادا ہو جائے گا۔

مقروض کا قرض ادا کروانے میں اس کی مدد کرنے کے علاوہ قرض دینے والے سے مقروض کے حق میں معاف کروانے کی درخواست کرنا بھی قابل اجر نیکی ہے۔حدیث مبارکہ میں ہے۔

حدیث:۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:۔

ترجمہ:۔ ''جو شخص اپنے بھائی سے دنیا کا غم اور تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے غم اور تکلیف کو دور کردے گا''۔(مسلم)

<u>قرض کو معاف کردینا یا قرض ادا کرنے کی مہلت دینا:۔</u>

اگر کوئی قرض خواہ مقروض کی مالی بدحالی کی وجہ سے اس کا قرض معاف کردے یا اسے مہلت دے تو اس کے لئے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:۔ ''جو کسی تنگدست کو مہلت دے یا قرض معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا اور قیامت کے دن اس کی بے چینیوں کو دور فرمادے گا''۔(مسلم)

<u>قرض کی ادائیگی اچھی طرح کرنی چاہیے:۔</u>

قرض لے کر اس کی بہتر طریقے سے واپسی کرنا پسندیدہ عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت بھی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔ ''بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جو اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں ان کے لئے اس کا کئی گنا (زیادہ) اجر وثواب ہے''۔(الحدید آیت نمبر 18)

اس سنت کی پیروی ہمیں اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی زندگی میں بھی نظر آتی ہے آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ قرض کے طور پر ایک اونٹ لیا اور جب واپس کیا تو اس سے اچھا اور عمر میں اس سے بڑا اونٹ واپس کیا اور فرمایا:

ترجمہ:۔ ''اچھا انسان وہ ہے جو (قرض کی) ادائیگی اچھی کرے''۔(صحیح بخاری)

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اپنی خوشی سے اور بغیر شرط طے کئے ادائیگی میں بہتری اور زیادتی اختیار کرنا سود نہیں ہوتا۔اس لئے اگر کسی میت کی طرف سے یا کسی زندہ کی طرف سے قرض کی واپسی کرنی پڑے تو اس میں اپنے بھائی کی عزت کا خیال رکھا جائے اور احسن طریقے سے ادائیگی کی جائے۔

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

حدیث:۔''جو آدمی اس حال میں فوت ہو کہ وہ تکبر، مال غنیمت کی خیانت اور قرض سے پاک ہو تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا''۔(ترمذی)

****

(Negative Force)نظرِ بد

نظر بد کیا ہے اور یہ کیسے لگتی ہے؟

نظرِ بد:

یہ ایک طاقت ہے۔۔۔ یہ ایک منفی فورس ہے۔۔۔ یہ evileye ہے۔

یہ بات کہنے کو بہت عجیب ہے کہ انسان کسی دوسرے کو دیکھے اور منفی سوچ اس میں داخل کر دے اور یہ کہ نہ صرف یہ منفی اثرات منتقل ہوں بلکہ اس کو نقصان بھی پہنچا ئیں۔

کچھ لوگوں میں یہ بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ حسد سے بڑھتی رہتی ہے۔ یہ ایسے لوگوں میں ہوتی ہے جو دوسروں کو کامیاب اور خوش نہیں دیکھ سکتے۔

پندرہویں صدی میں پورے یورپ میں لوگ نظر بد لگانے کے لئے باقاعدہ لوگوں کو ہائر کیا کرتے تھے کہ فلاں کو نقصان پہنچانا ہے۔ ایسے لوگوں کو عدالتوں میں الٹے پیر لایا جاتا تھا تا کہ کسی کو نظر نہ لگائی جا سکے۔ اور یہ بھی کہ جج اور عملہ محفوظ رہ سکے۔

کالا چشمہ چین سے ایجاد ہوا تھا۔ یہ نظر بد سے بچاؤ کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ پھر دنیا بھر میں فیشن بن گیا۔

جہاں تک مذہب کا تعلق ہے تو مذہب ہی یہ بتاتا ہے کہ اصل میں یہ فورس کیا ہے؟ **یہ نیچرل فورس (Natural Force) ہوتی ہے۔ یہ ہر ایک میں ہوتی ہے۔** البتہ کچھ لوگ اس کو ایکٹیو کر لیتے ہیں اور اتنا زیادہ ایکٹو کر لیتے ہیں کہ دوسروں کو نظر لگا دیتے ہیں۔

ہمیں بے شمار حادثات پیش آتے رہتے ہیں- یہ مذہب سے معلوم ہوتا ہے کہ مصائب انسانوں پر کس طرح آتے ہیں؟

ایک تو نظر لگانے سے چیزیں خراب ہوتی ہیں اور مصائب آتے ہیں اور دوسرے آزمائش سے مصائب آتے ہیں اور تیسرے گناہوں سے۔

اب ہمیں یہ جاننا ہے کہ آیا جو کچھ ہمارے ساتھ یہ مشکلات پیش آ رہی ہیں یہ نظر بد کا نتیجہ ہیں یا یہ مصائب آزمائش ہیں، یا یہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے آ رہے ہیں؟

عام روٹین میں لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں برابری کی سطح ہوتی ہے نظر نہیں لگتی۔ لیکن اگر ایک بہت اعلیٰ درجے کو پا گیا ہے اور دوسرا کم اور اس کی (کم درجے والے کی احساس کمتری بھی اس کی نگیٹو فورس (negative force) کو طاقت دینے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے) اب جب یہ ہوتا ہے کہ یہ کم درجے والا اس اعلیٰ درجے والے شخص یا اس کی عمارت یا اس کی دولت یا کسی بھی اعلیٰ مقام یا اس کی اعلیٰ شان کو دیکھتا ہے تو پہلی ہی نظر میں evileye contact کے بعد نظر لگ جاتی ہے۔ یہ نظر عام لوگوں کو لگ جاتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں ان کو نظر نہیں لگتی۔۔ اس کی کیا وجہ ہوتی ہے؟؟

ساری دنیا میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس سب کچھ ہوتا ہے لیکن ان کو نظر نہیں لگتی ہے۔ جتنی کوشش کر لیں سب کچھ ان کے پاس ہوتا ہے لیکن نظر نہیں لگتی۔ اصل میں یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر supernatural force activate ہو جاتی ہے وہ یہ کہ "میں جو کچھ بھی کروں گا کامیاب ہو جاؤں گا" اور یہ supernatural force جب زیادہ activate ہو جاتی ہے تو یہ negative force کا مقابلہ کر لیتی ہے۔ اس طرح نظر لگانے والا کامیاب نہیں ہو پاتا۔ ایسا شخص ہمیشہ نظر بد سے بچا رہتا ہے۔ یعنی چیزیں اور مقام حاصل کرنے کے بعد ہمارے اندر supernatural force یا positive force جمع ہوتی رہتی ہے جو Negative force کا مقابلہ کرتی ہے اور کرتی رہتی ہے۔ کہ یہ positive force ہر Negative force کا مقابلہ کر لیتی ہے۔

نظر بد کی اقسام:-

نظر بد کی دو اقسام ہیں:

1- حسد کی نظر 2- حسرت کی نظر

1- حسد کی نظر:

کینہ، بغض، لالچ، اور انتقام یہ تمام نظریں ایسی ہیں ۔جس کا اثر ہوتا ہے ہڈیوں اور خون کے اندر رچ بس جاتی ہے اور جتنا حسد کینہ بغض زیادہ ہوتا ہے اتنا زیادہ زندگی میں پریشانیاں، مشکلات اور ناکامیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں اور اس حسد کینہ اور بغض کی نظر زندگی کے مسائل، مشکلات میں اور اضافہ کر دیتی ہے۔ لاعلاج بیماریاں، دکھ، روگ، تکالیف یہ تمام اسی کے سبب ہوتی ہیں۔

آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے رازداری کے ساتھ کام لیا کرو کیونکہ ہر نعمت والے سے حسد کیا جاتا ہے"۔(السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث نمبر 257)

2- حسرت کی نظر:

حسرت کی نظر کے معنی یہ ہیں کہ ہم کھانا، گوشت، سبزی، دودھ، دہی مزید کھانے پینے کی چیزیں ایسے انداز سے گھر لا رہے ہیں کہ ساری دنیا اس کو دیکھ رہی ہو۔ایک غریب، نادار، مفلس جس کے دل میں ان چیزوں کے کھانے کی تمنا اور حسرت ہے اگر اس کی نظر پڑ گئی اور اس کی نظر حسرت کی نظر ہے، یاد رکھیں! یہ حسد کی نظر تو نہیں لیکن حسرت کی نظر ہے، حسرت کی نظر بھی اچھے اچھے لوگوں کو کھا جاتی ہے، اچھے خاصے لوگ صحتمند، بیماریاں دکھوں اور تکالیف میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور ایسے طریقے سے مبتلا ہوجاتے ہیں کہ انسان ساری عمر ٹیسٹ کرواتے کرواتے دیوانہ ہوجاتا ہے لیکن وہ ٹیسٹ ناکام، انسان ناکام اور سدا کا بیمار رہتا ہے۔

دھوئیں سے پڑوسی کو تکلیف مت دو:

نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:" اگر پڑوسی تنگدست ہوجائے تو اسے تسلی دو، اگر اسے خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دو، اگر اُسے مصیبت پہنچے تو اس سے تعزیت کرو، اگر وہ مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے اونچی عمارت بنا کر اس سے ہَوا نہ روکو، سالن کی خوشبو سے اسے تکلیف نہ پہنچاؤ، ہاں! یہ کہ اسے بھی مٹھی بھر دے دو تو صحیح ہے، اگر پھل خرید کر لاؤ تو اسے بھی اس میں سے کچھ تحفہ بھیجو اور ایسا نہ کرسکو تو اسے چھپا کر اپنے گھر لاؤ اور "پڑوسی" کے بچوں کو تکلیف دینے کے لیے تمہارے بچے پھل لے کر باہر نہ نکلیں"۔(شعب الایمان، ج7،ص83، حدیث:9560)

یعنی اپنے دھوئیں سے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دو، کوئی چیز پکائی ہے تو اس کا دھواں پڑوسی تک پہنچا اور اس کے دل سے حسرت نکلی کہ اے کاش! میرے پاس بھی ہوتا تو میں بھی کھا پی لیتا اور میں بھی جی بھر کر کھاتی کہ جو پھل کھائیں اس کے چھلکے اپنے دروازے کے قریب نہ پھینکیں بلکہ دور کہیں ایسی جگہ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے۔

پہلے لوگ جب بازار سے کچھ منگواتے مثلاً دہی، دودھ، نہاری وغیرہ تو گھر سے برتن دیا کرتے تھے۔اُن کا کہنا تھا کہ اس سے ایک تو لفافے کے جراثیم نہیں لگتے دوسرے کھانے پینے کی چیزیں نمائش کر کے نہیں لاتے، پردہ رکھتے ہیں۔روٹی لینے کے لیے جاتے تو ساتھ دسترخوان لے کر جاتے۔اُن لوگوں کا کہنا تھا کہ کاغذ میں روٹی لانے سے روٹی کی بے ادبی ہوتی ہے اور روٹی کا پردہ بھی نہیں رہتا۔

گھر کا سودا سلف لانے کے لئے کپڑے کے تھیلے سیئے جاتے تھے تاکہ سودہ سلف پر کسی کی نظر نہ پڑے۔محلے داروں کے گھر حتی کہ ایک ہی گھر کے مختلف حصوں (portions) میں رہنے والے افراد ایک دوسرے کے گھر کھانا بھیجتے تو کھانے کو خوان پوش سے ڈھک دیا جاتا۔اب ہمارے بچوں کو خوان پوش کا مطلب بھی نہیں آتا ہوگا۔لیکن اب بھی اگر ہم مندرجہ بالا تمام چیزوں کا خیال رکھیں تو حسرت کی نظر سے بچ سکتے ہیں۔

کسی کی حسرت بھری نظر سے بچنا بہت ضروری ہے۔حسرت بھری نظر اور حسد بھری نظر دونوں نہایت خطرناک ہیں۔حسد بھری نظر ہمارے بس میں نہیں کہ حاسد حسد بھری نظر سے ہمیں ڈس لے لیکن حسرت بھری نظر ہمارے بس میں ہے اس لیے مسنون دعاؤں کا اہتمام حسد و نظر کا علاج ہے اور چیزوں کو ڈھکا ہوا لے کر لانا اور کھانا یہ حسرت بھری نظروں کا حل ہے۔

تین چیزوں کے لئے پردہ چاہیے: عورت۔مال۔رزق (یاد رکھیں رزق سے مراد صرف روٹی ہی نہیں ہے اس میں تمام خیر شامل ہے مثلاً عزت، مرتبہ، قابلیت، علم اور شان و شوکت وغیرہ۔)

نظر بد کی علامات:-

نظر جادو سے زیادہ خطرناک ہے اور عام ہے- جادو اور نظر کی اکثر علامات ملتی جلتی ہیں- ہاں بعض علامات سے پہچانا جا سکتا ہے کہ یہ جادو نہیں نظر ہے- جن لوگوں کو نظر لگتی ہے عموماً وہ معاشرے میں معروف ہوتے ہیں- جن کو نظر لگی ہوتی ہے ان کی طبیعت عموماً خراب ہوتی ہے- غصہ، چڑچڑا پن، اور عجیب سے بے چینی محسوس ہوتی ہے-

یاد رکھیں! نظر کے ساتھ بھی شیاطین جنات (آسیب) چمٹ جاتے ہیں-

نظر وحسد کی وہ علامات جو جادو اور اس میں فرق کرتی ہیں مندرجہ ذیل ہیں:-

1۔ درد کا آنکھوں اور کنپٹیوں سے شروع ہو کر سر کی جانب پھیلنا اور پھر کندھوں سے اترتے ہوئے ہاتھ پاوں کے کناروں میں پھیل جانا-
2۔ جسم پر عموما چہرے کمر اور رانوں میں سرخ نیلے دانوں کا بکثرت نکلنا یا دھبے بننا-
3۔ بکثرت پیشاب کا آنا اور قضائے حاجت کیلئے جانا-
4۔ بہت زیادہ پسینہ آنا خصوصاً ماتھے اور کمر میں-
5۔ دل کی دھڑکن کا کم یا زیادہ ہونا دل ڈوبتا محسوس ہونا اور موت کا خوف-
6۔ چہرے کا زردی مائل ہو جانا-
7۔ تلاوت نماز اور دم کے درمیان بکثرت جمائیاں آنا اور آنسوں کا بہنا-
8۔ پڑھائی اور کام سے دل کا اچاٹ ہو جانا، حافظے کا کمزور ہونا اور بے توجگی رہنا-
9۔ مسلسل تھوک بہنا جھاگ کی مانند یا سفید بلغم-
10۔ سوتے میں یا دم کے درمیان آنکھیں دیکھنا یا کسی کو ٹکٹکی باندھ کر اپنی طرف دیکھنا-
11۔ جسم میں خارش اور چیونٹیاں رینگتی محسوس کرنا-
12۔ آنکھوں کا شدت سے پھڑ پھڑانا جھپکنا-
13۔ ہاتھ اور پاؤں کے کناروں میں سوئیاں چبھنا اور ٹھنڈا رہنا-
14۔ جسم کا بہت زیادہ گرم رہنا-
15۔ انسان کا اپنے آپ سے لا پرواہ ہو جانا خصوصاً عورتوں کا اپنی آرائش وزیبائش سے بے نیاز ہو جانا-
16۔ بچوں کا ماں کا دودھ نہ پینا یا بہت زیادہ رونا-
17۔ پلکوں اور بھنوؤں پر بوجھ-
18۔ آنکھوں میں عجیب سی تیز چمک-
19۔ جوڑوں میں بوجھ محسوس کرنا-

نظر لگنا برحق ہے- یہ بات اسلام اور قرآن سے ثابت ہے-

1- حدیث:- سیدنا جابر اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:-

ترجمہ: "نظر آدمی کو قبر میں داخل کر دیتی ہے اور اونٹ کو ہانڈی میں"-(السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث نمبر 2325)

2- حدیث:- حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:-

ترجمہ: "اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے رازداری سے کام لیا کرو کیونکہ ہر نعمت والے سے حسد کیا جاتا ہے"-(السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث نمبر 257)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ کس طرح نظر بد نقصان دہ ہے اور یہ کہ ان تمام چیزوں سے ہم کس طرح بچ سکتے ہیں؟؟

3- حدیث:- حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

ترجمہ: "نظر بد لگنا حق ہے"۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 5740)

آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے جسم کا گوندھنا منع فرمایا ہے۔جسم کو گوندھنے سے منع فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ٹیٹو وغیرہ کا تعلق Negative force سے ہوتا ہے اور یہ سلسلہ شیطان سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

4- حدیث:- حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

ترجمہ: "اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاسکتی تو وہ نظر بد تھی کہ وہ سبقت لے جاتی"۔(صحیح مسلم، حدیث نمبر 5702)

نظرِ بد کا علاج:-

جب نظر بد لگ جائے تو اس کے علاج کے لئے:

1- فوری طور پر غسل کیا جائے۔

2- دم کیا جائے۔جس کے لیے سورہ قلم کی آخری دو آیات 71 مرتبہ اول آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف تین دن دم کریں اور پانی پئیں۔غسل کرنے اور دم کرنے سے Evil force جسم سے نکل جاتی ہے۔

3- مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر دم کریں:

بِسۡمِ اللّٰهِ اَرۡقِيۡکَ مِنۡ کُلِّ شَیۡئٍ یُّؤۡذِیۡکَ مِنۡ شَرِّ کُلِّ نَفۡسٍ اَوۡ عَيۡنِ حَاسِدٍ اللّٰهُ یَشۡفِيۡکَ بِسۡمِ اللّٰهِ اَرۡقِيۡکَ

4- صبح شام "منزل" پڑھی جائے۔

5- روزانہ کم از کم تین مرتبہ درج ذیل حروف مقطعات پڑھ کر دم کریں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمٓصٓ - طٰهٰ - طٰسٓمٓ - كٓهٰيٰعٓصٓ - يٰسٓ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَكِيۡمِ - حٰمٓ - عٓسٓقٓ - قٓ - نٓ - وَ الۡقَلَمِ وَ مَا يَسۡطُرُوۡنَ -

6- سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ معوذتین (سورت الناس اور سورت الفلق) پڑھ کر نظر لگنے والے پر دم کیا جائے ان شاء اللہ ایسا کرنے سے نظر کا اثر زائل ہو جائے گا-

دیکھنے والا اگر کسی اچھی چیز کو دیکھ کر فوری طور پر ماشاء اللہ کہے تو ایسا کرنے سے نظر کا اثر نہیں ہوگا۔

نظرِ بد لگانے والوں کو پہچاننے کا طریقہ:-

نظر بد لگانے والوں سے بچنے کا طریقہ یا ان لوگوں کو جو لوگ نظر بد لگاتے ہیں ان کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جب ہماری اکھٹی تقریبات ہوتی ہیں تو یہ لوگ کسی نہ کسی بات میں کوئی نہ کوئی عیب نکالتے ہوئے نظر آتے ہیں۔چیزوں کو ناپسندیدگی سے دیکھتے اور کچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں۔یہ لوگ جو کچھ کریں یا کہیں ہمیں ان کے ساتھ positive رہنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔یہ لوگ خوش نہیں ہوتے۔یہ لوگوں کی خوشیوں سے حسد کرتے ہیں-

اسلام اس کے لیے توبہ کا طریقہ بتاتا ہے۔ہر رات کو توبہ کریں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دماغ سے Negative فورس کو نکالیں۔عاجزی پیدا کریں۔بڑائی ختم کریں۔

حدیث:

ترجمہ: "جو شخص اللہ تعالی سے جیسا گمان کرتا ہے اللہ اس کو ویسا ہی مقام دے دیتا ہے"۔(متفق علیہ)

پھر ایسا شخص محنت کرتا ہے۔ناکامی بھی آئے گی لیکن ہمیں ہمیشہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔لوگ نظر لگانے کے لیے آگے آئیں گے۔محنت کے بعد ناکامی آتی ہے۔ہمیں ہر حال میں positive رہنا چاہیے۔اللہ سے دعا کرتے رہنا چاہیے۔کسی کی باتوں کا اثر دل میں نہ لیں۔پھر کوئی Negative force ہم پر اثر نہیں کر سکتی اور ہم آہستہ آہستہ کامیابی سے ہمکنار ہوتے جائیں گے۔ہمیں ہمیشہ positive رہنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

قرآن پاک کی ایک بہترین آیت دل میں بسا لینے والی آیت ہے۔سب کچھ اس میں پوشیدہ ہے۔یہ زمین سے اٹھا کر آسمان پر لے جانے والی آیت ہے۔

ترجمہ:"انسان کو وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے"۔(سورہ نجم،آیت نمبر 39)

اللہ تعالی نے وعدہ کرلیا ہے کہ کوئی بھی چیز جس کے لئے انسان محنت کرے گا اور اللہ سے دعا کرے گا اللہ تعالی وہ چیز اس کو ضرور عطا فرمائے گا۔ہمیں کوشش اور محنت کرنی ہے۔لیکن ایک بات اور یاد رکھنی ہے کہ خواہش جو بھی ہو اگر ناکامی ہو تو پھر بھی ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ناکامی کے بعد اللہ تعالی اس سے بہتر چیز عطا فرما دیتا ہے۔

جیسا کہ سورۃ بقرہ،آیت نمبر 216 میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ:"ہوسکتا ہے تم کسی چیز کو اچھا جانتے ہو لیکن وہ تمہارے لیے اچھی نہ ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو اچھا نہ جانتے ہو لیکن وہ تمہارے لیے اچھی ہو-اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

لیکن اگر کوئی چیز نہیں ملی تو اللہ تعالی کی طرف سے بدلے میں کچھ چیز ہمیں ضرور مل جاتی ہے۔

ایک خوبصورت دعا ہے۔ہم جب یہ دعا پڑھتے ہیں تو یاد رکھیں کہ تمام اچھی طاقتیں ہماری مدد کو پہنچ جاتی ہیں۔ہمارے اردگرد اکٹھی ہو جاتی ہیں۔یعنی Invisible Force ہمارے گرد آ جاتی ہیں اور ہماری مدد کرتی ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث نمبر 3371 میں درج ہے۔

حضور پاک(خاتم النبیین ﷺ) حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے لیے یہ دعا پڑھ کر پناہ مانگا کرتے تھے۔

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ .وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ

ترجمہ:"میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے کے پورے کلمات سے۔۔۔۔ہر ایک شیطان سے،ہر زہریلے جانور سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے اور یہ کہ شیطان میرے پاس آئے"۔

ہمیں یہ دعا پڑھنی ہے اور اس خیال کے ساتھ کہ اللہ تعالی Invisible Force بھیج رہا ہے-صبح و شام پڑھنے کی دعا ہے اور سمجھ کر دعا مانگیں۔اس دعا کے بعد تو پھر Super Natural Force ہماری مدد کے لیے آتی ہیں اور ہماری مدد کرتی ہیں اور پھر Negative لوگ ہم سے دور رہتے ہیں۔مشکلات آتی ہیں لیکن لوگوں سے دور رہنا ہے ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قرآن پاک میں کہہ دیا گیا ہے:(سورہ البقرہ،آیت نمبر 155)

ترجمہ:"اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے،بھوک پیاس سے،مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے"۔

لیکن ہمیں ناکامی کے بعد گھبرانا نہیں ہے۔Positive رہتے ہوئے دوبارہ محنت کرنی ہے کیونکہ ناکامی کے بعد ہماری محنت جمع ہوجاتی ہے اور اللہ تعالی ایک دن وہ کامیابی عطا کرتا ہے کہ پہلا نقصان بھی پورا ہوجاتا ہے۔

اس لیے سب سے زیادہ ضروری چیز Positive رہنا ہے۔ہمیں معلوم ہے کہ ہر ایک نے اس دنیا سے جانا ہے۔مشکل پر صبر کرنا ہے۔

اللہ تعالی کی مدد کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالی زندگی میں ایسے لوگ بھیج دیتا ہے جو اصل میں کچھ نہ کچھ ہماری مدد کرتے ہیں۔یعنی ہمارے مددگار ہو جاتے ہیں اور پھر صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دے دی گئی ہے۔صبر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں Supernatural force موجود ہے جو اسے Positive رہنے پر قائم رکھے ہوئے ہیں۔

انسان کے اندر یہ Supernatural Force جتنی Activate ہوگی۔اتنے اسے نظر لگنے کے امکانات کم ہوتے جائیں گے۔کیونکہ ایسا انسان مشکل کے وقت صبر اور غفلت کے بعد توبہ کرنے کا عادی ہوتا ہے۔یعنی ایسا انسان نقصان پر قسمت کا رونا رونے کی بجائے اپنا محاسبہ کرتا ہے۔۔۔اللہ کو یاد کرتا ہے۔۔۔توبہ کرتا ہے اور اسی کی مدد پر نظر رکھتا ہے۔اور اللہ تعالی ایسے شخص کی مدد ضرور فرماتا ہے-

حدیث:-حضور پاک(خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:

ترجمہ:"میری امت کے اکثر لوگ جواللہ کی کتاب،اس کے فیصلے اوراس کی تقدیر کے بعدفوت ہونگے وہ نظر لگنے سے ہونگے"۔(الصحیحۃ 747 صحیح)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سحر(جادو)

سحرکی تعریف:- لغوی اعتبار سے جادو کے لئے سحر کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی تعریف علماء نے یوں کی ہے:

1۔ اللیثؒ کہتے ہیں:’’سحر وہ عمل ہے جس سے پہلے شیطان کا قرب حاصل ہوتا ہے اور پھر اس سے مدد لی جاتی ہے‘‘۔

2۔ الازھریؒ کہتے ہیں:’’سحر دراصل کسی چیز کو اس کی حقیقت سے پھیر دینے کا نام ہے‘‘۔

3۔ ابن منظورؒ کہتے ہیں:’’ساحر باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے اور گویا وہ اسے دینی حقیقت سے پھیر دیتا ہے‘‘۔

4۔ حضرت ابن فارسیؒ کا قول ہے:’’سحر کسی چیز کو اس کی حقیقت سے ہٹا کر سامنے لاتا ہے گویا باطل کو حق کی شکل میں پیش کرتا ہے‘‘۔

5۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:" عربوں نے جادو کا نام سحر اس لئے رکھا ہے کہ یہ تندرستی کو بیماری میں بدل دیتا ہے‘‘۔

سحر شریعت کی اصطلاح میں:- شرعی اصطلاح میں سحر کی تعریف کچھ اس طرح سے کی گئی ہے:

شریعت کے عرف میں سحر ہر اس کام کے ساتھ مخصوص ہے،جس کا سبب مخفی ہو،اسے اس کی اصل حقیقت سے ہٹا کر پیش کیا جائے اور دھوکہ دہی اس میں نمایاں ہو۔

2۔ امام ابن قیمؒ کہتے ہیں:’’جادو ارواح خبیثہ کے اثر و نفوذ سے مرکب ہوتا ہے،جس سے بشری طبع ضرور متاثر ہوتی ہیں‘‘۔

غرض سحر: جادوگر اور شیطان کے درمیان ہونے والے ایک معاہدے کا نام ہے،جس کی بناء پر جادوگر کچھ حرام اور شرکیہ امور کا ارتکاب کرتا ہے اور شیطان اس کے بدلے میں جادوگر کی مدد کرتا ہے اور اس کے مطالبات کو پورا کرتا ہے۔

شیطان کا قرب حاصل کرنے کے لئے جادوگروں کے بعض طریقے:- شیطان جادوگر سے پہلے کچھ حرام کام کرواتا ہے اور پھر اسکی مدد اور خدمت پر آمادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جادوگر جتنا بڑا کفریہ کام کرے گا شیطان اتنا ہی زیادہ اس کا فرمانبردار ہوگا،اوراس کے مطالبات کو پورا کرنے میں جلدی کرے گا اور جب جادوگر شیطان کے بتائے ہوئے کفریہ کاموں کو بجالانے میں کوتاہی کرے گا شیطان بھی اس کی خدمت کرنے سے رک جائے گا،اور پھر اس کا نافرمان بن جائے گا۔

جادوگر اور شیطان ایسے ساتھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے میں آپس میں معاہدہ کر لیتے ہیں۔اور پھر اندر ہی اندر شیطان ایسے لوگوں کو بے سکون کردیتا ہے۔

جادو کے وجود پر قرآنی دلائل:- فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ":اور سلیمان کی بادشاہت میں جو شیطان پڑھا کرتے تھے وہ لوگ اس کی پیروی کرنے لگے"۔حالانکہ سلیمانؑ کافر نہ تھے البتہ یہ شیطان کافر تھے۔ جو لوگوں کو جادُو سکھاتے تھے،اور وہ باتیں جو شہر بابل میں دو فرشتے ہاروت اور ماروت پر اتاری گئیں تھیں،اور وہ دونوں کسی کو جادو نہیں سکھاتے تھے(بلکہ منع کرتے تھے اور بتاتے تھے کہ کون کونسی باتیں جادو میں شامل ہیں) جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم آزمائش ہیں۔پس آپ کافر نہ ہوں،اس پر بھی وہ ان سے ایسی باتیں سیکھ لیتے جن کی وجہ سے وہ خاوند اور بیوی میں جدائی کروادیتے "اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے"۔ اور ایسی باتیں سیکھ لیتے جن میں کچھ فائدہ نہیں،نقصان ہی نقصان ہے۔(حالانکہ) یہودیوں کو یہ معلوم ہے کہ جو کوئی جادو کرے یا سیکھ لے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔اگر وہ سمجھتے ہوتے تو جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا اسکا بُرا بدلہ ہے"۔(سورۃ البقرۃ آیت 102)

2) ترجمہ:"موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم سچ بات کو جب وہ تمہارے پاس آئی ایسی بات کہتے ہو بھلا یہ کوئی جادُو ہے؟اور جادوگر تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے"۔ (سورۃ یونس آیت 77)

3) ترجمہ: "اور جب انہوں نے اپنی (لاٹھیاں اور رسیاں) ڈالیں، تو موسیٰ ؑ نے کہا کہ یہ جو تم لے کر آئے ہو وہ تو جادو ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کو باطل کر دے گا۔ کیونکہ اللہ شریر لوگوں کا کام بننے نہیں دیتا اور اپنی باتوں سے اللہ حق کو دکھائے گا اگر چہ نافرمان لوگ برا مانیں"۔ (سورۃ یونس آیت 81)

4) ترجمہ: "موسیٰ ؑ اپنے دل ہی دل میں سہم گیا ہم نے کہا ڈر نہ۔ بے شک تو ہی غالب رہے گا، اور جو عصا تیرے دائیں ہاتھ میں ہے اسکو (میدان) میں ڈال دے، انہوں نے جو ڈھونگ رچایا ہے یہ اس کو ہڑپ کر جائے گا۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ پس جادو کا تماشا ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا"۔ (سورۃ طٰہٰ آیت 69-67)

5) ترجمہ: "اور ہم نے موسیٰؑ کو وحی بھیجی کہ تو بھی اپنا عصا ڈال دے، سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے ان کے بنائے ہوئے سارے کھیل کو نگلنا شروع کر دیا، پس حق ظاہر ہو گیا اور جو کچھ انہوں نے بنایا تھا سب جاتا رہا۔ پس وہ لوگ ہار گئے اور خوب ذلیل ہو کر پھرے۔ اور وہ جو جادوگر تھے سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے، "ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ ؑ اور ہارونؑ کا رب ہے"۔ (سورۃ الاعراف آیت 122-117)

حدیث نبوی سے چند دلائل:

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: قبیلہ بنو زریق سے تعلق رکھنے والے ایک شخص (لبید بن الاعصم کہا جاتا ہے) نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ پر جادو کر دیا۔ جس سے آپ خاتم النبیین ﷺ متاثر ہوئے، چنانچہ آپ خاتم النبیین ﷺ خیال کرتے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فلاں کام کر لیا ہے حالانکہ وہ کام آپ خاتم النبیین ﷺ نے نہیں کیا ہوتا تھا۔ یہ معاملہ ایسے ہی چلتا رہا یہاں تک کہ ایک رات آپ خاتم النبیین ﷺ میرے پاس تھے اور بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "اے عائشہؓ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی ہے، میرے پاس دو آدمی آئے تھے جس میں سے ایک میرے سر کی طرف اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا، پھر ایک نے دوسرے سے پوچھا "انہیں کیا ہوا ہے"؟ دوسرے نے جواب دیا "ان پر جادو کیا گیا ہے"۔ "کس نے کیا ہے"؟ "لبید بن الاعصم نے"۔ "کس چیز میں کیا"؟ "کنگھی، بالوں اور کھجور کے خوشے غلاف میں"۔ "جس چیز میں جادو کیا گیا وہ کہاں ہے"؟ "بیر زروان میں (کنویں کا نام)" چنانچہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اپنے کچھ صحابہ اکرامؓ کے ساتھ اس کنویں پر گئے (اسے نکالا اور پھر واپس آ گئے) اور فرمانے لگے، "اے عائشہؓ اس کنویں کا پانی انتہائی سرخ ہو چکا تھا، اور ان کھجوروں کے سرا ایسے ہو گئے تھے جیسے شیطان کے سر ہوں (یعنی وہ انتہائی بدشکل تھیں)" میں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ نے جادو اس کنویں سے نکالا"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دی۔ اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے اسے کنویں سے نکالنے کا حکم دیا اور پھر اسے زمین میں دبا دیا گیا"۔ (بخاری، حدیث نمبر 5766، 6063 - مسلم، حدیث نمبر 5703)

شرح حدیث:-

1) یہودیوں نے لبید بن الاعصم (جو ان میں سے بڑا جادوگر تھا) کے ساتھ یہ بات طے کر لی تھی کہ وہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ پر جادو کرے گا اور وہ اسے اس کے بدلے میں تین دینار دیں گے۔ چنانچہ اس بدبخت نے یہ کام اس طرح کر ڈالا کہ ایک چھوٹی بچی کے ذریعے جو آپ خاتم النبیین ﷺ کے گھر میں آتی جاتی تھی، آپ خاتم النبیین ﷺ کے چند بال منگوا لیے اور ان پر جادو کر کے انہیں بیر زروان میں رکھ دیا۔

اس حدیث کی مختلف روایات کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس جادو کا اثر آپ خاتم النبیین ﷺ پر یہ تھا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ یہ خیال کرتے کہ میں نے فلاں کام کر لیا ہے جبکہ وہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے نہیں کیا ہوتا تھا بس اس کا آپ خاتم النبیین ﷺ پر یہی اثر تھا اس کے علاوہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی عقل اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی تصرفات جادو کے اثر سے محفوظ تھے۔ اس جادو کی مدت میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض نے چالیس دن اور بعض نے کوئی اور مدت بیان کی ہے۔

اللہ ہی کو معلوم ہے کہ اس کی کتنی مدت تھی۔ پھر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا کی اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی، اور دو فرشتوں کو آپ خاتم النبیین ﷺ کے درمیان اتار دیا۔ جن کے درمیان مکالمہ ہوا اس سے آپ خاتم النبیین ﷺ کو معلوم ہوا کہ جادو کس نے کیا؟ اور وہ اس وقت کہاں ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ پر کیا گیا جادو انتہائی شدید تھا، اس سے آپ خاتم النبیین ﷺ کو قتل کرنا مقصد تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو

بچالیا اور اس کا اثر صرف اتنا ہوا جس کا ذکر پہلے کر دیا گیا ہے۔

2) حضرت ابو ہریرہ ؓ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو" ،صحابہ اکرام ؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ وہ سات کام کونسے ہیں"؟، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

1۔"اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا 2۔جادو کرنا 3۔کسی شخص کو ناحق قتل کرنا

4۔سود کھانا 5۔یتیم کا مال کھانا 6۔جنگ کے دن پیٹھ پھیر دینا

7۔اور پاک دامن عورت پر بہتان لگانا"۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 262 - سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2874)

3) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا مروی ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے جادو کیا یا اس کے لئے جادو کیا گیا یا کہانت کی یا اس کے لئے کہانت کی گئی، یا بدشگونی لی یا اس کے لئے بدشگونی لی گئی"۔(السلسلۃ الصحیحۃ ،حدیث نمبر 1089)

جادوگر کو پہچاننے کی نشانیاں:- مندرجہ بالا علامات میں سے اگر کوئی ایک علامت اگر کسی علاج کرنے والے شخص کے اندر پائی جاتی ہے تو یقین کر لینا چاہیئے کہ یہ جادوگر ہے۔

1۔جادوگر مریض سے اس کا اور اس کی ماں کا نام پوچھتا ہے۔ 2۔جادوگر مریض کے کپڑے میں سے کوئی کپڑا مثلاً قمیض، ٹوپی رومال وغیرہ منگواتا ہے۔

3۔جادوگر جانور طلب کرتا ہے اور اس کو بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کرتا ہے اور اس کا خون مریض کے جسم پر ملتا ہے، پھر جانور کو غیر آباد جگہ پر پھینک دیتا ہے (اپنے شیطان جنوں کو کھلانے کے لئے)

4۔جادو والے طلسم کا لکھنا۔ 5۔جادو والے طلسم کو پڑھنا جو کسی عام آدمی کی سمجھ بوجھ سے بالاتر ہوتا ہے۔

6۔مریض کو ایسے تعویذ دینا جس میں مربعات (ڈبے) بنے ہوئے ہوں اور ان کے اندر چند حروف یا نمبر لکھے ہوں۔

7۔مریض کو یہ حکم دینا کہ وہ لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر ایک معینہ مدت کے لئے کسی ایسے کمرے میں چلا جائے جہاں سورج کی روشنی نہ پہنچے۔

8۔مریض سے کبھی اس بات کا مطالبہ کرنا کہ وہ ایک معینہ مدت جو کہ چالیس دن کی ہوتی ہے پانی کو ہاتھ نہ لگائے اور یہ علامت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جادوگر جس جن سے خدمت لے رہا ہے وہ عیسائی ہے۔

9۔مریض کو کچھ ایسی چیزیں دینا جنہیں زمین میں دفن کرنا ہوتا ہے۔

10۔مریض کو کچھ ایسے کاغذ دینا جنہیں جلانا ہوتا ہے، مریض کو کچھ ایسے کاغذ دینا جنہیں جلا کر دھونی لینی ہو۔

11۔مریض کو کچھ ایسے کاغذ دینا جنہیں جلاتے وقت کسی خاص کام کے کرنے کا تصور کرنا یا منہ سے بولنا۔ جیسے فلاں فلاں میں جدائی ڈال دے، فلاں فلاں آپس میں کبھی نہ ملیں، فلاں فلاں جگہ نہ جا سکیں۔اس طرح کے اپنے مقصد کے کلمات کے کاغذ کو جلاتے وقت بولنا یا ایسے کلمات کے ساتھ بڑبڑانا جسے سمجھا نہ جاسکے، یا جلاتے وقت کسی کے لئے یہ دعا کرنا مثلاً فلاں اور فلاں کی دوستی اور محبت ختم ہو جائے۔

12۔جادوگر مریض کو اس کا نام، اس کے شہر کا نام اور جس جگہ سے وہ اس کے پاس آتا ہے اس کے متعلق آتے ہی اسے بتا دیتا ہے۔

13۔جادوگر مریض کو کاغذ میں یا پکی ہوئی مٹی کی پلیٹ میں چند حروف لکھ کر دیتا ہے جنہیں پانی میں ملا کر پلانا ہوتا ہے۔

اگر ان علامت میں سے آپ کو کوئی ایک علامت کسی شخص میں نظر آئے تو یقین کر لیجئے کہ وہ جادوگر ہے۔ پھر اس کے پاس کبھی مت جایئے ورنہ آپ پر نبی پاک خاتم النبیین ﷺ کا یہ فرمان صادق آجائے گا۔''جو آدمی کسی نجومی کے پاس آیا اور اس نے اس کی باتوں کی تصدیق کی اس نے محمد خاتم النبیین ﷺ پر نازل کئے گئے دین سے کفر کیا''۔(جامع الترمذی، حدیث نمبر 135)

شریعت اسلامیہ میں جادو کی سزا:

شریعت میں جادوگروں کے متعلق فیصلہ:

1۔امام مالک ؒ فرماتے ہیں: جادوگر جو جادو کا عمل کرتا ہے اور جس نے کسی پر جادو کیا ہو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن پاک میں

فرمایا: ''ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں'' سو میری رائے یہ ہے کہ وہ جب جادو کا عمل کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

جادوگر کی حد قتل ہے اور یہ حضرت عمرؓ ،حضرت عثمانؓ ،ابن عمرؓ ،حفصہؓ ،حضرت جندبؓ بن عبداللہ، جندب بن مکعبؓ ،قیس بن سعیدؓ ،عمر بن عبداللہ رضوان اللہ علیہ اجمعین سے بھی یہی مروی ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا مذہب ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے عاملین کو خط لکھا تھا کہ ہر جادوگر مرد اور عورت کو خط لکھو، چنانچہ ہم نے تیس جادوگروں کو قتل کیا (صحیح بخاری)

اور اس طرح حضرت حفصہؓ ام المومنین کے متعلق یہ مروی ہے کہ ایک لونڈی نے ان پر جادو کیا تو انہوں نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

امام احمدؒ کہتے ہیں کہ جادوگروں کو قتل کر دینا تین صحابہ کرامؓ سے صحیح ثابت ہے۔

6۔حافظ بن حجرؒ کہتے ہیں کہ: امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ جادوگر کا حکم زندیق (واجب القتل) کے حکم کی طرح ہے لہٰذا اگر اس کا جادو کرنا ثابت ہوجائے تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اسے قتل کر دیا جائے گا اور یہی مذہب امام احمد بن حنبلؒ کا بھی ہے۔

جبکہ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ: صرف ثبوت سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا ہاں اگر وہ اعتراف کرے کہ اس نے جادو کر کے کسی کو قتل کیا ہے تو اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔

کیا جادو کا علاج جادو سے کیا جا سکتا ہے:؟

1۔امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں: جادو کا توڑ اگر قرآن سے کیا جائے یا ذکر و اذکار سے یا ایسے کلام سے کیا جائے جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اگر جادو کا علاج جادو سے کیا جائے تو اس کے بارے میں احمد بن حنبلؒ نے توقف فرمایا (یعنی خاموش رہے)

2۔حافظ بن حجرؒ کہتے ہیں کہ: رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ (النشرۃ من عمل شیطان) جادو کا توڑ شیطانی عمل ہے (جادو جادو سے توڑا جائے تو)

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جادو کا علاج اگر خیر کی نیت سے ہو تو درست ورنہ درست نہ ہوگا۔

جادو کے علاج کی دو قسمیں ہیں:

جائز علاج: جو کہ قرآن مجید اور مسنون اذکار اور دعاؤں سے ہوتا ہے۔

ناجائز علاج: جو کہ شیطان کا تقرب حاصل کر کے اور انہیں مدد کے لئے پکار کے جادو ہی کے ذریعے ہوتا ہے۔

اور یہی علاج مذکورہ حدیث سے مراد ہے، اور ایسا علاج کس طرح سے درست ہو سکتا ہے جبکہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے جادوگروں کے پاس جانے اور ان کی تصدیق کرنے کو کفر قرار دیا ہے۔امام ابن قیمؒ نے بھی جادو کے علاج کی یہی دو قسمیں بیان کی ہیں اور ان میں سے پہلی کو جائز اور دوسری کو ناجائز قرار دیا ہے۔

کیا جادو کا علم سیکھنا درست ہے:

1۔ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں سورۃ البقرۃ آیت 102 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٌ فَلَا تَكۡفُرۡ''

ترجمہ: "ہم تو بے شک آزمائش ہیں پس کفر مت کرو"۔ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ''جادو کا علم سیکھنا کفر ہے''

2۔ابن قدامہؒ کا کہنا ہے کہ ''جادو سیکھنا اور سکھانا حرام ہے''

اور اس میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ اس کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، خواہ وہ اس کی تحریم کا عقیدہ رکھے یا اباعت کا (یعنی خواہ جادو کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو یا اس کے ناجائز ہونے کا)

صحیح مسلم میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کا فرمان یوں مروی ہے: ''جو بھی کسی جادوگر یا نجومی کے پاس آیا اس نے شریعت محمدی خاتم النبیین ﷺ سے کفر کیا''۔

جادو کی اقسام: جادو کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں

سحر تفریق: جدائی ڈالنے والا جادو

1) جدائی ڈالنے کی کئی شکلیں ہیں مثلاً ماں اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنا 2) باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنا 3) دو بھائیوں کے درمیان جدائی ڈالنا 4) دو دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنا۔ 5) دو شریکوں کے درمیان جدائی ڈالنا۔ 6) خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈالنا۔

یہ آخری شکل زیادہ خطرناک ہے یعنی خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈالنا۔

سحر تفریق کی علامات: (جدائی کے لئے جادو) یعنی جب دو فریقوں کے درمیان جادو کیا جاتا ہے، ان کو جدا کرنے کے لئے تو کون کون سی علامات پیدا ہوتی ہیں۔

1۔محبت اچانک بغض میں اور نفرت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ 2۔دونوں کے درمیان بہت زیادہ شکوک وشبہات پیدا ہوجاتے ہیں۔

3۔دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا عذر نہیں مانتا۔ 4۔حقیر سے سبب اختلاف کو بڑا سمجھ لیا جاتا ہے۔

5۔بیوی خاوند کو بدشکل اور خاوند بیوی کو بدشکل نظر آنے لگتا ہے جبکہ وہ دونوں خوبصورت ہیں۔

(اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ شیطان جس کو جادوگر اپنی خدمت کے لئے استعمال کرتا ہے، وہی عورت کے چہرے پر بدشکل بن کر آجاتا ہے جس کی وجہ سے وہ خاوند کو نہیں بھاتی۔ اور اس طرح خاوند کے چہرے پر بھی وہ خوفناک شکل میں آجاتا ہے جس سے وہ اپنی بیوی کو نہیں بھاتا۔

6۔جس پر جادو کیا جاتا ہے وہ اپنے قریب ترین رہنے والے بندے سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اس کے ہر کام کو ناپسند کرتا ہے۔

7۔جس پر جادو کیا جاتا ہے اسے اپنے گھر میں شدید گھٹن محسوس ہوتی ہے۔

سحر امراض (علامات):

1۔کسی ایک عضو میں دائمی درد۔ 2۔مرگی کا دورہ۔ 3۔اعضائے جسم میں سے کسی ایک عضو کا بے حرکت ہوجانا۔

4۔پورے جسم کا بے حرکت ہوجانا۔ 5۔حواس خمسہ میں سے کسی ایک کا بے عمل ہوجانا۔

یہاں ایک تنبیہ کرنا ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ مذکورہ علامات چند جسمانی بیماریوں کی علامات سے بھی ملتی جلتی ہیں۔ جادو اور جسمانی بیماری میں فرق صرف اتنا ہوگا کہ مریض پر دم کر کے دیکھیں اگر دوران قرآن اس کے جسم میں کوئی تبدیلی رونما ہوتی ہے۔

مثلاً سر کا چکرانا، سر درد، ہاتھ پاؤں کا سن ہوجانا تو یقینی طور پر جادو کا اثر ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو اسے جسمانی بیماری ہے، جس کے علاج کے لئے اسے ڈاکٹروں سے رجوع کرنا ہے۔

سحر تفریق کا علاج: مریض کے کانوں میں ان آیات کی تلاوت کریں۔

سورہ فاتحہ۔ سورہ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیات۔ سورہ بقرہ آیت 102 بار بار پڑھیں۔

سورہ بقرہ آیت 163 تا 164، سورہ بقرہ کی آخری 2 آیات اور آیت الکرسی۔

سورۃ الاعراف کی آیت 117 تا 122 ان آیات کو خاص طور پر پڑھیں خاص طور پر وَ اُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ (سورۃ الاعراف 7:120)۔

سورہ یونس کی آیت نمبر 81، 82 بار بار پڑھیں۔

اور ان تمام چیزوں کو شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم ضرور پڑھیں۔

سحر امراض کا علاج:- ایک کیسٹ میں درج ذیل سورتیں ریکارڈ کر کے مریض کو دیں جسے وہ روزانہ تین بار سنے،

سورہ فاتحہ، آیت الکرسی، سورہ دخان، سورہ جن، چاروں قُل۔

درج ذیل دم کلونجی کے تیل پر دم کریں جسے وہ صبح شام اپنی پیشانی اور متاثرہ عضو پر ملتا رہے۔

سورہ فاتحہ، سورہ فلق، سورہ الناس اور (وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ) (سورۃ بنی اسرائیل 17:82)

ترجمہ: "اور ہم قرآن میں وہ نازل فرماتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے"۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ، اَذْھِبِ الْبَاس، وَاشْفِ اَنْتَ شَافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَآءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا

ترجمہ: ''اے اللہ تو لوگوں کا پروردگار ہے تکلیف دور فرما، اور شفاء بخش کیونکہ تو شفاء بخشنے والا ہے، تیری شفاء کے علاوہ کوئی شفاء نہیں ایسی شفاء عطا فرما جو بیماری کو جڑ سے اکھاڑ دے''۔

مریض مندرجہ بالا تمام علاجوں پر ساٹھ دن تک عمل کرے اور اگر آرام آجائے تو ٹھیک ورنہ اگلے ساٹھ دنوں کے لئے دوبارہ شروع کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ہمیں جادو کرنے، جادوگر کے پاس جانے، ان کی باتوں کی تصدیق کرنے اور جادوگر کے کیے ہوئے کسی بھی جادو کے پرچے پر عمل کرنے کی بھی طاقت اور توفیق نہ عطا فرمائے، اور ہمیشہ اپنے حفظ و امن میں رکھے۔ (امین)

آمین یارب العالمین۔

و آخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم اجمعین۔

****

ہماری گواہی

اے میرے احباب و جماعت کے ارکان! اللہ ہم سب سے راضی ہو۔

ہم سب اپنے عقیدے پر گواہ کرتے ہیں اللہ کو، اس کے فرشتوں کو اور تمام مومنین کو اور جو سنیں یا پڑھیں ان کو، اپنے اس عقیدے پر کہ اللہ ایک ہے، الوہیت میں اس کا کوئی ثانی نہیں، وہ بیوی بچوں سے پاک ہے، منزہ ہے اور سب کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ حقیقی بادشاہ ہے، اس کا کوئی وزیر نہیں، اس کو کوئی تدبیر سکھانے والا نہیں۔ وہ کسی موجد کا محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام چیزیں اس کی محتاج ہیں۔ وہ جب چاہے اپنے عرش پر (مستوی) جلوہ گر ہو سکتا ہے۔ اس استوا سے اللہ کی جو بھی مراد ہو ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ دنیا بھی اسی کی ہے اور آخرت بھی اسی کی ہے۔ عرش اور ماسوائے عرش اسی سے قائم ہے۔ اول و آخر سب اسی کا ہے۔ زمانہ اس کو محدود نہیں کر سکتا، مکان اس کو بلند نہیں کر سکتا۔ وہ اس دم بھی تھا جب مکان نہ تھا۔ وہ جیسا تھا ویسا ہی رہا اور ویسا ہی رہے گا۔

مکان اور متمکن دونوں کو اس نے پیدا فرمایا -- زمانے کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ وہ ایک ہے، زندہ ہے، اسے حفاظتِ مخلوق دشوار نہیں، اس کی کوئی صفت ایسی نہیں ہے جو پہلے نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ اس سے اعلیٰ ہے کہ حوادث اس میں حلول کریں۔

''وہ قیم ہے'' اسی پر سب کے قیام کا دارومدار ہے، وہ کبھی نہیں سوتا وہ ''قہار'' ہے۔ اس کا کوئی مثل نہیں۔ اس نے عرش پیدا کیا۔ اس نے کرسی پیدا کی۔ پست زمین اور بلند آسمان سے ان کو وسیع تر بنایا۔ اس نے ''قلم'' کو پیدا کیا اور روز اول سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اپنے علم کے مطابق قلم سے لکھوایا۔

اس نے بغیر کسی سابقہ نمونے کے عالم کو پیدا کیا۔ مخلوقات کو پیدا کیا۔ اس نے ارواح کو اجسام میں امین بنا کر اتارا اور اجسام کو جس میں روح اتری ہے، اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے۔ اس کو اپنی قدرت سے انسان کا مطیع فرما دیا۔ سب کچھ اسی نے پیدا کیا ہے۔ اس کو کسی کی حاجت نہیں ہے۔

لٰہذا وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے، وہ ہر شے پر قادر ہے، اس نے اپنے علم سے سب کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ وہ تمام مخلوقات اور اشیاء کے عدد سے واقف ہے۔

وہ آنکھوں کی خیانت اور سینے میں چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے --- وہ لطیف و خبیر ہے --- وہ سب کو دیکھتا ہے --- وہ سب کو سنتا ہے --- وہ دل ہی دل میں کی گئی بات کو سن لیتا ہے۔ -- وہ سیاہ چیز کو اندھیرے میں اور پانی میں پانی کو دیکھ لیتا ہے۔

وہ اشیاء سے پہلے بھی ان کو جانتا تھا۔ پھر اپنے علم کے موافق ان کو پیدا کیا اور اپنے علم کے موافق تمام اشیاء پر حکومت کرتا ہے۔ اور ان پر دوسروں کو حاکم بناتا ہے۔ وہ تمام کلیات کو جانتا ہے اس لیے کہ وہ تمام جزیات کا علم رکھتا ہے اور اس مسئلے پر تمام عقل سلیم اور رائے صحیح رکھنے والوں کا اتفاق و اجماع ہے۔

تمام چیزیں ارادہ الٰہی سے ہیں۔ کوئی اس کے ارادے کو نہیں روک سکتا۔ -- کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔

جس کو چاہتا ہے ملک اور حکومت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک اور حکومت واپس لے لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ (سورہ آل عمران، آیت نمبر 26)

جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ بغیر اللہ تعالیٰ کے ارادے کے کوئی ارادہ نہیں کر سکتا۔ بندہ کسی کام کا لاکھ ارادے کرے۔ جب تک اللہ نہ چاہے وہ کام نہیں

ہو گا۔

عالم کو اللہ نے ایجاد کیا لیکن اس کے لیے اس نے نہ فکر کی نہ علم سے تدبیر کیا۔ اور نہ اس پر تفکر اور تدبر کیا۔ وہ اس سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ حقیقی و بالذات ارادہ اللہ ہی کا ہے۔

اگر اس نے انعام عطا کیا تو یہ اس کا فضل ہے اور اگر اس نے کسی کو عذاب میں مبتلا کیا تو یہ اس کا عدل ہے۔ وہ فضل کے موقع پر عدل نہیں کرتا اور عدل کے موقع پر فضل نہیں کرتا۔

نماز کے متعلق اس نے فرمایا کہ بظاہر یہ پانچ ہیں لیکن درحقیقت یہ پچاس ہیں۔ وہ فرماتا ہے کہ "میری بات بدل نہیں سکتی میں بندوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا ہوں"۔ (سورہ ق، آیت نمبر 29)

ہم توحید الٰہی کی قائل اور معتقد ہیں اور ہمارا معبود وہ ہے جو سورہ اخلاص کی صفات کا حامل ہے۔ اس کی سلطنت عظیم ہے اور اس کے احسانات عمیم (لامحدود)۔

ہم پھر گواہ بناتے ہیں اللہ کو، اس کے فرشتوں کو اور اس کی تمام مخلوق کو کہ ہم حضرت محمد مصطفی خاتم النبیین ﷺ مختار و مجتبیٰ برگزیدہ خلائق و موجودات خاتم النبیین ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو تمام لوگوں پر بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔

آپ خاتم النبیین ﷺ ایک روشن شمع ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ اللہ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ پر جو کچھ اتارا، آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کی تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت کو آپ خاتم النبیین ﷺ نے ادا کیا۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے حجۃ الوداع آخری حج میں تمام حاضرین کے سامنے خطبہ دیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے نصیحت کی، ڈرایا، دھمکایا، خوشخبری دی، وعدہ وعید فرمایا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی نصیحت کسی خاص کے لیے نہ تھی۔ یہ سب بحکم واحد وصمد تھا۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "دیکھو کیا میں نے تبلیغ نہ کر دی"؟ لوگوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے تبلیغ فرما دی اور سب کچھ لوگوں کو پہنچا دیا"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اے اللہ تو گواہ رہنا"۔ (صحیح بخاری)

ہم بھی ہر سننے اور پڑھنے والے کو گواہ کرتے ہیں کہ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ جو عقائد و احکام لائے ہیں ہم ان تمام پر ایمان لائے، ہم مومن ہیں، احکام نبوی خاتم النبیین ﷺ میں سے جن کو جان سکے اور سمجھ سکے اور جن کو نہ جان سکے ہم سب پر ایمان لائے ہیں اور ہمیں ان میں نہ کسی قسم کا شک ہے نہ شبہ۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وقت مقرر پر موت حق ہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ قبر میں منکر نکیر کے سوال حق ہیں۔ اجسام کا قبروں سے جی کر اٹھنا حق ہے۔ اعمال ناموں کا اڑ اڑ کر ہاتھوں میں آ جانا حق ہے۔ بعض لوگوں کا جنت اور بعض کا دوزخ میں جانا حق ہے۔ بروز قیامت بعض لوگوں پر غم نہ ہونا اور بعض کا کرب میں مبتلا ہونا حق ہے۔

"ارحم الرحمین" کا سب کی شفاعتوں کے بعد بعض کو دوزخ سے نکالنا بھی حق ہے۔ مومنین اور موحدین کا جنت میں دائم نعمتوں میں ابد تک رہنا بھی حق ہے اور یہ کہ دوزخیوں کا ابد تک دوزخ میں رہنا بھی حق ہے۔ ہمارے پاس کتب آسمانی اور انبیاء کرام علیہ السلام سے جو کچھ پہنچا ہے وہ حق ہے۔

یہ ہماری شہادت ہے۔ ہمارے نفس پر۔ یہ ہماری امانت ہے جس کے پاس یہ امانت پہنچے اگر اس سے کوئی سوال کرے تو وہ اس شہادت کو ظاہر کر دے کہ ہم نے یہ شہادت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمارے اس ایمان سے نفع بخشے اور اِس دار فانی سے رخصت کے بعد اُس دنیا میں بھی ہمیں اس ایمان سے فائدہ حاصل ہو۔ (آمین یارب العالمین)

****

مُصَنِّفہ کی تمام کُتُب

خاتم النبیین مِحبُوبِ ربُّ العٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	خاتم النبیین مُحسنِ اِنسانیت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	مقصدِ حیات	عبدیّت کا سفر ابدیّت کے حصُول تک
تعلُّق مع اللہ	مُختصراً قُرآنِ پاک کے علُوم	راہِ نجات	فلاح
اہلِ بیت اور خاندانِ بنُو اُمَیّہ	ثواب و عتاب	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔١)	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔٢)
مُختصرِتذکرئہ انبیاءکرامؑ، صحابہ کرامؓ و آئمہ کرامؒ	اولیاءکرامؒ	کتاب الصلوٰۃ وَ اوقاتُ الصّلوٰۃ	عشرہ مُبشرہؓ اور آئمہ اربعہؒ
حیاتِ طیّبہ	آگہی	اِسلام عالمگیر دِین	عقائد واِیمان
دِینِ اِسلام (بچّوں کےلئے)	کتابِ آگاہی (تصحیح العقائد)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔١)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔٢)

www.jamaat-aysha.com